ہندوستان کے عہد ماضی

میں

مسلمان حکمرانوں کی مذہبی رواداری

www.KitaboSunnat.com

جلد اوّل

مرتبہ

سید صباح الدین عبدالرحمٰن

دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، یوپی۔

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

DATA ENTERED

LIBRARY
University

لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ

ہندوستان کے عہد ماضی

میں

27116

مسلمان حکمرانوں کی مذہبی رواداری

جلد اول

1369

اس میں عہد مغلیہ سے پہلے کے ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کی مذہبی رواداری، فراخ دلی اور انسان دوستی کی تفصیلات مستند ماخذوں کے حوالے سے پیش کی گئی ہیں۔

مرتبہ

سید صباح الدین عبدالرحمٰن

دارالمصنّفین، شبلی اکیڈمی، پوسٹ باکس نمبر ۱۹۔ اعظم گڑھ (ہند) ۲۷۶۰۰۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[illegible]

© جملہ حقوق بحق دارالمصنّفین محفوظ

سلسلۂ دارالمصنّفین نمبر: ۱۲۶

کتاب	:	مسلمان حکمرانوں کی مذہبی رواداری (اول)
مرتبہ	:	سید صباح الدین عبدالرحمنؒ
صفحات	:	۱۵۱
طبع جدید	:	۲۰۰۹ء
مطبع	:	معارف پریس، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ
ناشر	:	دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ
کمپوزنگ	:	صلاح الدین نثار معروفی، اعظم گڑھ 9889036799
قیمت	:	75/=

ISBN: 978-93-80104-13-3

﴿باہتمام﴾

عبدالمنان ہلالی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

27116

انتساب

ہندو مسلم کی یگانگت، موانست اور جذباتی ہم آہنگی

کے

نام پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

ہندوستان کے عہد ماضی میں مسلمان حکم رانوں کی مذہبی رواداری

جلد اول

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
دیباچہ ازمرتب	۷	عام لوگوں کے ساتھ نرمی	۲۸
تمہید	۱۵	مندر میں عبادت کی عام اجازت	۲۸
لڑائیوں کی سیہ کاریاں	۱۶	پرانے مراسم کا تحفظ	۲۹
ہندوستان سے عربوں کا لگاؤ	۱۷	رعیت نوازی کی تلقین	۳۰
محمد بن قاسم کی مہم	۱۸	صناعوں، تاجروں اور کسانوں کی حوصلہ افزائی	۳۰
حجاج بن یوسف کی نصیحتیں	۱۸		
محمد بن قاسم کا فیاضانہ برتاؤ	۲۰	مقامی باشندوں کے ناچ پر انعام	۳۱
مفتوحین سے حسن سلوک	۲۲	راجہ داہر کی رانی کا تعاون	۳۱
ضرورت سے زیادہ رواداری پر حجاج بن یوسف کا انتباہ	۲۳	معاہدہ کی پابندی کا احترام	۳۲
		راجہ داہر کے چچازاد بھائی پر اعتماد کلی	۳۲
محمد بن قاسم کے ساتھ ٹھاکروں اور جاٹوں کا تعاون	۲۴	برہمن کی خیر خواہی	۳۳
راجہ داہر کے وزیر کی عزت افزائی	۲۵	محمد بن قاسم کی موت پر ماتم	۳۳
برہمن آباد کے باشندوں اور برہمنوں کے ساتھ حسن سلوک	۲۶	محمد بن قاسم کے کارنامے پر تبصرہ	۳۴
		عربوں کی عام رواداری	۳۶
برہمنوں کی ایمانداری پر بھروسہ	۲۷	لڑائی کے موقع پر اسلام کی تعلیمات	۳۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

27116

مضمون	صفحہ
ہندوستان کے مسلمان فاتحین کی تلواروں پر ایک تبصرہ	۳۸
ہندوستان سے عرب انشاپردازوں، مورخوں اور سیاحوں کی محبت	۴۰
عربوں کے اچھے اثرات	۴۱
کیا محمود غزنوی میں رواداری نہ تھی	۴۴
البیرونی کی محبت کے نغمے	۵۲
البیرونی کا علم وفن	۵۳
البیرونی کی ''کتاب الہند'' روا داری کا ایک شاہ کار	۵۴
خدا کی ذات وصفات سے متعلق ہندوؤں کے عقائد کا مطالعہ	۵۸
بت پرستی کا تجزیہ	۵۹
شودروں کے ناروا اسلوک پر البیرونی کی تکلیف	۶۰
البیرونی کا عالمانہ اور منصفانہ اندازِ بیان	۶۱
ہندوستان کے معاشرتی حالات کے مطالعہ میں مہر ومحبت کی فضا	۶۱
معاشرتی زندگی کے کچھ پہلو	۶۳
ہندوؤں کے کھانے پینے کے آداب	۶۳
ہندوؤں کا لباس	۶۴
ہندو عورتوں کی اہمیت	۶۵
معاشرتی جزئیات کا مطالعہ	۶۵
ابتدائی نوشت وخواند کے طریقے	۶۵
ہندوؤں کے کھیل	۶۶
ہندوؤں کا نفسیاتی مطالعہ	۶۶
ہندوؤں کے کیمیا بنانے اور جھاڑ پھونک کا طریقہ	۶۷
برہمن کی زندگی کا گہرا مطالعہ	۶۷
چھتری کی زندگی کا مطالعہ	۷۱
بیش کے فرائض	۷۱
شودر کی حیثیت	۷۱
ہندوؤں کے نزدیک حلال وحرام چیزیں	۷۲
ہندوؤں کے شادی بیان کے طریقے	۷۲
بچہ کی پیدائش اور عقیقہ وغیرہ کے مراسم	۷۳
سزاؤں کے طریقے	۷۴
وراثت	۷۴
ہندوؤں کے تہواروں کے مراسم	۷۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضمون	صفحہ
ہندوؤں کے بعض نامناسب مراسم کی مدافعت	۸۰
البیرونی کی بے تعصبی کی تعریف	۸۳
شہاب الدین غوری کی رواداری	۸۴
ہندو راجاؤں کی تعریف اس عہد کی ایک تصنیف میں	۸۵
مورخ ضیاء الدین برنی کی اشتعال انگیز تحریریں	۸۷
غیاث الدین بلبن کے عہد کی رواداری	۹۰
ہندو راجاؤں کا احترام	۹۱
علاء الدین خلجی کے عہد میں ہندو راجاؤں کی قدر و منزلت	۹۲
ہندوؤں کے مذہبی پیشواؤں کی توقیر	۹۷
محمد بن تغلق کی رواداری	۹۸
فیروز شاہ تغلق کی رواداری	۱۰۲
فیروز شاہ تغلق پر مندر شکنی کا الزام	۱۰۷
ہندوؤں کے علوم سے دلچسپی	۱۰۸
جزیہ	۱۱۰
فقہا کا اختلاف	۱۱۳
دلآزاری سے پرہیز	۱۱۴
عدل نوازی	۱۱۵
تسخیر قلوب	۱۱۷
امیر خسرو کی رواداری	۱۱۸
خواجہ نظام الدین اولیاؒ کی فراخ دلی	۱۲۲
حسن دہلوی کی رواداری	۱۲۳
شیخ احمد عبدالحق ردولوی کی روادارانہ حکایت	۱۲۵
بہمنی خاندان کے بانی کی حکایت	۱۲۶
علمی رواداری	۱۲۷
سلطان زین العابدین کی رواداری	۱۲۸
علمی رواداری	۱۳۱
بیراگیوں کی رواداری	۱۳۱
کبیر داس	۱۳۲
کبیر داس کے چیلوں کی رواداری	۱۴۲
سلاطین دہلی کی حکومت پر ہندوؤں کا تبصرہ	۱۴۴
ڈاکٹر تاراچند کا تبصرہ	۱۴۵
پروفیسر سری رام شرما کا تبصرہ	۱۴۶
پروفیسر کے۔ایم۔پینکر کا تبصرہ	۱۴۶
ڈاکٹر ایشوری پرشاد کا تبصرہ	۱۴۷
ڈاکٹر ایشور ٹوپا کا تبصرہ	۱۴۷

☆☆☆

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیباچہ

اس وقت ناظرین کے ہاتھوں میں جو کتاب ہے، وہ دراصل اُس مقالہ کے ایجاز کا اطناب ہے جو ۲۷/اپریل ۱۹۷۲ء میں صابو صدیق ٹکنکل انسٹی ٹیوٹ کے المالطیفی ہال میں اسلامک ریسرچ ایسوسی ایشن بمبئی کے زیر اہتمام جناب رفیق زکریا، وزیرِ حکومت بمبئی کی صدارت میں پڑھا گیا، اس مقالہ کو وہاں کے حاضرین نے بڑی دل چسپی سے سنا، گو وقت کی کمی کی وجہ سے مقالہ بہت ہی مختصر طریقہ پر پڑھا گیا لیکن حاضرین کی دل چسپی سے یہ خیال پیدا ہوا کہ اس موضوع کو بہت ہی پھیلا کر اور بھی مفید مواد جمع کر دیا جائے تو نہ صرف بہت سے ذہنی شکوک دور ہو جائیں گے بلکہ موانست و یگانگت کی فضا پیدا کرنے میں بھی ایسے تاریخی لٹریچر کارآمد ثابت ہو سکتے ہیں، مقالہ میں برابر اضافہ کرتا رہا یہاں تک کہ یہ مقالہ نہیں رہا بلکہ دو جلدوں کی کتاب بن گئی جس کا ایک حصہ پیش کیا جا رہا ہے، اس کے مطالعہ سے اندازہ ہوگا کہ ہندوستان میں مسلمان حکمرانوں کے عہد میں صرف لڑائیاں ہی نہیں ہوتی رہیں بلکہ اُن کے یہاں رواداری، فراخ دلی اور انسان دوستی بھی رہی کچھ ایسے مورخین بھی ہیں جو بعض مسلمان فرماں رواؤں کے تشدد کو اُن کا ذاتی فعل نہیں بلکہ اسلام کی تعلیمات سے منسوب کر دینے میں خوشی محسوس کرتے ہیں لیکن اُن کی اس قسم کی تحریریں تاریخی صداقت کے بجائے سیاسی مصالح اور مذہبی غیر رواداری پر مبنی ہوتی ہیں، مسلمانوں کا یہ عقیدہ رہا ہے کہ حکومت الحاد، بے دینی، کفر اور شرک کے ساتھ تو عرصۂ دراز تک قائم رہ سکتی ہے مگر جبر، ظلم اور چیرہ دستی سے قرار نہیں رکھی جا سکتی ہے، اسی لیے ہندوستان کے مسلمان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرماں رواؤں نے اپنے دورِ حکومت میں عدل وانصاف پر ہر زمانہ میں زور دیا، یہ عدل پسندی اور انصاف پروری رواداری اور فراخ دلی کے بغیر عمل میں نہیں آسکتی، اسلام کی یہ تعلیمات دارالمصنّفین کی مطبوعات الفاروق، مقالات شبلی، سیرۃ النبیؐ اور دین رحمت میں بڑی تفصیل کے ساتھ پیش کی جاچکی ہیں، ناظرین اُن کا مطالعہ کرسکتے ہیں، پھر بھی رواداری سے متعلق کلام پاک اور حدیث کی جو تعلیمات رہی ہیں، اُن کو ہم اختصار کے ساتھ یہاں پر ناظرین کا ذہن منتقل کرانے کے لیے دہراتے ہیں۔

ہندوستان میں مسلمان آباد ہوئے تو شاید ہی کوئی ایسی جگہ ہو جہاں اُن کے پڑوسی غیر مسلم نہ ہوں، روزمرہ زندگی میں اُن سے برابر سابقہ رہا، اسلام میں پڑوسیوں کے حقوق کی بڑی اہمیت ہے، کلام پاک میں ہے کہ والدین، قرابت مندوں، یتیموں، مسکینوں، قرابت والے پڑوسیوں، اجنبی پڑوسیوں، پاس بیٹھنے والوں، مسافروں اور لونڈی غلاموں کے ساتھ احسان وسلوک سے پیش آؤ۔ (نساء، ع ۶) اس آیت میں والدین اور قرابت مندوں کے حقوق کے ساتھ ہی اجنبی پڑوسیوں کے بھی حقوق رکھے گئے ہیں، حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریلؑ پڑوسیوں کے بارہ میں اتنی مسلسل وصیت کرتے رہے کہ مجھ کو خیال ہونے لگا کہ اُن کو وراثت میں حصہ دار بنادیں گے۔ (بخاری کتاب الادب، باب الوصایۃ بالجار)

مسلم میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہیں۔ (مسلم کتاب الایمان، باب بیان تحریم ایذاء الجار) ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اُس وقت تک بندہ مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی اور پڑوسی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنی ذات کے لیے پسند کرتا ہے، حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن العاص روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اللہ کے نزدیک پڑوسیوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے پڑوسی کے لیے بہتر ہے۔

(ادب المفرد، باب خیر الجیران ج ۱، ص ۲۰۶)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس تعلیم پر عمل بھی کرتے رہے، ایک بار انھوں نے ایک بکری ذبح کرائی اور اپنے غلام کو ہدایت کی کہ سب سے پہلے پڑوسی کو گوشت پہنچا دے، ایک شخص نے کہا وہ تو یہودی ہے تو فرمایا یہودی ہے تو کیا ہوا، یہ کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حوالہ دیا کہ ''جبریلؑ نے مجھ سے اتنی مسلسل وصیت کی کہ مجھے خیال ہونے لگا تھا کہ وہ پڑوسیوں کو وراثت میں حصہ دار بنا دیں گے۔''

موجودہ عہد ازم کا ہے، بولشویزم، فاسزم، کمیونزم اور سوشلزم کے حامی اپنے اپنے نظریوں کے منوانے کی خاطر کیا کیا تشدد کو راہ نہیں دے رہے ہیں، انڈوچائنا میں نظریوں کی جنگ گذشتہ تیس سال سے لڑی جا رہی ہے، لندن کے اخبار ٹائمس کے مطابق اس جنگ میں اکیس لاکھ چھبیس ہزار دو سو چوالیس افراد مارے جا چکے ہیں۔

مگر اسلام کی تعلیم یہ رہی ہے کہ نظر و فکر کیا دین میں بھی جبر نہیں، سورۂ بقرہ میں ہے کہ دین میں زبردستی نہیں، راہ درست گمرہی سے علانیہ ممتاز ہو چکی ہے۔ (بقرہ، ع ۳۴) سورۂ کہف میں ہے کہ اسلام تمہارے رب کی طرف سے آچکا ہے پس جو چاہے قبول کرے جو چاہے نہ قبول کرے۔ (کہف، ع ۴) اسلام کی تبلیغ کی تلقین ضرور کی گئی ہے مگر اس حکم کے ساتھ کہ اپنے رب کے راستہ کی طرف دانشمندی اور اچھی اچھی باتوں کے ذریعہ بلاؤ اور بہت پسندیدہ طریقہ سے بحث کرو۔ (نحل، ع ۱۶)

دوسرے مذاہب کے باطل معبودوں کو برا کہنے کی ممانعت یہ حکم دے کر کی گئی ہے کہ مسلمانوں! جو لوگ خدا کے سوا دوسرے معبودوں کی پرستش کرتے ہیں، ان کو برا نہ کہو یہ لوگ بھی حد سے متجاوز ہو کر نادانی سے خدا کو برا کہنے لگیں گے۔ (انعام، ع ۱۲) اسلام کے پرانے دشمن یہودی ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی اُن کی دشمنی مشہور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھی، مگر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ یہ یہودی چھوٹی چھوٹی باتوں کی ٹوہ لیتے پھرتے ہیں اور حرام مال کھاتے چلے جاتے ہیں، پھر بھی جب وہ لوگ آپ کے پاس معاملات کا فیصلہ کرانے کے لیے آئیں تو اگر فیصلہ کیجئے تو انصاف کے ساتھ کیجئے کیوں کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ (مائدہ، ع ۶) جنگ کی حالت میں بھی ظلم اور زیادتی کرنے کی ممانعت کی جو لوگ تم سے لڑیں، اللہ کی راہ میں اُن سے لڑو لیکن کسی قسم کی زیادتی نہ کرو، اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (بقرہ، ع ۲۴) جنگ کے موقع پر پناہ دینے کی تلقین کی گئی ہے اور اگر مشرکین میں سے کوئی شخص تم سے پناہ چاہے تو اس کو پناہ دو، یہاں تک کہ وہ اللہ کے کلام کو سن لے، پھر اس کو اس کی جگہ واپس پہنچا دو۔

(توبہ، ع-۱)

جنگی دشمنوں سے بدعہدی کرنے کی سخت ممانعت کی گئی ہے، مشرکین میں سے جن کے ساتھ تم نے عہد و پیمان کیا، پھر انھوں نے عہد کی پابندی میں کمی نہیں کی اور نہ تمہارے مقابلہ میں کسی کی مدد کی تو اُن کے ساتھ عہد و پیمان کی جو مدت مقرر ہے، اس کو پورا کرو جو لوگ بدعہدی سے بچتے ہیں اللہ اُن کو دوست رکھتا ہے۔ (توبہ، ع-۱)

فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دشمنوں اور خون کے پیاسوں کے ساتھ جو عفو و درگذر اور رحم و کرم کا برتاؤ کیا وہ دنیا کی عجیب و غریب مثال ہے، آپ کے سامنے وہ جباران قوم تھے جو اسلام کو مٹانے کے لیے آگے تھے، ان میں وہ لوگ بھی تھے جو آپ پر گالیوں کے بادل برسایا کرتے تھے، وہ بھی تھے جو آپ کے راستے میں کانٹے بھی بچھایا کرتے تھے، وہ بھی تھے جو آپ کی ایڑیوں کو لہولہان کر دیا کرتے تھے، وہ بھی تھے جو مسلمانوں کو جلتی ریت پر لٹا کر اُن کے سینے پر آتشیں مہریں لگایا کرتے تھے، ان سب کو مخاطب کر کے فرمایا تم پر آج کچھ الزام نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔ (سیرۃ النبی جلد اول)

آپ نے کبھی کفار و مشرکین کو بُرا بھلا نہیں کہا، ہمیشہ اُن کی ہدایت کی دعا کرتے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

2711b

رہے کہ اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے کہ وہ حق و باطل کو نہیں پہچان سکتے، ایک مرتبہ مشرکین کے مظالم سے تنگ آ کر صحابہ نے آپ سے اُن کے لیے بدعا کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا میں لعنت کرنے کے لیے نہیں بھیجا گیا ہوں بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

رحمت للعالمینؐ کے قبضہ میں جب پورا جزیرۃ العرب آ گیا تو نجران کے عیسائیوں کے ساتھ آپ کا پہلا معاملہ ہوا، آپ نے اُن کو یہ حقوق دیے کہ نجران اور اس اطراف کے باشندوں کی جانیں، اُن کا مذہب، اُن کی زمینیں، اُن کا مال، اُن کے حاضر و غائب، اُن کے قافلے، اُن کی عورتیں اللہ کی امان اور اُس کے رسول کی ضمانت میں ہیں، اُن کی موجودہ حالت میں کوئی تغیر نہ کیا جائے گا اور نہ اُن کے حقوق میں سے کسی حق میں دست اندازی کی جائے گی اور نہ عورتیں بگاڑی جائیں گی، کوئی اسقف یا راہب اپنے عہدے سے نہ ہٹایا جائے گا، اُن کے زمانۂ جاہلیت کے کسی جرم یا خون کا بدلہ نہ لیا جائے گا، نہ فوجی خدمت لی جائے گی، نہ ان پر عشر لگایا جائے گا اور نہ اسلامی فوج اُن کی سرزمین کو پامال کرے گی، نہ اُن پر ظلم ہوگا،..... جب تک وہ لوگ مسلمانوں کے خیر خواہ رہیں گے، اُن کے ساتھ جو شرائط کیے گئے ہیں اُن کی پابندی کی جائے گی، اُن کو ظلم سے کسی بات پر مجبور نہ کیا جائے گا۔

(فتوح البلدان بلاذری ص ۷۲، مطبوعہ مصر و دین رحمت شائع کردہ دار المصنفین ص ۳۸-۲۳۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تعلیمات پر صحابۂ کرامؓ کا بھی عمل رہا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں جب حضرت خالد بنؓ ولید نے حیرہ کو فتح کیا تو اہل حیرہ کو یہ ضمانت دی گئی کہ اُن کی خانقاہیں اور گرجے نہ ڈھائے جائیں گے اور نہ اُن کے عید کے دن اُن کو ناقوس بجانے اور صلیبیں نکالنے سے رُوکا جائے گا۔

(کتاب الخراج ص ۸۴)

حضرت عمرؓ نے جب بیت المقدس فتح کیا تو وہاں کے عیسائیوں کو یہ حقوق دیے کہ اُن کی جان کی امان ہوگی، ان کے گرجوں میں سکونت اختیار نہ کی جائے گی، نہ وہ گرائے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائیں گے اور نہ اُن کو اور اُن کے احاطوں کو نقصان پہنچایا جائے گا، نہ اُن کی صلیبوں اور اُن کے مال میں کچھ کمی کی جائے گی، نہ مذہب کے معاملہ میں اُن پر جبر کیا جائے گا، نہ اُن کو کسی قسم کا کوئی نقصان پہنچایا جائے گا۔ (طبری ج ۵، ص ۲۴۰۵) حضرت عمرؓ ہی کے زمانہ میں جب جرجان فتح ہوا تو وہاں کے لوگوں سے یہ معاہدہ کیا کہ اُن کی جان، مال، مذہب اور شریعت کے لیے امان ہے، ان میں سے کسی چیز میں کوئی تغیر نہ کیا جائے گا۔ (طبری جلد ۵ ص ۲۶۸۵) جب حضرت ابوعبیدہؓ نے شام کو فتح کیا تو حضرت عمرؓ نے ان کو لکھ بھیجا کہ مسلمانوں کو روکو کہ ذمیوں پر ظلم نہ کرنے پائیں، نہ اُن کو کوئی نقصان پہنچائیں، نہ ناجائز طور پر اُن کا مال کھائیں، اُن سے جو شرطیں کی گئی ہیں اور اُن سے جو وعدے کیے گئے ہیں اُن کو پورا کیا جائے۔ (کتاب الخراج امام ابو یوسف ص ۸۲ مصر)

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بڑے جلیل القدر فاتح تھے، حضرت عمرؓ نے اُن کو ایک طویل فرمان بھیج کر یہ ہدایت دی کہ فوج کا پڑاؤ ذمیوں کی آبادی سے دور رکھا کرو، ان کی آبادی میں ان ہی لوگوں کو جانے کی اجازت دو جن کی دیانت اور امانت پر تم کو پورا بھروسہ ہو اور جو اُن کے ساتھ بُرا سلوک نہ کریں، کیوں کہ تم پر اُن کے جان و مال کے احترام اور اُن کی حفاظت کی ذمہ داری ہے، جس کو پورا کرنا تمہاری آزمائش ہے، جس طرح اُن پر عہد کی پابندی کی ذمہ داری اور اُس کی آزمائش ہے، جب وہ اس ذمہ داری کو پورا کرتے ہیں، تم بھی اُن کے ساتھ اچھا سلوک رکھو اور جن لوگوں نے تم سے صلح کر لی ہے اُن پر ظلم کر کے دشمن پر فتح حاصل کرنے کی کوشش نہ کرو۔

(العقد الفرید جلد اول ص ۲۶، دین رحمت ص ۲۵۰)

حضرت علیؓ کے زمانہ میں ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کر دیا، حضرت علیؓ نے قاتل کو قتل کرنے کا حکم دے دیا، مگر مقتول کے بھائی نے خون بہا لے کر قاتل کو معاف کر دینا چاہا تو حضرت علیؓ نے اس سے فرمایا کہ تم جانو تمہارا کام جانے جس (یعنی ذمی) کی ذمہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

داری ہم پر ہے، اس کا خون ہمارے خون کے برابر اور اس کی دیت ہماری دیت کے برابر ہے۔ (سنن بیہقی ج ۸ ص ۳۴، دین رحمت ص ۲۴۶)

اسلام کی ان تعلیمات اور روایات کی خلاف ورزی ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں نے کی تو وہ ضرور قابل مواخذہ ہیں مگر جو مورخین ان خلاف ورزیوں کو ان کے بجائے اسلام سے منسوب کرتے ہیں، وہ بھی قابل مواخذہ ہیں، ایسے مورخین وہی ہیں جو دلوں کے جوڑنے کے بجائے دلوں کے توڑنے میں لذت محسوس کرتے ہیں، ہر زمانہ میں سیاست کا ضروری جز جنگ وجدل رہا ہے، میدان جنگ یا جنگ کے زمانے میں کیا کچھ نہیں ہوتا، ان سطروں کے لکھتے وقت لندن کے اخبار ٹائمس کے یہ اعداد وشمار نظر سے گذرے کہ جنوبی اور شمالی ویٹ نام کی لڑائیوں میں امریکی فضائیہ نے اٹھارہ لاکھ ننانوے ہزار چھ سو اڑسٹھ حملے کیے اور سرسٹھ لاکھ ستائیس ہزار چوراسی ٹن بم گرائے اور وہاں کے نباتات کو تباہ کرنے کے لیے ایک کروڑ نوے لاکھ گیلن کا تباہ کن مادہ پھینکا اور پینتیس لاکھ ایکڑ پر زہریلی دوائیں چھڑکیں جن کا اثر ایک سو برس تک رہے گا، اس لڑائی میں ایک کروڑ افراد پناہ گزیں اور نو لاکھ بچے یتیم اور پندرہ لاکھ ساٹھ ہزار شہری مجروح ہوئے اور جیسا کہ پہلے ذکر آیا ہے کہ چھتیس لاکھ باسٹھ ہزار آدمی مارے گئے، اس کے مقابلہ میں ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کی لڑائیاں بالکل ہیچ ہو کر رہ جاتی ہیں، گو لڑائیاں پھر بھی لڑائیاں ہیں، آج کل لڑائیاں لڑی جاتی ہیں، مگر پھر جلد ہی سیاسی، اقتصادی اور ثقافتی دوستی بھی قائم ہو جاتی ہے، امریکہ نے جب جاپان میں ہیروشیما پر ایٹم بم گرایا ساری انسانیت خون کے آنسو بہا رہی تھی مگر جاپان اور امریکہ دونوں ایک دوسرے کے وفادار وحلیف بنے ہوئے ہیں، ازمنۂ وسطیٰ میں ہندو مسلم کی لڑائیاں کب کی ختم ہو چکی ہیں، مگر کچھ مورخین ایسے بھی ہیں جو ان لڑائیوں کی تلخیوں کی یاد تازہ کرنے میں لذت محسوس کرتے ہیں تاکہ جو لوگ دلوں کے جوڑنے کی طرف بڑھیں ان کے دلوں کو توڑ کر اُن سے الگ رکھا جائے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیرِ نظر کتاب دلوں کو جوڑنے کے لیے مرتب کی گئی ہے، اس میں نفرت وعداوت کے جذبات ابھارنے کے بجائے محبت ویگانگت کی خوشگوار لہر دوڑتی نظر آئے گی، اس کی دوسری جلد مغل فرمانرواؤں کے دور کی رواداری کی تفصیل ہوگی، یہ جلد اس لیے علاحدہ کردی گئی کہ دونوں ایک ساتھ شائع کی جاتیں تو وہ ضرورت سے زیادہ ضخامت ہوجاتی۔

دعا ہے کہ جس مقصد کے لیے یہ کتاب لکھی گئی ہے وہ پورا ہو۔ آمین۔

سید صباح الدین عبدالرحمٰن

دارالمصنفین، اعظم گڑھ

۲۰ رمئی ۱۹۷۵ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہندوستان کے عہد ماضی میں

مسلمان حکمرانوں کی مذہبی رواداری

تمہید: اس مقالہ کا موضوع ''ہندوستان کے عہد ماضی میں مذہبی رواداری'' ہے، عہد ماضی سے مراد وہ دور ہے، جب کہ اس ملک میں مسلمانوں کی حکومت رہی، وہ یہاں آئے تو ان کو یہاں کے ایسے باشندوں سے سابقہ پڑا جو ان کے ہم مذہب نہ تھے، اس مقالہ میں یہ ظاہر کرنا ہے کہ ان دونوں مذاہب کے پیروؤں میں استیلا اور اقتدار کی خاطر صرف خونریزی اور غارتگری ہوتی رہی یا دونوں میں فراخ دلی، رواداری، بے تعصبی اور کشادہ دلی بھی رہی، تاریخ کے مواد کچے ہوتے ہیں، وہ دلوں کو توڑنے اور جوڑنے دو ں کے لیے استعمال کیے جاسکتے ہیں، کسی ملک کے کسی دور کی صرف خونریزی اور ہولناکی کی داستانیں جمع کردی جائیں تو اس کی تاریخ یقیناً قصائی کی دوکان ہوجائے گی لیکن اس عہد میں ایسے بہت کچھ مواد ملیں گے جن سے مہر ومحبت کی داستانیں، دلجوئی اور دلنوازی کی حکایتیں قلمبند کی جائیں تو اسی عہد کی تاریخ دلآزار ہونے کے بجائے دلنواز بنجائے، مورخ کا قلم بھی عجیب ہوتا ہے، یہ شعلہ بھی ہے اور شبنم بھی، کانٹا بھی ہے پھول بھی، زہر بھی ہے تریاق بھی، پیار و چمکار بھی ہے تو نفرت وعداوت کی تلواروں کی جھنکار بھی، یہ کلیجہ کو چھید کر کے لاعلاج ناسور بھی پیدا کرسکتا ہے تو دلوں کو سرور بھی بخش سکتا ہے، اس مقالہ میں شبنم، پھول، پیار اور سرور کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہندوستان کے عہد ماضی میں

مسلمان حکمرانوں کی مذہبی رواداری

تمہید: اس مقالہ کا موضوع ''ہندوستان کے عہد ماضی میں مذہبی رواداری'' ہے، عہد ماضی سے مراد وہ دور ہے، جب کہ اس ملک میں مسلمانوں کی حکومت رہی، وہ یہاں آئے تو ان کو یہاں کے ایسے باشندوں سے سابقہ پڑا جو ان کے ہم مذہب نہ تھے، اس مقالہ میں یہ ظاہر کرنا ہے کہ ان دونوں مذاہب کے پیروؤں میں استیلا اور اقتدار کی خاطر صرف خونریزی اور غارتگری ہوتی رہی یا دونوں میں فراخ دلی، رواداری، بے تعصبی اور کشادہ دلی بھی رہی، تاریخ کے مواد کچے ہوتے ہیں، وہ دلوں کو توڑنے اور جوڑنے دو ں کے لیے استعمال کیے جاسکتے ہیں، کسی ملک کے کسی دور کی صرف خونریزی اور ہولناکی کی داستانیں جمع کردی جائیں تو اس کی تاریخ یقیناً قصائی کی دوکان ہوجائے گی لیکن اس عہد میں ایسے بہت کچھ مواد ملیں گے جن سے مہر ومحبت کی داستانیں، دلجوئی اور دلنوازی کی حکایتیں قلمبند کی جائیں تو اسی عہد کی تاریخ دلآزار ہونے کے بجائے دلنواز بنجائے، مورخ کا قلم بھی عجیب ہوتا ہے، یہ شعلہ بھی ہے اور شبنم بھی، کانٹا بھی ہے پھول بھی، زہر بھی ہے تریاق بھی، پیار و چمکار بھی ہے تو نفرت وعداوت کی تلواروں کی جھنکار بھی، یہ کلیجہ کو چھید کر کے لاعلاج ناسور بھی پیدا کرسکتا ہے تو دلوں کو سرور بھی بخش سکتا ہے، اس مقالہ میں شبنم، پھول، پیار اور سرور کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہانیاں سنانی ہیں۔

لڑائیوں کی سیہ کاریاں: یہ صحیح ہے کہ مسلمان ہندوستان میں آئے تو ان کو بڑی بڑی لڑائیاں لڑنی پڑیں، ان لڑائیوں میں خوں ریزی بھی ہوئی، ان کی فوجوں نے بعض علاقوں میں غارتگری بھی کی، انھوں نے برسر پیکار باشندوں کے لیے سخت، نامناسب اور تکلیف دہ کلمات بھی کہے، ان کے مورخین اپنے فاتحانہ غرور اور جنگ جویانہ ذہن سے ایسی باتیں بھی لکھ گئے ہیں جن سے غیر مسلموں میں اشتعال پیدا ہوتا ہے اور دکھ بھی لیکن آج کل کی لڑائیوں میں جو کچھ ہوتا ہے اس کا مقابلہ گذشتہ زمانے کی لڑائیوں سے کیا جائے تو گذشتہ زمانے کی ساری جنگی سیہ کاریاں ماند پڑ جاتی ہیں، دوسری جنگ عظیم میں امریکہ نے جاپان کے شہر ہیروشیما پر ایٹم بم سے جو خونریزی، ہولناکی، تباہی اور غارت گری بپا کی وہ انسان کی تاریخ کا ایک ایسا دردناک واقعہ ہے جو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا، ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں کی تاریخ میں کسی فتح و تسخیر کے سلسلہ میں ایسی ہولناکی اور بربادی کی مثال نہیں ملے گی، ان سطروں کے لکھتے وقت ریڈیو سے یہ خبر سنی کہ امریکن فوج نے شمالی ویٹ نام میں کم از کم پچھتر لاکھ بم گرائے ہوں گے، اس سفاکی کی مثال تو تیمور جیسے ظالم سفاک کے یہاں بھی نہیں ملے گی پھر یورپ کے ازمنۂ وسطیٰ میں بھی فتح و تسخیر کے سلسلے میں کیا نہیں ہوتا رہا، ۱۰۶۶ء میں ولیم اول نے برطانیہ پر حملہ کیا تو اس کا حکم تھا کہ آدمی اور جانور دونوں میں سے کسی کی رعایت نہ کی جائے، گھر، غلہ، کاشتکاری وغیرہ سب برباد کر دیجائیں، نو سال تک یورک اور ڈرہم کے بیچ میں زمین کے کسی ٹکڑے پر کھیتی نہیں ہوئی، چند سال کے اندر سارے عہدے اور اختیارات ملکی باشندوں سے لے کر نارمنوں کو دیدیے گئے جنھوں نے اصلی باشندوں کو نفرت کی نگاہوں سے دیکھا، ان کے کھیتوں کو برباد کیا، ان کی عورتوں سے بدسلوکی کی، افراد کو جیلوں میں رکھا، ایک لاکھ عورتوں اور مردوں کے ساتھ وحشیانہ سلوک کیا گیا، سترہویں صدی میں جرمنی میں تیس سالہ جنگ شروع ہوئی، جس میں یورپ کی کئی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکومتیں ملوث ہوئیں، اس طویل مدت کی لڑائیوں میں بوہیمیاں کے ۳۵ ہزار گاؤں میں صرف چھ ہزار گاؤں باقی رہ گئے، موروبیا، بیوریا، فرینکونیا، سوابیا وغیرہ خوں ریزی، قحط اور وباؤں سے بالکل تباہ ہوگئے، جرمنی میں ایک کروڑ ساٹھ لاکھ کی آبادی میں صرف سات لاکھ آدمی زندہ رہ گئے، ایسی مثالیں یورپ کی تاریخوں میں بکثرت ملیں گی۔

ہندوستان کے مسلمان فاتحوں کی ہولناکی اور خونریزی کا مقابلہ یورپ کے فاتحین سے کیا جائے تو پھر ان کی کہانی زیادہ ہولناک نظر نہ آئے گی، گو ظلم بہرحال ظلم ہے، ظلم میں زیادہ اور کم کا سوال نہیں ہوتا لیکن کسی حکومت کے ظلم وستم، جبر واستبداد کے واقعات کے مقابلہ میں اس کے فیاضانہ سلوک اور روادارانہ برتاؤ کا پلڑا بھاری رہے تو وہ یقیناً قابل تعریف ہے، ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں کے دور حکومت میں اگر قہرمانی اور ستم آرائی ہوئی تو اس کی کہانیاں ان کے لیے چھوڑ دیجئے جو نفرت وحقارت پھیلا کر دلوں کو توڑنے میں لگے ہوئے ہیں لیکن آیئے ذرا مہر ووفا، یگانگت وموانست اور اخلاص ومحبت کی داستانیں بھی سن لیجئے۔

ہندوستان سے عربوں کا لگاؤ: ہندوستان میں مسلمانوں کی باضابطہ تاریخ عربوں کی آمد سے شروع ہوتی ہے، عربوں کو تو ہندوستان سے ہمیشہ بڑا لگاؤ رہا، اس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ وہ اسلام سے بہت پہلے زمانۂ جاہلیت میں اپنی لڑکیوں اور محبوباؤں کے نام ہندہ رکھتے تھے اور بہت سی ہندوستانی اشیا کے نام مثلاً ہندی تلوار، صندل اور عود کا ذکر اس دور کے شعرا کے کلام میں پایا جاتا ہے اور جب کلام پاک نازل ہوا تو بقول استاذی المحترم علامہ سید سلیمان ندویؒ اس میں جنت کی تعریف میں اس جنت نشان ملک کی تین خوشبوؤں مسک (مشک)، زنجبیل (سونٹھ یا ادرک) اور کافور (کپور) کا ذکر ہے (عرب وہند کے تعلقات ص ۷۲) عربوں کا یہ خیال رہا کہ حضرت آدمؑ دنیا میں دجنا کے مقام پر اتارے گئے جو ہندوستان میں واقع ہے، نور محمدی حضرت آدمؑ کی پیشانی میں امانت تھا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ابتدائی ظہور اسی سرزمین پر ہوا۔ (تفسیر درمنثور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیوطی ج ا، ص ۵۵) اسی مناسبت سے عربوں میں یہ روایت مشہور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے ہندوستان کی طرف سے ربانی خوشبو آتی ہے اور حضرت علیؓ نے بھی فرمایا کہ سب سے پاکیزہ اور خوشبودار مقام ہندوستان ہے۔ (سبحۃ المرجان فی تاریخ ہندوستان باب اول) ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت امام حسینؓ کے صاحبزادے امام زین العابدین کی والدہ ماجدہ نسلاً سندھی تھیں، گو ان کو ایرانی بھی بتایا جاتا ہے اگر پہلی روایت صحیح سمجھ لیا جائے تو اسلام کے قابل احترام طبقہ یعنی سادات کے ایک بڑے حصہ کا تعلق اسی برصغیر سے ہو جاتا ہے، تاریخی حیثیت سے عربوں کا بحری بیڑا حضرت عمرؓ کے زمانہ (۱۵ھ/۶۳۶ء) میں بمبئی ہی کے علاقہ تھانہ میں آیا تھا جو اس وقت ایک اہم بندرگاہ تھا، اس کے بعد یہ عرب بھروچ اور پھر دیبل کی طرف بڑھے، یہ سب علاقے ایک عرصۂ دراز تک بمبئی ہی میں شمار کیے جاتے تھے۔

محمد بن قاسم کی مہم: ان علاقوں میں عرب تاجر برابر آتے جاتے رہتے جن کو بحری قزاقوں سے محفوظ رکھنے کے لیے ولید بن عبدالملک (۱۵-۷۰۵ء) کے زمانے میں عراق کے حاکم حجاج بن یوسف (المتوفی ۹۵ھ/۷۱۳ء) نے محمد بن قاسم کو فارس سے سندھ کی طرف بڑھنے کا حکم دیا، یہ فوجی مہم اس لحاظ سے بڑی تاریخی کہی جاسکتی ہے کہ لشکر کشی کے باوجود اس میں مذہبی رواداری اور فراخ دلی کا وہی عملی نمونہ پیش کیا گیا جو اسلام کی صحیح تعلیم تھی، یہ تو نہیں کہا جاسکتا ہے کہ اس کی فوج سندھ میں پھول برساتی ہوئی داخل ہوئی، اس کی فوج کے نیزوں سے کسی کو کاری زخم نہیں لگا، اس کی تلواروں سے خون نہیں بہا، اس کے آتشیں اسلحہ سے بربادی اور اس کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے غارتگری نہیں ہوئی، لڑائی بہرحال ہولناک اور خوں ریز ہوا کرتی ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ خوں ریز اور ہولناک لڑائیوں کے بعد ان عرب فاتحوں کا سلوک مفتوحوں کے ساتھ کیا رہا۔

حجاج بن یوسف کی نصیحتیں: عام طور سے حجاج بن یوسف ایک بڑا جابر اور خونین حاکم سمجھا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتا ہے لیکن سندھ کی فتوحات کے سلسلے میں اس نے محمد بن قاسم کو جو پہلی تحریر میں ہدایتیں بھیجیں اس میں اور باتوں کے علاوہ یہ بھی تھیں:

''خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو، صبر کرتے رہو، دشمن کے ملک میں پہنچو تو کشادہ جگہ میں اترو، جب ہاتھیوں کی فوج سامنے آئے تو الگ الگ ٹکڑیاں بنالو اور جب وہ حملہ کریں تو ایک جگہ جم کر ان پر تیر برساؤ، برگستوان کو شیر اور ہاتھی کی شکل کا بنواؤ۔ (چچ نامہ حیدر آباد اڈیشن، ص ۹۹-۹۸)

ہمیشہ تلاوت قرآن میں مشغول رہا کرو، دعائیں پڑھتے رہو، خدائے عزوجل کا ذکر ہر وقت زبان پر رکھو، توفیق الٰہی سے نصرت کے خواہاں رہو، خداوند تعالیٰ تم کو فتح دے گا، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العظیم کو اپنا مددگار بناؤ ..... جب دشمنوں سے مقابلہ کرو تو خاموش رہو، اگر دشمن نعرے لگائیں، فحش بکیں اور لڑنے آئیں تو ان سے اس وقت تک نہ لڑو جب تک حکم نہ پہنچے ..... (ایضاً ص ۱۰۱)

''جو مال، متاع، ہاتھی، گھوڑے تمہارے ہاتھ آئیں ان کو تم اپنی ملکیت نہ سمجھو، تاکہ تم اپنے یاروں میں نیک نام رہو، ہر ایک کا احترام کرو اور سب کی دلدہی میں لگے رہو، لشکر کو جن چیزوں کی احتیاج ہو اس کو رفع کرنے کی کوشش کرو، جب علاقہ پر حکومت یقینی ہو جائے اور قلعے محفوظ ہو جائیں تو جو کچھ بچے اس کو رعایا کی رفاہ اور بہبود میں خرچ کرنے میں دریغ نہ کرو، ان کے کھانے پینے کا پورا انتظام کرو، سپاہیوں کو مال غنیمت بھی دو اور ایسی فیاضی کرتے رہو کہ لشکر میں غلہ ارزاں ہو، کاشتکاروں اور تاجروں کے سامنے ہر قسم کی رعایت کرو کیوں کہ ان کی مرفہ حالی اور آسودگی سے ملک مزروع اور آباد رہتا ہے اور اس طرح وہ تمہاری طرف بھی مائل رہیں گے۔ (ایضاً ص ۱۱۶)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جوکوئی تم سے اقطاع یا ولایت کا طلب گار ہوتو اس کو ناامید نہ کرو، اس کے التماس کو قبول کرو، رعایا کو امان دے کر ان کے دلوں کو مضبوط کرو، بادشاہی کے چار ارکان ہیں ۔ ۱-مدارا (یعنی خاطرداری)، مواساۃ (دلجوئی)، مسامحت (ہمدردی) مصاہرت (رشتہ داری)، ۲-مال اور عطیہ کا لینا دینا۔ ۳-دشمنوں کی مخالفت میں صحیح رائے قائم کرنا، ۴- رعب، مہابت، شہامت، قوت اور شوکت کا اظہار کرنا، ان باتوں سے دشمنوں کو زیر کرنا چاہیے، راجہ جس بات کا التماس کریں اس کا پورا عہد کر کے ان کو راہ پر لاؤ، جب وہ خدمت کے لیے آمادگی کا اظہار کریں اور مال گذاری خزانے میں ادا کرتے رہیں تو ان کو ہر طرح کی قوت پہنچاتے رہو، دشمنوں کے مکرو فریب سے بچتے رہو، ..... مسلمانوں کا کوئی سفیر کہیں بھیجو تو اس کا مذہبی عقیدہ درست ہونا چاہیے تا کہ وہ ہر بات کو رعب کے ساتھ جھجک کے بغیر کہہ سکے، ..... جو شخص وحدانیت الٰہی کا اقرار کرے اور تمہاری اطاعت قبول کرلے تو اس کے تمام مال واسباب، علاقے زمین اور کھیتی کو برقرار رکھو اور جو اسلام قبول نہ کریں ان کو اسی حد تک گزند پہنچاؤ کہ وہ مطیع ہو جائیں جو لوگ تمرد اختیار کریں تو ان سے لڑنے کے لیے تیار رہو، ایسی جگہ جا کر لڑو جہاں زمین کشادہ ہو تا کہ مرد مرد کے ساتھ اور سوار سوار کے ساتھ میدان میں جولانیاں کر سکیں، جب لڑائی میں مصروف ہو جاؤ تو کرم الٰہی پر توکل کرو۔

(ایضاً ص ۱۲۹-۱۲۸)

محمد بن قاسم کا فیاضانہ برتاؤ: حجاج بن یوسف بڑا زبردست حاکم گذرا ہے، اس کے حکام کی سرتابی مشکل سے ہوا کرتی تھی، محمد بن قاسم اس کو اپنا شفیق بزرگ سمجھتا رہا، کیوں کہ وہ اس کا چچازاد بھائی ہونے کے علاوہ اس کا داماد بھی تھا، حجاج بھی اس کو بہت محبوب رکھتا تھا،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس لیے دونوں کے فکر وعمل میں بڑی ہم آہنگی رہی، اس کے علاوہ محمد بن قاسم میں ذاتی طور پر غیر معمولی شرافت واخلاق اور شرافت نفس تھی، اس لیے اس نے نہ صرف حجاج کے احکام کی پوری تعمیل کی، بلکہ جنگ کے بعد اس نے اپنے مفتوحوں، صلح خواہوں اور امن پسندوں سے جو روادارانہ سلوک اور فیاضانہ برتاؤ کیا، وہ دنیا کی تاریخ میں اپنی مثال آپ ہے۔

سندھ پر فوج کشی کی ایک وجہ یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ لنکا کے راجہ نے حجاج بن یوسف کے پاس خیر سگالی کا ایک وفد بھیجا تو اس وفد کے ساتھ آٹھ جہاز تھے جن میں راجہ کی طرف سے تحائف بھرے تھے، ان جہازوں میں ایک مسلمان تاجر کی بیوہ عورت اور یتیم لڑکے اور لڑکیاں بھی تھیں اور مسلمان عورت اور مرد بھی حج کے ارادہ سے ان پر سوار ہو گئے تھے، یہ جہاز بلاد فاذرون میں پہنچے تو باد مخالف کی وجہ سے دیبل کی طرف بہک گئے، یہاں کے بحری قزاقوں نے ان جہازوں کا سارا مال لوٹ لیا اور مسافروں کو قید کر لیا، ان قیدیوں میں قبیلہ عزیز کی ایک عورت بے اختیار پکار اٹھی یا حجاج اغثنی (اے حجاج بچاؤ) حجاج کو جب اس کی خبر ہوئی تو وہ بے تاب ہو گیا اور اس نے سندھ فتح کرنے کا مصمم ارادہ کیا، پہلے دو فوجی مہموں کو تو ناکامی ہوئی لیکن محمد بن قاسم ہر طرح کامیاب رہا، وہ اردیبل فتح کر کے دیبل کی طرف بڑھا اور جب اس کو فتح کرنے میں لگا ہوا تھا تو ایک برہمن اس کے پاس آیا اور غرض کیا کہ ہماری نجوم کی کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ لشکر اسلام کی فتح ہوگی، پھر ایک جوتشی نے آ کر عینی بشارت دی اور اس نے یہ بھی کہا کہ اگر میرے اہل وعیال کے جان ومال کی امان دیجائے تو وہ ان مسلمان قیدیوں کا پتہ بتا سکتا ہے جو لنکا کے جہاز پر سے گرفتار کر لیے گئے ہیں، محمد بن قاسم نے اس کو امان دی اور اسی کی مدد سے وہ قیدی محمد بن قاسم کے پاس لائے گئے، یہ قیدی ایک ایسے شخص کی حراست میں تھے جو عاقل، دانا، پرہیز گار اور ادیب بھی تھا، محمد بن قاسم نے اس کو سزا دینا چاہا لیکن اس نے عرض کیا کہ قیدی خود بتائیں گے کہ اس نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا، قیدیوں نے بالاتفاق کہا کہ اس نے ہماری تواضع ومدارات کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کے لیے ہم اس کے شکر گذار ہیں اور وہ ہمیشہ اسلامی لشکر کی خوش خبری سے ہمارے دلوں کو تسکین دیتا رہا، یہ سنکر محمد بن قاسم نے اس شخص کو معاف کر دیا، جس کے بعد اس نے اسلام قبول کر لیا، محمد بن قاسم نے خوش ہو کر اس کو دیبل میں اپنا نائب مقرر کیا اور یہ پورا علاقہ اس کی امارت میں دیدیا۔ (ایضاً ص ۱۰۹-۱۰۸)

مفتوحین سے حسن سلوک: نیرون کے محاصرہ کے بعد جب محصورین نے اس کے قلعہ کا دروازہ کھول دیا تو اس کی خبر محمد بن قاسم نے حجاج کو دی، اس نے فوراً لکھا کہ جو تم سے امان چاہتے ہیں ان کو پناہ دو، اگر کسی جگہ کے اکابر تم سے آکر ملیں تو ان کو قیمتی خلعت دو اور ان کو اکرام وانعام سے سرفراز کرنا ضروری سمجھو، عقل کو اپنا پیشوا بناؤ تا کہ اس علاقہ کے امرا اور معارف تمہارے قول وفعل پر اعتماد کریں، محمد بن قاسم نے ان ہدایتوں پر عمل کیا اور نیرون کے حاکم کو کہلا بھیجا کہ اب جب کہ قلعہ کا دروازہ کھل گیا ہے، تمہارے اکرام واحترام میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی جائے گی، اس پیام کے بعد نیرون کا حاکم بہت سے تحائف لے کر محمد بن قاسم کے پاس آیا، پھر اپنے قلعہ میں واپس ہو کر محمد بن قاسم کی ضیافت کی اور برابر اس کے پاس تحفے بھیجتا رہا، لشکر میں غلہ کی کمی تھی، جس کو اس نے پورا کیا۔ (ص ۱۱۸-۱۱۷)

محمد بن قاسم کے اس سلوک کا اثر سندھ کے اور دوسرے باشندوں پر بھی پڑا، جب وہ سیوستان کی طرف بڑھا تو اس کا حاکم راجہ داہر کا بھتیجا بجھرا (بجے رائے) تھا، وہاں کے بودھوں اور دوسرے لوگوں نے بجھرا کے پاس ایک عرض داشت بھیجی کہ ہم کو معلوم ہے کہ محمد بن قاسم کے پاس امیر حجاج کا فرمان ہے کہ جو شخص اس سے امان مانگے اس سے عہد و پیمان کر کے اس کو اپنی پناہ میں لے لو، اہل عرب بہت باوفا ہیں، وہ جس بات کا وعدہ کر لیتے ہیں اس کو پورا کرتے ہیں، بہتر ہے کہ ہم ان سے عہد و پیمان کر لیں، بجھرا نے لوگوں کی باتیں نہ مانیں، لڑائی ہوئی اور اس کو شکست ہوئی، جس کے بعد سیوستان کے لوگوں نے محمد بن قاسم کی اطاعت قبول کر لی، سیوستان تک اسلامی لشکر کو پہنچانے میں نیرون کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاکم نے ہر طرح مدد کی۔ (ص ۱۳۰-۱۱۹)

محمد بن قاسم سیوستان سے سیسم کی طرف بڑھا تو راستہ میں راجہ داہر کے ایک ماتحت حاکم کاکا کوتک نے اس کی اطاعت قبول کر لی، وہ مذہباً بودھ تھا، جب اپنے ماتحت سرداروں اور معتمدوں کے ساتھ محمد بن قاسم کے پاس پہنچا تو اس نے ان کی بڑی عزت کی، محمد بن قاسم نے اس سے پوچھا، اے امیر ہند! تمہارے یہاں خلعت دینے کی کیا رسم ہے؟ کاکا نے جواب دیا کہ ہمارے یہاں یہ رسم ہے کہ خلعت پانے والے کو کرسی دیجاتی ہے، اس کو ریشم اور حریر کے ہندو وضع کے کپڑے پہنائے جاتے ہیں اور اس کے سر پر پگڑی باندھی جاتی ہے، محمد بن قاسم نے کاکا کو اسی طرح خلعت عطا کیا جس سے نواح کے لوگوں پر اطاعت گذاری کا بڑا اچھا اثر پڑا، محمد بن قاسم اور کاکا سے دوستانہ تعلقات پیدا ہو گئے، اس دوستی سے اسلامی لشکر کو آئندہ فتوحات میں بڑی مدد ملی، کاکا نے بھی اسلامی طاقت سے ہر قسم کے فوائد حاصل کیے، اس کے پاس بڑی دولت جمع ہو گئی اور اس کے دشمن اس کی راہ سے ہٹ گئے۔ (ص ۱۲۴-۱۲۲)

محمد بن قاسم ۹۳ھ میں قلعہ اشیہار کو فتح کر کے دریائے سندھ کے مغربی کنارے آیا، تو سورتہ کے حاکم موکہ بن بسایا نے بیس سرداروں کے ساتھ اس کے سامنے سپر ڈال دی، جب یہ لوگ اس کے پاس آئے تو موکہ کو کرسی پر بیٹھایا، ایک لاکھ درہم بطور انعام عطا کیے، ایک سبز چتر بھی مرحمت کیا، جس کی چوٹی پر مور بنا ہوا تھا، علاقہ بیٹ کی حکومت بھی اس کے سپرد کی، اور ایک عہد نامہ لکھ کر دیا کہ اس علاقہ کی حکومت اس کے خاندان میں نسلاً بعد نسل قائم رہے گی، اس کے سرداروں کو بھی خلعت اور گھوڑے دیے، ان عنایتوں کی وجہ سے موکہ عربوں کا بڑا وفادار بن گیا، اس نے آئندہ فتوحات میں ہر قسم کی مدد پہنچائی۔ (۱۳۶-۱۳۵)

ضرورت سے زیادہ رواداری پر حجاج بن یوسف کا انتباہ: راجہ داہر اپنے ماتحت حاکموں کو اس طرح محمد بن قاسم سے ملتے دیکھ کر بہت پریشان ہوا، اس نے اپنے بیٹے جے سیہ (جے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنگھ) کوعربوں کی پیش قدمی روکنے کے لیے بیٹ کی طرف روانہ کیا، وہ بڑھ کر دریائے اٹک کے ساحل پر مقیم ہوا، یہاں پچاس روز تک دونوں فوجیں قریب ہی پڑی رہیں، محمد بن قاسم کے لشکر میں قحط پڑ گیا، گھوڑے بڑی تعداد میں مرنے لگے، راجہ داہر خوش ہوا اور طنز آمیز باتیں لکھ کر اس کو صلح کا پیغام بھیجا، یہ معلوم کر کے حجاج نے مزید گھوڑے اور سامان بھیجے، محمد بن قاسم کی ضرورت سے زیادہ رواداری سے اندیشہ ناک ہو کر بطور انتباہ یہ لکھا کہ تم دشمنوں کو امان دینے میں بڑے حریص ہو گئے ہو، یہ امر مجھ کو مکروہ معلوم ہوتا ہے، جس دشمن کی عداوت کا امتحان ہو چکا ہو اس کو امان دینا مناسب نہیں، وضیع اور شریف کو ایک سطح پر نہیں رکھنا چاہیے، عقل سے اس طرح کام انجام دو کہ دشمنوں کو تمہارے عجز کا خیال نہ ہو، مدت سے تم دشمنوں کے مقابل میں پڑے ہو، تم صلح کی کوشش کرتے ہو، اس صلح جوئی کو لوگ تمہارے فتور وقصور پر محمول کریں گے، تم اپنی سیاست اور شہامت کو بچا رکھو، اپنی سہم وفہم پر بھروسہ کرو، راست گو اور قوی رئے بنے رہو، غفلت کو راہ نہ دو، عزم مصمم کے ساتھ خدا کے آگے دل وجان کو حاضر رکھو۔ (چچ نامہ ص ۱۵۲-۱۵۱)

محمد بن قاسم کے ساتھ ٹھاکروں اور جاٹوں کا تعاون: موکہ بن بسایا نے اس سلسلے میں مدد کے طور پر کشتیاں فراہم کیں، بھیم کے ٹھاکروں اور پچھّم کے جاٹوں کو لے کر حاضر ہوا اور ساکرہ کے سرداروں کو جزیرہ بیٹ کی طرف روانہ کیا تا کہ وہ غنیم کی پیش قدمی کو روکیں۔ (ایضاً ص ۱۵۵) راجہ داہر کی ایک فوج سے محمد بن قاسم کے لشکر کی مڈبھیڑ رچپور کے مقام پر ہوئی موکہ کا بھائی راسل داہر کی فوج کے ساتھ تھا کیوں کہ داہر نے بیٹ کا علاقہ اس کے سپرد کر دینے کا وعدہ کیا تھا، داہر کی فوج کو شکست ہوئی تو راسل محمد بن قاسم سے آ کر مل گیا، جب وہ اس کے پاس آیا تو اسلامی لشکر کے سپہ سالار نے کہا کہ تم آ گئے ہو تو مل کر رہو، تمہارے ساتھ ہر قسم کی عنایتیں کی جائیں گی جو علاقہ تم مانگو گے تم کو دیا جائے گا، راسل نے جواب دیا کہ آپ نے رہین منت کیا ہے تو آپ کی اطاعت برابر کرتا رہوں گا۔ (ایضاً ص ۱۶۶)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راسل اور موکہ دونوں نے مل کر محمد بن قاسم کو آگے بڑھنے اور مقامی جھیل اور ندی پار کرنے میں رہنمائی کی اور دونوں نے اسلامی لشکر کا قبضہ جے پور نامی ایک گاؤں پر کرادیا جو فوجی لحاظ سے اہم مقام تھا۔ (ایضاً ص ۱۶۷) راجہ داہر کو خبر ملی تو اس مرتبہ خود فوج لے کر بڑھا اور یکم رمضان ۹۳ھ کو طرفین کے درمیان لڑائی شروع ہوگئی، کئی روز تک جنگ جاری رہی، اس درمیان میں چند برہمن محمد بن قاسم کے پاس آئے، امان کی درخواست کی اور پھر انھوں نے اطلاع دی کہ راجہ داہر کی فوج عقب سے غیر محفوظ ہے، اس اطلاع پر محمد بن قاسم کے سرداروں نے ان برہمنوں کی معیت میں زبردست حملہ کیا جس سے غنیم میں ابتری پھیلی۔ (ایضا ص ۱۷۷) پانچ روز تک لڑائی ہوتی رہی، آخری روز راجہ داہر مارا گیا (ص ۱۸۱) پھر راجہ داہر کے لڑکے جے سنگھ اور اس کی ایک دوسری بیوی رانی بائی نے راور کے قلعہ میں محصور ہو کر محمد بن قاسم کا مقابلہ کیا لیکن راور بھی فتح کرلیا گیا رانی توستی ہوگئی اور جے سنگھ برہمن آباد چلا گیا۔ (ایضاً ص ۱۹۴) محمد بن قاسم برہمن آباد کی طرف بڑھا تو راستہ میں بہرور اور دہلیلہ کے قلعوں کو فتح کرلیا۔ (ایضاً ص ۱۹۸)

راجہ داہر کے وزیر کی عزت افزائی: دہلیلہ کی فتح کے بعد راجہ داہر کا وزیر سی ساکر محمد بن قاسم سے امان کا طلب گار ہوا، اسلامی لشکر میں آیا تو محمد بن قاسم اس سے بڑی عزت کے ساتھ ملا، اس کی تعظیم وتکریم میں کسی بات کی فروگذاشت نہیں کی، اس کے استقبال کے لیے اپنے امرا کو بھیجا اور پھر اپنا وزیر بنالیا، جس کے بعد وہ مسلمانوں کے معاملات کا مشیر ہوگیا، محمد بن قاسم نے اپنا سارا راز اس کے سامنے کھول کر رکھ دیا، اپنے علاقہ کے معاملات، حکومت کے انتظامات اور مہمات کی تفصیلات کے بارے میں اس سے صلاح ومشورہ کرنے لگا، ایک روز سی ساکر نے اس سے کہا ''اے امیر عادل! آپ نے زمین کی مالگذاری قدیم رسم ورواج کے مطابق مقرر کی ہے، اس میں دست درازی نہیں ہوتی ہے، رعایا کی گردن پر کسی محصول کا بوجھ نہیں ڈالا گیا ہے، اس سے رعیت نہایت خوش ہے، رعایا نوازی اور عدل گستری کا ایسا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئین ودستور ہے جس سے سارے دشمن پامال ہوں گے، رعایا خوش رہے گی اور ملک فتح ہوگا۔ (ص ۲۰۰ نیز دیکھو تاریخ ہندوستان جلد اول از: ذکاء اللہ ص ۲۱۲)

برہمن آباد کے باشندوں اور برہمنوں کے ساتھ حسن سلوک: دہلیلہ سے محمد بن قاسم برہمن آباد کی طرف بڑھا، توجے سنگھ کے سپاہی یلغار کر کے اس کے لشکر میں رسد پہنچنے نہیں دیتے اور طرح طرح کی رکاوٹیں پیدا کرتے، محمد بن قاسم نے اس کی اطلاع موکہ کو دی تو وہ ان تخریبی کارروائیوں کو روکنے کے لیے ایک لشکر کے ساتھ پہنچا اور اس کے ساتھ مسلمان فوجی امرا نبانہ بن حنظلہ کلابی، عطیہ ثعلبی، صارم بن ابی صارم ہمدانی، عبدالملک مدنی بھی ہوئے، ان سب کا سردار موکہ ہی کو بنایا گیا، جس نے آگے بڑھ کر جے سنگھ کو ایسا خوفزدہ کیا کہ وہ اس علاقہ کو چھوڑ کر کشمیر کی طرف روانہ ہوگیا۔ (ص ۳-۲۰۲)

برہمن آباد پہنچ کر محمد بن قاسم نے اس کے قلعہ کا محاصرہ کیا جو چھ مہینے تک جاری رہا موکہ بھی ساتھ رہا، اس نے محمد بن قاسم کے دوران محاصرہ میں مشورہ دیا کہ یہ قلعہ تمام شہروں کی آبرو ہے، اگر یہ قبضہ میں آگیا تو سارا سندھ اس کے زیرنگیں آجائے گا اور دوسرے مستحکم قلعے ماتحت ہوجائیں گے، داہر کی اولاد یا تو مطیع ہوجائے گی یا بھاگ کھڑی ہوگی۔ (ایضاً ص ۲۰۵) محصورین نے سپر ڈال دی، وہ امان کے طلب گار ہوئے تو محمد بن قاسم نے حکم دیا کہ جو کوئی لڑے تو اس کو مارو، ورنہ کسی اور پر ہاتھ نہ اٹھاؤ، قلعہ والوں میں سے جس نے محمد بن قاسم کے آگے آکر سر جھکا دیا اس کا سر اس نے اونچا کیا، اس کو امان دی، اور اس کو اس کے گھر میں آباد کیا۔ (ایضاً ص ۲۰۶) قیدیوں میں داہر کی ایک رانی لادی نامی بھی تھی، داہر کی دو بیٹیاں بھی تھیں جو اس کی دوسری رانی کے بطن سے تھیں، وہ جب محمد بن قاسم کے سامنے لائی گئیں تو ان کے چہروں پر نقاب ڈال کر علاحدہ بٹھائی گئیں۔ (ایضاً ص ۲۰۷) بعد میں محمد بن قاسم نے ولید بن ملک اور حجاج کی اجازت سے رانی لادی کو خرید لیا اور سیاسی مصلحت کی بنا پر اس سے نکاح کرلیا، قلعہ کے کاریگروں، تاجروں، پیشہ وروں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور عام لوگوں کو امان دی گئی، قیدی رہا کر دیے گئے، قلعہ کے برہمنوں کو دکھ تھا کہ ان کو شکست ہوئی، وہ بھدرا کر کے محمد بن قاسم کے پاس آئے، زرد لباس پہنے ہوئے تھے، ماتم کرتے ہوئے محمد بن قاسم سے کہا کہ اے امیر! ہمارا راجہ برہمن تھا، تم نے اس کو قتل کیا، اس کے جو وفادار تھے وہ تو لڑ کر مر گئے ہم زرد لباس پہنے اور ماتم کرتے ہوئے تمہارے پاس آئے ہیں، تم ہم لوگوں کے متعلق کیا حکم دیتے ہو، محمد بن قاسم نے جواب دیا کہ میں اپنے سر و جان کی قسم کھاتا ہوں کہ تم بڑے وفادار ہو، میں تم کو امان دیتا ہوں، اس شرط پر کہ تم داہر کے ماننے والوں کا پتہ بتا دو، برہمنوں نے اس کی تعمیل کی۔ (ایضاً ص ۲۰۸)

برہمنوں کی ایمانداری پر بھروسہ: اس کے بعد محمد بن قاسم ملکی انتظام میں لگ گیا جو لوگ اپنی خوشی سے اسلام لائے، ان کے حقوق عربوں کی طرح ہو گئے اور جنھوں نے اسلام قبول کرنا پسند نہیں کیا، ان کو جنگی ٹیکس یعنی جزیہ دینا پڑا جو لوگ مالدار تھے ان سے فی کس ۴۸ درہم نقرئی یعنی تقریباً بارہ روپیے، متوسط درجہ کے لوگوں سے فی کس ۲۴ درہم یعنی چھ روپیے اور کم حیثیت لوگوں سے بارہ درہم یعنی تین روپیے سالانہ وصول کیے گئے، اس کے بدلے میں ان کو اختیار تھا کہ وہ اپنے اسلاف کے مذہب پر قائم رہیں اور اپنی ساری ملکیت یعنی کھیت اور گھوڑے سے اپنے قبضہ میں رکھیں۔ (ایضاً ۹-۲۰۸) برہمن آباد وہاں کے امینوں کے حوالہ کر دیا گیا اور ہر ایک امین سے اس کی حیثیت کے مطابق زر مال گذاری ادا کرنے کا وعدہ لیا گیا، قلعہ کے چار دروازوں کا اہتمام بھی ان ہی کے سپرد کر دیا گیا، ہندوستان کے رسم ورواج کے مطابق ان کے ہاتھ پاؤں کے لیے ان کو سونے کے کڑے اور گھوڑے مع زین کے دیے گئے، ان میں سے ہر ایک کے لیے دربار میں جگہ مقرر کی گئی، جن تاجروں صناعوں اور کاشتکاروں کو نقصان پہنچا تھا ان کے لیے حکم صادر کیا گیا کہ خزانے سے ان کو چاندی کے بارہ درہم دیے جائیں۔ (ایضاً ص ۲۰۹) محمد بن قاسم برہمنوں کی طرف زیادہ مائل ہوا، ان کو بڑے عہدوں پر فائز کیا، کیوں کہ اس کو خیال پیدا ہو گیا تھا کہ یہ ایمان دار ہوتے ہیں،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتی رہے اور بقیہ رقم خزانہ میں داخل کردی جاتی تھی تاکہ اس میں خیانت نہ ہو، یہ روایت باقی رکھی جائے، امرا جو مواجب برہمنوں کو دیا کرتے تھے وہ پہلے کی طرح دیا کریں، برہمنوں کو اس کی بھی اجازت دی گئی کہ وہ بدستور سابق ایک تانبے کا برتن لے کر گھر گھر جائیں، غلہ مانگا کریں تاکہ وہ بھوکے نہ مریں، محمد بن قاسم نے برہمنوں کی تمام باتوں کو تسلیم کرنے کے ساتھ یہ بھی اعلان کیا کہ ان کے مندر ایسے ہی ہیں کہ جیسے شام اور عراق کے یہودیوں اور عیسائیوں کی عبادت گاہیں اور مجوسیوں کے آتش کدے ہیں، ان کو اجازت ہے کہ جس طرح چاہیں عبادت کریں، محمد بن قاسم نے برہمن آباد کے مقدم کو رانا کے خطاب سے سرفراز کیا۔ (ایضاً ص ۱۴-۲۱۳)

رعیت نوازی کی تلقین: اس نے لوہانہ کے جاٹوں کی قدیم روایات کو برقرار رکھا، گو وہ بہت ہی وحشیانہ تھیں لیکن ان میں دخل اندازی کرنا پسند نہیں کیا، حجاج نے ایک دوسرے مراسلہ میں محمد بن قاسم کی سپہ داری، رعیت نوازی، ملکی انتظام اور رفاہ عام کے کاموں کی تعریف کی کیوں کہ جو خراج مقرر کیا گیا تھا وہ پابندی سے اصول ہو جاتا تھا، پھر ایک دوسرے خط میں ہدایت دی کہ وہ رعیت نوازی اور عدل گستری کا ایسا نمونہ پیش کرے کہ اس کا نام روشن ہو اور دشمن اس کی اطاعت کے آرزومند ہوں۔ (ایضاً ص ۲۱۷)

صناعوں، تاجروں اور کسانوں کی حوصلہ افزائی: محمد بن قاسم برہمن آباد سے چل کر منہل پہنچا، تو وہاں کے سمانی باشندوں کے سرداروں اور تاجروں نے اطاعت قبول کر لی تو ان کو امان دی گئی کہ وہ مالگذاری پابندی سے ادا کرتے رہیں اور اپنے وطن میں اطمینان کی زندگی بسر کریں، محمد بن قاسم نے ان ہی کے ہر فرقہ کے ایک آدمی کو سردار مقرر کیا اور جب اس کی خبر حجاج کو دی گئی تو اس نے لکھا کہ جو اطاعت قبول کریں تو ان کے حلق میں صفائی کا پانی جاری کر دو، ان کو امان دو، ان کے صناعوں اور تاجروں پر زیادہ بار نہ ڈالو اور جو زراعت اور عمارت میں تن دہی سے کام کرتے ہوں ان کو مالی مدد کر کے ان سے خاطر تواضع سے پیش

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آؤ، جولوگ اسلام لے آئیں ان سے زمین کی پیداوار کا دسواں حصہ یعنی عشر لو اور جولوگ اپنے مذہب پر قائم رہیں تو وہ قدیم دستور کے مطابق اپنی صنعت وزراعت میں سے اتنا ہی مال ادا کریں جتنا وہ پہلے دیتے آئے ہیں۔(ایضاً ص ۲۱۹)

مقامی باشندوں کے ناچ پر انعام: محمد بن قاسم کے رحم وکرم کی شہرت ایسے ہی پھیلی ہوئی تھی کہ جب وہ منہل سے قوم شمسہ کے حدود میں لوہانہ پہنچا تو وہاں کے لوگ ناچتے اور ڈھول بجاتے ہوئے اس کے استقبال کے لیے آئے اور کہا کہ ان کے یہاں جب کوئی نیا بادشاہ یا والی آتا ہے تو وہ اس کا اسی طرح خیر مقدم کرتے ہیں، محمد بن قاسم اس ناچ سے محظوظ ہوا اور اس نے اپنے فوجی سردار خریم بن عمر سے بیس دینار سرخ انعام دلوائے۔(ایضاً ص ۲۱-۲۲۰)

راجہ داہر کی رانی کا تعاون: محمد بن قاسم لوہانہ سے سہتہ پہنچا تو وہاں کے سردار اور کاشتکار ننگے پاؤں اور ننگے سر اس کے استقبال کے لیے آگے بڑھے اور امان کے خواہاں ہوئے، ان سے خراج لے کر ان کو امان دی گئی اور ان ہی میں سے کچھ لوگوں نے عرب فوج کی رہبری الور تک کی جو سندھ کا بہت بڑا شہر اور پایۂ تخت تھا، اس وقت یہاں راجہ داہر کا لڑکا گوپی (یا قیونی) فرماں روا تھا، اس نے وہاں کے لوگوں کو یقین دلا رکھا تھا کہ راجہ داہر زندہ ہے اور وہ ہند سے لشکر لا کر عربوں سے فیصلہ کن جنگ کرے گا، وہ قلعہ میں محصور ہو کر عربوں سے لڑنے میں مشغول ہوا، اس وقت تک رانی لادی محمد بن قاسم کے اخلاق حمیدہ سے متاثر ہو کر اس کی اطاعت گذار بیوی بن چکی تھی، اس نے سیاہ اونٹ پر سوار ہو کر قلعہ والوں کو پکار پکار کر راجہ داہر کی موت کا یقین دلایا اور ان کو امان طلب کرنے کی تلقین کی لیکن قلعہ والے سمجھے کہ یہ چنڈالوں اور گائے کھانے والوں کا محض فریب ہے، کئی مہینے تک محاصرہ جاری رہا، آخر میں گوپی قلعہ چھوڑ کر کہیں چلا گیا، قلعہ والوں نے امان طلب کرنے کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں دیکھا، ان کو بھی امان دی گئی، محمد قاسم قلعہ میں داخل ہوا تو ایک مندر (نوبہار) سے گذرا، وہ اس کے اندر چلا گیا، دیکھا کہ ایک سنگ مرمر کے گھوڑے پر ایک عورت سوار ہے، جس کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دونوں ہاتھوں میں یاقوت وجواہرات کے کنگن ہیں، اس نے عورت کے ایک ہاتھ سے کنگن اتار لیا اور ایک پجاری سے مخاطب ہو کر بولا کہ تمہارے معبود کو خبر نہیں کہ دو کنگن کے بجائے ایک رہ گیا ہے، یہ سن کر پجاری نے گردن نیچی کر لی، محمد بن قاسم نے ہنس کر بت کے ہاتھ میں کنگن ڈال دیا اس کے بعد اس نے اعلان کیا کہ غیر فوجی لوگوں کو امان دی جائے اور جو شخص مقابلہ کرے اس کو ہلاک کیا جائے۔

معاہدے کی پابندی کا احترام: مقابلہ کرنے والوں میں ایک شخص آگے بڑھ کر بولا کہ میں ایک عجیب بات ظاہر کرنا چاہتا ہوں جو میں امیر کے سامنے ظاہر کروں گا وہ محمد بن قاسم کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے کہا کہ میں اس شرط پر ظاہر کروں گا کہ میرے اہل وعیال کے ساتھ مجھ کو بھی امان دی جائے، محمد بن قاسم نے کہا میں نے تجھ کو امان دی، اس نے پھر کہا کہ امان نامہ عنایت ہو اور اس پر دستخط ہوں، محمد بن قاسم کو خیال ہوا کہ شاید اس کے پاس بیش قیمت جواہرات یا زیورات ہوں، اس لیے امان نامہ پر دستخط کر کے اس کے ہاتھ میں دے دیا، اس کے بعد اس شخص نے اپنی داڑھی اور مونچھوں اور بالوں کو دراز کیا، اپنے پاؤں کی انگولیاں سر سے لگائیں پھر رقص کرنے لگا اور یہ کہتا جاتا تھا کہ ایسی عجیب بات کبھی ظاہر نہیں ہوئی ہوگی، محمد بن قاسم کو تعجب ہوا کہ یہ کون سی عجیب بات ظاہر کرنے کے لائق تھی، لشکریوں نے کہا کہ اس نے فریب دیا، اس کو امان نہ دی جائے مگر محمد بن قاسم نے کہا کہ قول قول ہے اور عہد عہد ہے، اس سے پھرنا بڑے آدمیوں کا کام نہیں، اس کو ہلاک کرنے کے بجائے قید میں رکھا جائے اور حجاج کا بھی فیصلہ معلوم کیا جائے، اس کو اس کے خاندان کے بائیس آدمیوں کے ساتھ قید خانہ بھیج دیا گیا، حجاج کو اس معاملہ کی خبر بھیجی گئی تو اس نے علما کا فتویٰ لے کر یہ حکم بھیجا کہ اس آدمی کو آزاد کر دیا جائے تا کہ معاہدہ کی خلاف ورزی نہ ہو۔

(ایضاً ص ۲۲۸-۲۲۱)

راجہ داہر کے چچازاد بھائی پر اعتماد کلی: محمد بن قاسم نے آگے بڑھ کر بابیہ کا محاصرہ کیا، اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی نظروں میں کھٹکا اس نے اس کو معزول کر دیا اور اس کی جگہ یزید بن ابی کبشہ سکسکی کو مقرر کر دیا اور جب محمد بن قاسم کیرج یا کورج فتح کر چکا تھا تو یزید نے سندھ پہنچ کر اس کو گرفتار کر لیا اور اس کے ہاتھ میں ہتھکڑی اور پاؤں میں بیڑی ڈال کر عراق روانہ کر دیا جہاں وہ قید خانہ میں ڈال دیا گیا اور وہیں وفات پا گیا، عرب اور سندھ کے لوگ اس المیہ پر خون کے آنسو بہاتے رہے، ایک عربی شاعر حمزہ بن بیض الحنفی نے اپنے عربی مرثیہ میں کہا کہ بہادری، دل کی بڑائی اور فیاضی محمد بن قاسم کے حصہ میں تھی، وہ سترہ سال ہی کی عمر میں فوجوں کا سردار بن گیا، یہ سرداری زمانۂ ولادت سے کسی قدر قریب تھی، ایک اور شاعر نے کہا محمد سترہ برس ہی کی عمر میں لوگوں کا سردار بن گیا، حالاں کہ اس وقت اس کے ہم عمر شباب کی سرمستیوں اور دنیا کی رعنائیوں میں فریفتہ ہو کر سیادت و قیادت کی حقیقت سے بے خبر اور غافل تھے۔ (فتوح البلدان بلاذری ص ۴۴۴، ہندوستان عربوں کی نظر میں جلد اول، شائع کردہ دارالمصنفین ص ۱۰۲) بلاذری ہی کا بیان ہے کہ اہل ہند نے محمد بن قاسم کے گریہ وزاری کی اور اس کا ایک مجسمہ کیرج میں تیار کیا۔ (فتوح البلدان ص ۴۴۰)

محمد بن قاسم کے کارنامے پر تبصرہ: شمس العلماء ذکاء اللہ نے محمد بن قاسم کے کارناموں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''اگرچہ محمد قاسم کی نوعمری اور شباب کا عالم تھا، مگر وہ بڑا مدبر اور شجاع تھا، شمشیر اور تدبیر دونوں سے کام لیتا تھا، اگر اتفاقیہ کہیں شمشیر سے کچھ ستم کیا تو تدبیر سے اس کی مکافات بھی ضرور کی، اگر کہیں بتوں کو توڑا تو اس کے ساتھ بتخانوں کی مرمت کرنے کا بھی حکم دیدیا، اگر کہیں لوٹ مار سے دشمنوں کو خستہ حال کیا تو ان کو بیت المال سے معاوضہ بھی دلا دیا، قدیم قاعدہ جو ہندوؤں کا تھا کہ زرمال گذاری میں سے تین فیصدی خزانہ شاہی میں اس لیے داخل کرتے تھے کہ اس روپیہ سے برہمنوں کو خدمات کا معاوضہ دیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فوجی مہمات کے درمیان اس کے شریفانہ برتاؤ اور آخر میں اس کے زوال کی المناکی سے اس کی ذات کے گرد شہادت کا ہالہ دکھائی دیتا ہے، اس نے اپنی نوجوانی میں سپہ گری کا جو جوہر دکھایا اس سے اس کی ذات سے بڑی امیدیں بندھ گئیں، اسی لیے وہ ہندوستان کی مہم پر بھیجا گیا، حجاج نے اس کے ساتھ چھ ہزار منتخب شامی اور عراقی سپاہی کیے، اس کی معیت میں اتنے ہی اونٹوں کے مسلح سوار تھے، تین ہزار اونٹوں پر حربی سامان لادے گئے..... محمد مکران پہنچا تو یہاں کے حاکم محمد ہارون نے اور فوجی سامان اور پانچ منجنیق مہیا کیے جو دیبل بھیج دیے گئے، ان عرب سپاہیوں کے علاوہ محمد بن قاسم نے اپنے جھنڈوں کے نیچے ان جاٹوں اور میدیوں کو جمع کیا جو ہندوؤں کی غیر روادارانہ حکومت سے عاجز تھے اور بہت ذلت برداشت کر رہے تھے، وہ گھوڑے پر سوار نہیں ہو سکتے تھے، ان کو اچھے کپڑے پہننے کی ممانعت تھی، ان کو ننگے سر رہنے کا حکم تھا ان ذلتوں سے وہ محض لکڑہارے اور پن بھرے بن کر رہ گئے تھے، ان کے دلوں میں ایسا عناد بھرا ہوا تھا کہ انھوں نے اپنی قسمت کو فوراً ایک اجنبی کے سپرد کر دیا۔"

(ہسٹری آف مڈیول انڈیا ص ۵۶-۵۵)

عربوں کی عام رواداری: سندھ میں عربوں اور سندھی عربوں کی حکومت ۹۰ھ سے ۴۱۶ھ تک یعنی ۳۲۶ برس تک رہی، اس مدت میں زراعت سندھی باشندوں ہی کے سپرد رہی، کاشتکاروں سے مال گذاری وصول کرنے کے لیے سندھی ہی مقرر کیے جاتے، ان کی ملازمت موروثی ہوتی، شروع میں مال گذاری عموماً اتنی ہی وصول کی گئی جو وہ پہلے کرتے آئے تھے، ہندوؤں کے رسم ورواج میں کوئی مداخلت نہیں کی گئی، ہندوؤں کے باہمی جھگڑوں کا فیصلہ ان کی پنچائت میں ہوا کرتا تھا، ہندوؤں کی عبادت گاہیں لڑائی کے زمانے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں تو مسمار ہوئیں یا جن میں بے شمار دولت پوشیدہ رکھی جاتی تھی، ان کے خلاف فتح و تسخیر کے سلسلے میں فوج کشی ضروری ہوئی مگر امن کے زمانہ میں ان کو وہی درجہ دیا گیا جو اسلامی ممالک میں عیسائیوں کے گرجوں اور آتش پرستوں کے آتش کدوں کو دیا گیا تھا، ڈاکٹر بینی پرشاد لکھتے ہیں:

> ''ہندوستان میں کسی حکومت کے مقبول ہونے کے لیے ایک ضروری شرط یہ بھی ہے کہ اس کے باشندوں کو مذہبی فرائض انجام دینے اور عبادت کرنے میں آزادی ہو، ہندوستان کے مسلم حملہ آوروں نے مذہبی رواداری کی اہمیت کو بہت جلد محسوس کر لیا تھا اور اپنی حکمت عملی اسی کے مطابق بنائی، آٹھویں صدی میں محمد بن قاسم نے سندھ میں اپنی حکومت کا جو نظم و نسق قائم کیا وہ اعتدال اور رواداری کی روشن مثال ہے'' (ہسٹری آف جہانگیر ص ۸۹-۸۸)

لڑائی کے موقع پر اسلام کی تعلیمات: سندھ میں حجاج اور محمد بن قاسم کی قومی اور انتظامی رواداری ایک مثالی رواداری تھی، جنگ کے موقع پر بھی اسلام کی یہی رواداری تعلیمات رہی ہیں، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مہم پر فوج بھیجتے تو سردارِ فوج کو حکم دیتے کہ کسی بوڑھے کو، بچہ کو، کمسن کو اور عورت کو قتل نہ کیا جائے، آپ کا یہ بھی حکم تھا کہ میدان جنگ میں کسی کو کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچنے پائے۔

اسیرانِ بدر کو آپ نے جب صحابہ کے حوالہ کیا تو تاکید کی کہ کھانے پینے کی تکلیف نہ ہونے پائے، چنانچہ صحابہ خود کھجور وغیرہ کھا کر سیر کر لیتے تھے اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے تھے، غزوۂ حنین میں چھ ہزار قیدی تھے، سب چھوڑ دیے گئے، آپ نے اُن کے پہننے کے لیے کپڑے کے چھ ہزار جوڑے عنایت فرمائے۔

حاتم طائی کی بیٹی جب گرفتار ہو کر آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی عزت سے اس کو مسجد کے ایک گوشے میں ٹھہرایا اور چند روز کے بعد سفر کا ساز و سامان کر کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک شخص کے ہمراہ یمن بھجوادیا۔

ابوداؤد میں ایک انصاری سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ہم لوگ ایک مہم پر گئے، غایت تنگ حالی اور مصیبت پیش آئی، اتفاق سے بکریوں کا ریوڑ نظر آیا سب ٹوٹ پڑے اور بکریاں لوٹ لیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی، آپ موقع پر تشریف لائے تو گوشت پک رہا تھا، ہانڈیاں اُبال کھا رہی تھیں، آپ کے ہاتھ میں کمان تھی، آپ نے اُس سے ہانڈیاں اُلٹ دیں اور سارا گوشت خاک میں مل گیا، پھر فرمایا لوٹ کا مال مردار گوشت کے برابر ہے۔ (سیرۃ النبی جلد اول ص ۴۴۰، ۴۴۳، ۴۷۰)

حضرت ابوبکرؓ جب شام فوج بھیج رہے تھے تو رخصت کرتے وقت میر عسکر سے فرمایا کہ ''تم ایک ایسی قوم کو پاؤں گے جنھوں نے اپنے آپ کو خدا کی عبادت کے لیے وقف کر دیا ہے، ان کو چھوڑ دینا، میں تم کو دس وصیتیں کرتا ہوں، کسی عورت، بچے اور بوڑھے کو قتل نہ کرنا، پھل دار درخت کو نہ کاٹنا، کسی آباد جگہ کو ویران نہ کرنا، بکری اور اونٹ کے سوا بیکار نہ ذبح کرنا، نخلستان نہ جلانا، مال غنیمت میں غبن نہ کرنا وغیرہ وغیرہ۔'' (تاریخ الخلفا للسیوطی ص ۹۶ بحوالہ خلفائے راشدین، دارالمصنّفین ص ۵۰)

ہندوستان کے مسلمان فاتحین کی تلواروں پر ایک تبصرہ: اگر ان تعلیمات پر ہندوستان کے مسلمان فاتحین پورے طور پر عمل کرتے تو اسلام کی طرح ان کی فاتحانہ تلوار بھی پیام امن بن جاتی لیکن اگر انھوں نے ان پر عمل نہیں کیا تو وہ موردِ الزام قرار دیے جاسکتے ہیں، اسلام یا اسلامی تعلیمات سے ان کی کسی بربریت کو منسلک نہیں کیا جاسکتا، مثلاً اگر کوئی مسلمان رہزن یا چور ہو جائے تو اس کی رہزنی اور چوری کا الزام اسلام پر نہیں رکھا جاسکتا بلکہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ اسلام میں رہزن اور چور گھس آئے، اسی طرح مسلمان فاتحوں نے اسلامی تعلیمات کے خلاف جہاں کہیں ظالم اور سفاک بن کر لشکر کشی کی تو اس کے معنی ہیں کہ اسلامی لشکر میں ظالم اور سفاک فوجی سردار گھس آئے تھے لیکن یہ کہنا بھی سراسر تاریخی حقیقت کے خلاف ہے کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان تعلیمات کو بالکل ہی نظر انداز کر کے جنگ وجدل کرتے رہے، وہ محمد بن قاسم کا مثالی نمونہ تو پیش نہ کر سکے لیکن ان کی تلواریں ان کے اور معاصر فاتحین کے برخلاف فتح وتسخیر کے بعد ان کے نیام میں رہیں، حکومت کے نظم ونسق کو قائم رکھنے میں تو یہ تلواریں ان کے نیام سے باہر ضرور نکلتی رہیں لیکن اشاعت اسلام کے سلسلہ میں یہ استعمال نہیں ہوئیں، اس کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ ان کی حکومت اور قوت کا مرکز آگرہ، دہلی، اودھ، بہار اور دکن رہا، مگر یہاں آج بھی مسلمانوں کی تعداد سب سے زیادہ کم ہے اور جہاں ان کا اقتدار حکومت زیادہ مضبوط نہ تھا، جیسے بنگال، کشمیر اور سندھ جیسے دور دراز علاقوں میں ان کی تعداد زیادہ ہوتی چلی گئی، اس حقیقت کا اعتراف انصاف پسند ہندو مورخین بھی کرتے ہیں مثلاً کے، ام پینکر ہندوستان کے بڑے دیدہ ور مورخ گذرے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

> ''فتح وتسخیر کے زمانے میں تو ہندوؤں کی صعوبتوں اور مصیبتوں میں مبتلا ہونا پڑا، وہ یکا یک بڑے علاقے سے اپنے سیاسی اقتدار سے محروم کر دیے گئے، ان کے مذہب کو بھی تحقیر سے دیکھا گیا اور ان کی عبادت گاہیں بھی برباد کی گئیں لیکن جوں ہی فتح وکامرانی کا جوش ختم ہوتا ملک کی اقتصادی بحالی کا مسئلہ سامنے آتا تو بڑے بڑے پرجوش اور متعصب سلاطین کو بھی معتدل روش اختیار کرنی پڑتی، مسلمان حملہ آور اپنے ساتھ کاشتکار نہیں لائے تھے، دہلی پر فوج کے ذریعہ قبضہ ہی ہوا تھا، اور فوج ہی نے گنگا کی وادی کے راجاؤں کو شکست دی تھی، مسلمان سلاطین کے لیے لشکریوں کے ذریعہ زمین کی کاشت کرانا ممکن نہ تھا، زمین امرا میں جاگیر کے طور پر ضرور تقسیم کر دی گئی تھی لیکن کاشتکار ہندو ہی رہے، اس کی کبھی فکر نہیں کی گئی کہ ہندو زمین داروں اور کاشت کاروں کو مسلمان بنالیا جائے اور نہ اشاعتِ اسلام کی کبھی کوشش کی گئی کیوں کہ دوآبہ میں مسلمانوں کی حکومت سات سو برس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہی لیکن یہاں اب بھی ہندو ہی کی غیر معمولی اکثریت ہے، نظام آراضی میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی گئی، اس لیے گاؤں میں ہندوؤں کی زندگی ویسی ہی رہی جیسی کہ پہلے تھی۔ (اے سرے آف انڈیا ص ۱۳۱)

ہندوستان سے عرب انشا پردازوں، مورخوں اور سیاحوں کی محبت: محمد بن قاسم ہی کی طرح عرب انشا پردازوں، مورخوں، جغرافیہ دانوں اور سیاحوں کا دل ہندوستان کی طرف سے نرمی، محبت اور ہمدردی سے بھرا رہا کیوں کہ انھوں نے اپنی تحریروں میں ہندوستان کے فضائل اور یہاں کے باشندوں کے کمالات کا ذکر تو بہت ہی لطف ولذت کے ساتھ کیا ہے، ان کو اس ملک کی جو چیز پسند آجاتی اس کی تعریف دل کھول کر کرتے، مثلاً عربی زبان کے مشہور ادیب جاحظ (المتوفی ۸۶۴ھ) لکھتا ہے کہ ہندوستان فکر ونظر کا سرچشمہ ہے (رسالہ فخر السودان علی البیضان ص ۸۰) سلیمان تاجر رقم طراز ہے کہ اہل ہند لہو ولعب کو معیوب سمجھتے ہیں اور آلات لہو کا استعمال نہیں کرتے۔ (سلسلۃ التواریخ ص ۵۲)۔ یعقوبی (المتوفی ۸۹۷ھ) نے لکھا ہے کہ ہندوستانی صاحب حکمت وبصیرت ہیں، ہر قسم کی حکمت میں سب لوگوں سے فائق اور برتر ہیں، جوتش اور نجوم میں ان کے اقوال سب سے زیادہ صحیح اور درست ہوتے ہیں۔ (تاریخ یعقوبی جلد اول ص ۱۰۵) احمد بن عمر بن رستہ تو ہندوستان کے گندمی رنگ اور یہاں کے دل فریب حسن وجمال کا فریفتہ رہا، وہ تو اپنے زمانے کے ہندو راجا کے عدل وانصاف کا بھی بے حد معترف تھا، لکھتا ہے کہ تاجروں کے ساتھ راجا کا بہت ہی عمدہ برتاؤ رہتا۔ (الاعلاق النفیسہ ص ۱۳۵) اس نے ہندو مذہب کا بھی مطالعہ کیا اور ملتان کے ایک بت کی بہت ہی عمدہ تصویر کھینچی ہے اور اس کی پرستش کی بڑی اچھی مرقع آرائی کی ہے، وہ لکھتا ہے کہ لوگ ان بتوں کے حضور میں جاتے ہیں تو گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اور ہاتھ جوڑ کر عرض کرتے ہیں کہ ہماری طرف نظر کرم ہو، ہم پر رحم کیجیے، روتے ہیں اور انتہائی عاجزی سے دعا کرتے ہیں۔ (ایضاً ص ۱۳۶) مسعودی لکھتا ہے کہ حضرت آدمؑ اپنی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ستر پوشی کے لیے جنت سے پتیاں لائے اور جب وہ خشک ہوگئیں تو ہواؤں نے ان کو اڑا کر پورے ہندوستان میں پھیلا دیا، اسی لیے ہندوستان میں خوشبو اور عطر مثلاً عود، لونگ اور مشک وغیرہ زیادہ پائے جاتے ہیں۔ (مروج الذہب ج ۱، ص ۶۱-۶۰) مقدسی نے تو ہندوستان کے بہت مذہبی فرقوں مثلاً بہابھوذیہ، دامانیہ، دوانیہ، رشتیہ، مصغدہ، مہاکلیہ، جلنکنیہ وغیرہ کے عقائد و مراسم کا ذکر تفصیل سے کیا ہے، وہ بعض برہمنوں کو موحد قرار دیتا ہے، بہوذیہ کے متعلق لکھتا ہے، اس کے پیغمبر بہابھوذ نے اللہ کی پرستش کے لیے اس کا بت بنا کر اس کی پوجا کرنے کی تعلیم دی ہے تاکہ یہ بت دربار الٰہی میں ان کے لیے ذریعہ اور وسیلہ بن سکیں۔ (البدء والتاریخ جلد چہارم ص ۱۵-۱۳) دامانیہ اور دوانیہ کے بارے میں لکھتا ہے کہ یہ لوگ توحید کی طرح رسالت کو بھی مانتے ہیں۔ (ایضاً) رشتیہ کے ذکر میں کہتا ہے کہ یہ لوگ طویل مراقبہ اور دھیان کر کے اپنے ظاہری حواس کو بے کار کر دیتے ہیں تاکہ وہ دنیاوی آلودگیوں سے الگ رہیں اور ان پر ملائکہ کے انوار والطاف اور تجلیات کا فیضان ہو۔ (ایضاً) اصطخری کو بھی ملتان کی مورتیوں سے بڑی دل چسپی رہی، ان کے متعلق اپنی کتاب مسالک الممالک میں بڑی مفید معلومات فراہم کی ہیں۔

عربوں کے اچھے اثرات: جنوبی ہند میں عرب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد ہی آنے لگے تھے اور انھوں نے جنوبی ہند کے ساحلوں خصوصاً ملیبار میں اپنے اخلاق کی بلندی اور میل جول کی رواداری سے ان کے علاقوں کے لوگوں پر اپنے خوشگوار اثرات پیدا کیے کہ ہندو راجاؤں کی نظروں میں بھی کافی عزت، توقیر اور حیثیت حاصل کر لی تھی اور یہی وجہ تھی کہ جب وہ اپنی مذہبی تبلیغ کرتے تو ان کی تبلیغی سرگرمیوں میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کی جاتی، علاء الدین خلجی کی فوج پہنچنے سے پہلے تامل اور جنوبی ساحل کے علاقوں میں مسلمانوں کی بڑی آبادی ہوگئی تھی، ان کی تجارتی منڈیاں قائم تھیں، ان کا میل جول وہاں کے باشندوں سے بڑھتا جا رہا تھا، چنانچہ ہندوؤں اور عربوں سے مل کر کئی مخلوط نسلیں مثلاً راوتن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور لبی پیدا ہوئیں، دسویں صدی میں عرب مشرقی ساحل پر پہنچے، پہنچنے کے بعد ہی اپنی رواداری اور اخلاق سے پورے ساحل پر چھا گئے، قلیل مدت میں سیاست اور معاشرت میں اہم حیثیت پیدا کر لی، ایک طرف تو وزرا امیر البحر، سفرا کے عہدوں پر مامور ہوئے، دوسری طرف وہاں کے لوگوں کو مشرف باسلام بھی کرتے رہے، اپنے مذہب کی تبلیغ کی، مسجدیں بنوائیں، مقبرے تعمیر کیے، جوان کے مبلغوں اور صوفیوں کے لیے تبلیغی مرکز بن گئے اور بقول ڈاکٹر تاراچند ساتویں صدی کے بعد سے جنوبی ہند میں ہندومت میں جو کچھ نئے انقلابات آئے ہیں تو یہ اسلام ہی کے اثرات کے نتائج ہیں۔ (انفلوئنس آف اسلام آن انڈیا ص ۴۳) کاٹھیاواڑ، گجرات اور کوکن میں مسلمانوں کی اچھی خاصی آبادی تھی، ہر جگہ ان کی ایک ایک مسجد تھی، ہندو راجے ان مسلمانوں سے فراخ دلی اور لطف کے ساتھ پیش آئے، سلیمان، مسعودی، ابن حوقل اور ابوزید گجرات کے ولبھی راجہ بلہرا کی مسلمان دوستی کی تعریف کرتے ہیں، سلیمان لکھتا ہے کہ گجرات کے بادشاہوں کی عمریں دراز ہوتی ہیں، بعض بادشاہ پچاس سال تک حکومت کرتے ہیں، اس کے اہل ملک سمجھتے ہیں کہ ان کے بادشاہوں کے عہد حکومت اور ان کی عمروں کے طویل ہونے کا سبب عربوں سے محبت ہے، کوئی راجہ اور اس کی رعایا بلہرا اور اس کی رعایا سے زیادہ عربوں سے محبت نہیں کرتی۔ (سلسلۃ التواریخ از: سلیمان تاجر ص ۲۷) مسعودی ۹۱۶ھ میں ہندوستان آیا تو وہ لکھتا ہے کہ سندھ اور ہندوستان کے راجاؤں میں راجہ بلہرا کی طرح مسلمانوں کو اور کسی کی حکومت میں عزت حاصل نہیں ہے، اسلام اس راجہ کی سلطنت میں محفوظ اور معزز ہے، اس کے ملک میں مسلمانوں کی نماز پنجگانہ کی مسجدیں اور جامع مسجدیں ہیں جو آباد ہیں، یہاں کے راجہ چالیس چالیس اور پچاس پچاس سال بلکہ اس سے بھی زیادہ مدت تک راج کرتے ہیں، اس سلطنت کے باشندوں کا خیال ہے کہ کہ ان کی عمریں عدل وانصاف اور مسلمانوں کی عزت وتوقیر کرنے کی وجہ سے لمبی ہوتی ہیں، اس راجہ کے یہاں فوجوں کو شاہی خزانہ سے مسلمانوں کے بیت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المال کی طرح تنخواہیں ملتی ہیں۔ (مروج الذہب ج۱، ص۳۸۴) مسعودی آگے چل کر لکھتا ہے ''میں ۳۰۴ھ میں ہندوستان کے شہر چیمور میں جو راجہ ولبھ رائے کی مملکت لار کا علاقہ ہے، موجود تھا، اس میں جو راجہ تھا اس کا نام جانچ تھا، اس وقت تقریباً دس ہزار مسلمان وہاں آباد تھے جو اصل میں بیاسرہ، سیراف، عمان، بصرہ، بغداد اور دوسرے ملکوں کے تھے لیکن ان علاقوں میں بود و باش اختیار کر لی ہے، ان میں سے بہت سے معزز اور بڑے تاجر ہیں، جیسے موسیٰ بن اسحاق صندابوری اور ہنرمندی یعنی قضا کے عہدہ پر ان دنوں ابوسعید معروف بن زکریا مامور تھے، ہنرمند سے مراد مسلمانوں کا سردار ہے، اس کی شکل یہ تھی کہ راجہ کا قاعدہ تھا کہ وہ کسی مسلمان رئیس ہی کو ان کا سردار بناتا تھا اور مسلمانوں کے تمام معاملات ان کے سپرد ہوتے تھے، بیاسرہ سے وہ مسلمان مراد ہیں جو ہندوستان میں پیدا ہوئے، اس نام سے وہ مشہور ہیں اس کا واحد بیسر ہے۔ (ایضاً جلد دوم ص۸۵) استاذی المحترم علامہ سید سلیمان ندوی کا خیال ہے کہ بیسر غالباً گجراتی لفظ ہے، جس کی اصل بے سرا ہے، جس کے معنی دوسرا والا ہے، یعنی وہ شخص جو عربی اور ہندی مخلوط نسل سے پیدا ہوا۔

(عرب و ہند کے تعلقات ص۲۵۱)

اصطخری (۹۵۱ھ) لکھتا ہے کہ کھنبایت سے راجہ بلہرا کے شہر چیمور تک سب ہندوؤں کے شہر ہیں مگر ان میں کچھ مسلمانوں کی بھی آبادی ہے، اور راجہ ملہرا کی طرف سے کوئی مسلمان ہی ان کے معاملات کا نگراں ہوتا ہے، ان شہروں میں مسجدیں اور جامع مسجدیں بھی ہیں جن میں نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے۔ (مسالک الممالک ص۱۰۳) ادریسی گیارہویں صدی میں لکھتا ہے کہ نہروالہ میں کثرت سے مسلمان تاجر آتے رہتے ہیں، حکومت کی طرف سے مسافروں کا بڑا اعزاز و اکرام ہوتا ہے، ان کے مال و متاع کی حفاظت کی جاتی ہے۔ (نزہۃ المشتاق جزو۸) اور یہ معلوم کر کے شاید تعجب ہوگا کہ سومناتھ کے راجہ کے یہاں مسلمان عہدہ دار بھی تھے۔ (انفلوئنس آف اسلام ان انڈیا ص۴۶) جنوبی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہند میں جو قوم موپلا کے نام سے مشہور ہے وہ دراصل عراق سے اس علاقہ میں آئے اور یہاں آباد ہوگئے، وہ گرم مسالے، ہاتھی دانت اور جواہرات کے تاجر بن کر آئے، ان میں اور ہندو راجاؤں میں آشتی پیدا ہوگئی تھی، ہندو راجہ اپنے علاقہ میں تجارت کا بازار گرم رکھتے اور ترقی دینے کے خیال سے ان مسلمان تاجروں کو اپنی حفاظت اور سرپرستی میں لے لیا اور ان کی وجہ سے اس علاقہ میں تجارتی فروغ ہوا، خوش حالی بھی پیدا ہوئی، اسی لیے جب انھوں نے دعوتِ اسلام کے لیے سرگرمی دکھائی تو ان کی مزاحمت نہیں کی گئی۔

(دعوت اسلام آر، ٹی، ڈبلو آرنلڈ اردو ترجمہ باب نہم)

کیا محمود غزنوی میں رواداری نہ تھی: ہماری بدنصیبی رہی ہے کہ ہم جنگ وجدل کی تاریخ تو بہت دل چسپی سے پڑھتے ہیں لیکن ایسے واقعات کو نظر انداز کر دیتے ہیں جن سے باہمی موانست ویگانگت کا درس مل سکتا ہے، محمود غزنوی نے سومناتھ کو جس طرح برباد کیا، اس کی کہانی تو بہت دہرائی جاتی ہے لیکن اسی کے حالات زندگی میں یہ بھی ہے کہ جب اس نے متھرا کا مندر دیکھا تو اس کی شوکت وحشمت دیکھ کر ششدر رہ گیا، اپنے ایک مکتوب میں لکھتا ہے کہ اگر کوئی ایسی عمارت بنانا چاہے تو لاکھوں سرخ دینار خرچ کر کے بھی نہیں بنا سکتا ہے اور شاید دوسو برس میں بھی ایسی عمارت نہ بن سکے۔ (تاریخ یمینی بحوالہ الیٹ جلد دوم ص ۴۴) یہاں وہ نہ بت شکن بنا اور بت فروش بلکہ اس مندر کے حسن وشوکت سے متاثر رہا، اس کی کوئی مثال نہیں کہ اس نے امن کی حالت میں کسی مندر کو منہدم کیا یا اس نے کسی ہندو کو ترک مذہب کرنے پر مجبور کیا، بلکہ غزنہ میں تو اس نے ہندوؤں کی بود وباش کے لیے ایک محلہ بھی آباد کر دیا تھا۔ (رسالہ الغفران معری بحوالہ دی لائف اینڈ ٹائمس آف سلطان محمود غزنہ از محمد ناظم ص ۱۶۳) جوامع الحکایات ولوامع الروایات میں ہے کہ امیر نصر جو خراسان کا امیر تھا اور محمود کا چچیرا بھائی تھا، ایک بار وہ سلطان کے پاس ٹھہرا ہوا تھا، اس کے زین خانے سے ایک جڑاؤ لگام چوری گئی، چوری پکڑی گئی تو چور ایک ادنیٰ درجہ کا ملازم تھا جو ہندو تھا،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امیر نے حکم دیا کہ اس کو باندھ کر بیس کوڑے لگائے جائیں، سلطان کو یہ معلوم ہوا تو اس کو بہت دکھ ہوا، اس نے امیر نصر کو کہلا بھیجا کہ ہماری موجودگی میں ہمارے غلاموں کو تازیانے سے پٹواتے ہو اور ہماری ناراضگی کی پروا نہیں کرتے، اس کے بعد ایک ماہ تک اس کو اپنے حضور میں آنے کی اجازت نہیں دی۔ (اردو ترجمہ از اختر شیرانی ص ۸۶-۸۴) کلکتہ یونیورسٹی کے پروفیسر سنیتی کمار چٹرجی کی تحقیق ہے کہ محمود کے سکّوں پر سنسکرت کے الفاظ پائے جاتے ہیں، اس کے سکوں پر ایک طرف تو کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے اور دوسری طرف سنسکرت میں اس کا ترجمہ ادی اکتم ایکم محمد اوتار ہے، یہ صحیح ترجمہ تو نہیں، اس لیے کہ مسلمان محمدؐ کو اوتار نہیں مانتے، وہ آپ کو انسان ہی سمجھتے ہیں، پروفیسر سنیتی کمار چٹرجی اس سلسلہ میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ محمود غزنوی کا اپنے سکوں پر سنسکرت لکھوانا اس کی سیاسی ہوش مندی کا ثبوت ہے، جب پنجاب اس کی سلطنت کا جزو ہو گیا تو اس نے یہاں کی ہندو آبادی کو اپنی طرف اس طرح مائل کرنا چاہا، یہ اس کی عالی دماغی اور فراخ دلی کی دلیل تھی۔ (البیرونی یادگار جلد ایران سوسائٹی کلکتہ ص ۹۸) سلطان محمود کا ہندوؤں کو اپنی طرف مائل کرنا کوئی تعجب انگیز بات نہیں کیوں کہ نہ صرف اس کے غزنہ اور پنجاب کے علاقے مین ہندو آباد تھے، بلکہ اس کی فوج میں ہندو سردار اور لشکری بھی تھے، وہ طخرستان سے بڑھ کر بلخ، ایلک خاں سے برسر پیکار ہونے کے لیے گیا تو اس کے لشکر میں ترکوں، خلجیوں اور غزنویوں کے ساتھ ہندو لشکری بھی تھے۔ (تاریخ یمینی بحوالہ الیٹ جلد دوم ص ۳۲)

موجودہ دور کے بعض وسیع النظر اور فراخ دل ہندو مورخوں نے ہندوؤں کے ساتھ سلطان محمود کی رواداری کا اعتراف اچھی طرح کیا ہے، مثلاً ایشور ٹوپا نے لکھا ہے کہ موجودہ دور کے ایک مورخ کا خیال ہے جو محمود غزنوی کا ناقد بھی ہے کہ وہ کوئی مبلغِ اسلام نہیں تھا، غیر مسلموں کو مسلمان بنانا اس کا مقصد نہیں رہا، الفنسٹن نے ہم کو یقین کے ساتھ بتایا ہے کہ سلطان گجرات میں عرصۂ دراز تک رہا، لاہور میں بھی اس کا قیام رہا لیکن اس نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی غیر مسلم کو مسلمان نہیں بنایا، اس نے ہندوؤں کو مسلمان بنانے کی فکر ہی نہیں کی، اس کی مذہبی پالیسی میں رواداری کی خصوصیت تھی اس کے متعلق یہ کہیں ذکر نہیں آتا کہ اس نے کسی ہندو کو اپنا مذہب چھوڑنے پر مجبور کیا، اس نے کسی بھی شخص کو اس کے ذاتی ضمیر کی بنا پر موت کی سزا نہیں دی، اس نے لڑائی یا محاصرہ کے موقع پر تو ہندوؤں کو ہلاک کیا لیکن کسی اور موقع پر اس کے ہندوؤں کے ہلاک کرنے کا ذکر نہیں پایا جاتا ہے، اس کے دور حکومت میں ہندوؤں کو پوری مذہبی آزادی رہی، ان کا تقرر نہ صرف انتظامی امور کے سلسلہ میں کیا جاتا بلکہ وہ فوج میں بھی بحال کیے جاتے، ان کے مذہب پر کوئی اعتراض نہ ہوتا، جس طرح فوج میں عرب، افغان، دیلمی، خراسانی اور غوری ہوتے وہ بھی ہوتے، ہندو لشکری اپنے آقا کی خاطر کرمان، خوارزم اور مرو میں جا کر لڑے، غزنویوں کی فوجی مہموں کی تاریخ میں ہندو فوجی سرداروں مین تلک، سوندی رائے اور ہج رائے کے نام نمایاں ہیں، غزنویوں کی حکومت میں ان ہندو فوجی سرداروں کو اعلیٰ حیثیت حاصل رہی، وہ بڑے قابل اعتماد سردار سمجھے جاتے، غزنویوں کے ساتھ ان کی وفاداری اور خدمت گذاری مثال کے طور پر پیش کیجاتی۔

(پالی ٹکس ان پری موغل ٹائمس از ڈاکٹر ایشور ٹوپا ص ۴۶-۴۵)

سلطان محمود کی وفات کے پندرہ روز کے بعد ہی اس کے بیٹے سلطان مسعود نے ایک ہندو فوجی سردار سبوندارائے کو ہندو سواروں کی معیت میں اُن امرا کے خلاف بھیجا جو اس کے بھائی کے حامی تھے، پانچ سال کے بعد مسعود ہی کے حکم سے تلک نے ہندو سپاہیوں کے ساتھ تیالگین کے خلاف لشکر کشی کی اور اس کو شکست دے کر ہلاک کر دیا، اس کے پانچ سال کے بعد سلطان مسعود سلجوق ترکمانوں سے مغلوب ہو کر غزنی سے ہندوستان چلا آیا تو اس نے یہاں ایک بڑی فوج اکٹھا کی جس میں ایک بڑی تعداد ہندوؤں کی تھی۔ (تاریخ سبکتگین بحوالہ الیٹ جلد دوم ص ۶۰) بیہقی نے اپنی تاریخ میں غزنوی دور کے ہندو فوجی سردار تلک کا ذکر جس طرح کیا ہے، اس سے اندازہ ہوگا کہ ہندو اس دور حکومت میں تحقیر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بجائے عزت کی نظروں سے دیکھے جاتے تھے، اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

تلک ایک حجام کا لڑکا تھا، صورت شکل اچھی پائی تھی، زبان بھی اچھی بولتا تھا، ہندی اور فارسی دونوں خط بہت ہی اچھا لکھتا تھا، کچھ دنوں کشمیر میں رہا جہاں اس نے عشق بازی اور جادوگری وغیرہ کے فن میں بھی مہارت حاصل کرلی تھی، وہاں سے قاضی شیراز ابوالحسن کے یہاں آیا جو اس پر فریفتہ ہوگیا، قاضی نے اس کی نقل وحرکت پر پابندی عائد کردی تو اس نے اس کی شکایت خواجہ احمد حسن سے کی، خواجہ اور قاضی میں تعلقات اچھے نہ تھے، خواجہ نے تین آدمیوں کی معرفت شاہی فرمان بھیج کر تلک کو اپنے پاس طلب کیا، قاضی کی ناخوش گواری کے باوجود تلک دربار میں پیش کیا گیا، خواجہ احمد حسن نے تلک کی شکایت سنی، پھر اس نے امیر محمود کی توجہ بڑی خوش سلیقگی سے اس معاملہ کی طرف دلائی، امیر مسعود نے خواجہ کو تلک کی شکایت سماعت کرنے کے لیے کہا جس کے بعد قاضی پریشانیوں میں مبتلا ہوگیا، اس کے بعد تلک خواجہ کا بڑا معتمد علیہ ہوگیا، وہ دبیر بنایا گیا، ہندوؤں سے جو بات ہوئی اس کا ترجمان ہوگیا، اس طرح اس نے وزیر کے دربار میں بڑا رسوخ حاصل کرلیا، وہ خواجہ کے حضور میں برابر رہتا، اس کے پیغامات کو پہنچاتا اور مشکل معاملات کو حاصل کرتا۔

امیر مسعود کو جب خبر ملی کہ احمد نیالتگین نے لاہور میں باغیانہ روش اختیار کر رکھی ہے تو اس نے اپنے سپہ سالار اور فوجی سرداروں کو بلا کر ایک مجلس شوریٰ منعقد کی اور اس بغاوت کو فرو کرنے کے لیے ان سے مشورے طلب کیے، سپہ سالار نے اس بغاوت کو لاہور جا کر فرو کرنے کے لیے اپنی خدمت پیش کی، مگر امیر مسعود نے اس کو وہاں جانے سے یہ کہہ کر روکا کہ ابھی تو خراسان خطلان، طغارستان کی بغاوتوں کو بھی فرو کرنا ہے، سندھ میں کسی اور فوجی سردار کو جانا چاہیے، تلک بھی اس مجلس میں موجود تھا، وہ بول اٹھا کہ میرے شاہی آقا کی عمر دراز ہو، اگر حکم ہو تو یہ خدمت اس سے لی جائے تاکہ وہ ان عنایات واحسانات کا بدلہ ادا کرسکے، جن سے وہ اب تک سرفراز کیا جاچکا ہے، وہ ہندوستان کا باشندہ ہے، وہاں کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موسم گرم ہے، وہ آسانی سے وہاں کا سفر کرسکتا ہے، اگر وہ اس مہم کے لائق قرار دیا گیا تو وہ اپنا پورا فرض انجام دے گا، اس کی بات سن کر امیر خوش ہوا اور جو لوگ وہاں موجود تھے ان سے ان کی رائے دریافت کی، انھوں نے جوب دیا کہ وہ ایک مشہور آدمی ہے، اس فرض کو انجام دینے کے لیے بالکل موزوں ہے، اس کے پاس تلوار ہے، ساز وسامان ہے، آدمی بھی ہیں اور شاہی عنایات بھی حاصل ہیں، یہ کام تکمیل کو پہنچا سکتا ہے، امیر نے اپنے مشیروں کو جانے کے لیے کہا تا کہ اس معاملہ پر وہ خود غور کرسکے، وہ مجلس سے چلے گئے، امیر نے اپنے مخصوص مشیروں سے کہا کہ میرے حکام نے اس معاملہ میں زیادہ دل چسپی نہیں لی اور نہ انھوں نے خاطر خواہ وفاداری کا اظہار کیا، اسی لیے تلک محجوب ہوا اور آگے بڑھ کر اپنی خدمت پیش کی، اس کے بعد امیر نے تلک کے پاس ایک ایرانی دبیر پوشیدہ طور پر عنایات سے بھرے پیام کے ساتھ بھیجا کہ میں تمہاری ان باتوں کی قدر کرتا ہوں جو تم نے کہیں یا جو وعدہ کیا ہے لیکن میرے اردگرد کے لوگوں نے اس کو پسند نہیں کیا، تم نے ان سب کو شرمندہ کیا مگر تمہاری باتوں کو سچ ثابت کیا جائے گا، کل تم اس خدمت کے لیے نامزد کیے جاؤ گے، میں تمہارے لیے ہر ممکن بات کروں گا میں تم کو کثیر سرمایہ دوں گا، ایک مضبوط فوج اور تمام ضروری سامان ساتھ کروں گا تا کہ تمہارے ہی ذریعہ یہ کام انجام پائے اور یہ بغاوت کسی اور کے احسان کے بغیر فرو ہو جائے، تم اعلیٰ تر عہدہ پر فائز کیے جاؤ گے، یہ لوگ تو پسند نہیں کرتے کہ میں کسی آدمی کو ترقی دوں کیوں کہ وہ چاہتے ہیں کہ میں ان کی مرضی کے مطابق چلوں، گو وہ خود کچھ نہ کریں، تمہاری ترقی پر وہ رنجیدہ ہیں، اب تم اس کام کو انجام دینے کے لیے پورا عزم کرلو، ان کی طرف سے قصور تو ہو چکا، جیسا کہ ان کے قول وفعل سے ظاہر ہے جو ہوا سو ہوا، تلک نے زمیں بوسی کر کے کہا کہ اگر یہ کام اس غلام کے بس سے باہر ہوتا تو اس کی زبان سے ایسی جرأت مندانہ باتیں اس مجلس میں آپ کے سامنے نہ نکلتیں، جب اس نے اپنا ارادہ ظاہر کیا ہے تو اس کو تکمیل تک پہنچائے گا، وہ کام کا نقشہ منظوری کے لیے پیش

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرے گا، پھر وہ جلد روانہ ہو جائے گا تا کہ اس بغاوت کو فرو کر سکے، اس ایرانی دبیر نے آ کر یہ ساری باتیں دہرائیں، امیر نے ان کو پسند کیا اور ان کو قلمبند کرنے کا حکم دیا، دبیر پوری محنت سے اس مہم کے نقشہ کو تحریر میں لے آیا جو تلک نے تیار کیا تھا، امیر نے تلک کو سارے اختیارات دیدیے تا کہ وہ باز غورک کو پار کرنے کے بعد ہندوؤں کو اطاعت گذار بنا سکے۔

جب تلک لاہور پہنچا تو اس نے بہت سے اُن مسلمانوں کو قیدی بنالیا جو احمد نیالتگین کے دوست تھے اور ان کے دائیں ہاتھ کٹوا دیے بقیہ اور لوگ جو احمد کے ساتھ تھے اس سزا اور اختیارات سے خوفزدہ ہو کر رحم کے طالب ہوئے اور احمد کا ساتھ چھوڑ دیا، اس کے بعد حکومت کے مالی اور انتظامی امور کا مناسب نظم ونسق کیا گیا، تلک نے پورے اعتماد اور اختیارات کے ساتھ احمد کا تعاقب کیا اس کے ساتھ بہت سے ہندو تھے جو زیادہ تر جاٹ تھے، اس تعاقب میں کچھ لڑائیاں اور جھڑپیں بھی ہوئی، احمد ہر طرف بھاگتا پھرا، ایک سخت لڑائی بھی ہوئی جس میں احمد کو شکست ہوئی اور وہ پھر فرار ہوا، ترکمانوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا، تلک سے امان مانگی جو دی گئی، احمد تین سو سواروں اور ساتھیوں کے ساتھ بچ نکلا، تلک نے اس کے تعاقب میں کوئی کوتاہی نہیں کی اور جاٹ باغیوں کو خطوط لکھے کہ وہ احمد کا ساتھ چھوڑ دیں اور اگر وہ احمد کو گرفتار کر کے یا اس کو قتل کر کے اس کا سر لائیں تو ان کو پانچ لاکھ درہم انعام میں دیے جائیں گے، احمد کا عرصۂ حیات تنگ ہو گیا، اس کے سارے آدمیوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور جاٹ بھی اس کا تعاقب کرنے لگے اور جب احمد ایک ندی پار کرنے والا تھا تو دو تین ہزار جاٹ اس کے پاس پہنچ گئے، اس کے ساتھ دو سو سوار تھے، وہ خود تو ندی میں کود پڑا لیکن جاٹ اس کے مال واسباب کو لوٹنے کے لیے ہر طرف سے ٹوٹ پڑے اور جب وہ اس کے پاس پہنچے تو اس نے اپنے لڑکے کو اپنے ہاتھ سے مار ڈالنا چاہا لیکن جاٹوں نے ایسا کرنے نہیں دیا اور اس کے لڑکے کو لے بھاگے جو ایک ہاتھی پر سوار تھا، اس کے بعد وہ احمد پر تیروں، نیزوں اور تلواروں سے ٹوٹ پڑے، احمد نے بہادری سے مقابلہ کیا لیکن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرے گا، پھر وہ جلد روانہ ہو جائے گا تا کہ اس بغاوت کو فرو کر سکے، اس ایرانی دبیر نے آ کر یہ ساری باتیں دہرائیں، امیر نے ان کو پسند کیا اور ان کو قلمبند کرنے کا حکم دیا، دبیر پوری محنت سے اس مہم کے نقشہ کو تحریر میں لے آیا جو تلک نے تیار کیا تھا، امیر نے تلک کو سارے اختیارات دیدیے تا کہ وہ باز غورک کو پار کرنے کے بعد ہندوؤں کو اطاعت گذار بنا سکے۔

جب تلک لاہور پہنچا تو اس نے بہت سے اُن مسلمانوں کو قیدی بنالیا جو احمد نیالتگین کے دوست تھے اور ان کے دائیں ہاتھ کٹوا دیے بقیہ اور لوگ جو احمد کے ساتھ تھے اس سزا اور اختیارات سے خوفزدہ ہو کر رحم کے طالب ہوئے اور احمد کا ساتھ چھوڑ دیا، اس کے بعد حکومت کے مالی اور انتظامی امور کا مناسب نظم ونسق کیا گیا، تلک نے پورے اعتماد اور اختیارات کے ساتھ احمد کا تعاقب کیا اس کے ساتھ بہت سے ہندو تھے جو زیادہ تر جاٹ تھے، اس تعاقب میں کچھ لڑائیاں اور جھڑپیں بھی ہوئی، احمد ہر طرف بھاگتا پھرا، ایک سخت لڑائی بھی ہوئی جس میں احمد کو شکست ہوئی اور وہ پھر فرار ہوا، ترکمانوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا، تلک سے امان مانگی جو دی گئی، احمد تین سو سواروں اور ساتھیوں کے ساتھ بچ نکلا، تلک نے اس کے تعاقب میں کوئی کوتاہی نہیں کی اور جاٹ باغیوں کو خطوط لکھے کہ وہ احمد کا ساتھ چھوڑ دیں اور اگر وہ احمد کو گرفتار کر کے یا اس کو قتل کر کے اس کا سر لائیں تو ان کو پانچ لاکھ درہم انعام میں دیے جائیں گے، احمد کا عرصۂ حیات تنگ ہو گیا، اس کے سارے آدمیوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور جاٹ بھی اس کا تعاقب کرنے لگے اور جب احمد ایک ندی پار کرنے والا تھا تو دو تین ہزار جاٹ اس کے پاس پہنچ گئے، اس کے ساتھ دو سو سوار تھے، وہ خود تو ندی میں کود پڑا لیکن جاٹ اس کے مال واسباب کو لوٹنے کے لیے ہر طرف سے ٹوٹ پڑے اور جب وہ اس کے پاس پہنچے تو اس نے اپنے لڑکے کو اپنے ہاتھ سے مار ڈالنا چاہا لیکن جاٹوں نے ایسا کرنے نہیں دیا اور اس کے لڑکے کو لے بھاگے جو ایک ہاتھی پر سوار تھا، اس کے بعد وہ احمد پر تیروں، نیزوں اور تلواروں سے ٹوٹ پڑے، احمد نے بہادری سے مقابلہ کیا لیکن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آخر میں مارا گیا اور اس کا سر کاٹ کر علاحدہ کر دیا گیا، جاٹوں نے اس کے مال واسباب لوٹ کر اس کے ساتھیوں کو یا تو تہ تیغ کر دیا یا ان کو قیدی بنالیا، ان کے سرداروں نے تلک کے پاس ان واقعات کی خبر دی، تلک آس پاس ہی میں کہیں تھا، تلک کو انتہائی خوشی ہوئی، اس نے پیامبر بھیج کر احمد کا سر اور اس کے لڑکے کو طلب کیا، جاٹوں نے پانچ لاکھ درہم کا مطالبہ کیا، تلک نے جواب دیا کہ جب وہ احمد کی کثیر دولت لوٹ چکے ہیں تو پھر اس مطالبہ سے باز آجائیں، دوبار پیامبر آئے گئے، آخر میں اسی پر سمجھوتہ ہوا کہ جاٹ ایک لاکھ درہم لے کر راضی ہوجائیں، جب یہ رقم بھیجی گئی تو احمد کا سر اور اس کا لڑکا تلک کے سامنے پیش کیا گیا، تلک کا جب مقصد پورا ہوگیا تو وہ لاہور واپس ہوکر اس علاقہ کے نظم ونسق کی طرف رجوع ہوا، پھر دربار روانہ ہوا، امیر نے تلک کو مبارک باد کے خطوط لکھوائے، تلک اور اس کے ساتھیوں کے احسانات کا شکریہ ادا کر کے ان کی تعریف کی۔ (الیٹ ج ۲، ص ۱۳۲-۱۲۵)

ان تفصیلات سے ظاہر ہے کہ غزنویوں نے ہندوؤں کو بری نظر سے نہیں دیکھا، بلکہ ان کے ساتھ پورے احترام اور ہمدردی سے پیش آتے رہے، یہ روایت محمود غزنوی ہی نے اپنے دور میں قائم کی تھی، جو اس کے جانشینوں نے برقرار رکھی، محمود غزنوی نے سومناتھ کے مندر کو جن اسباب کی بنا پر منہدم کیا، اس کے اسباب پر ہم بحث کرنا نہیں چاہتے لیکن اس کے تمام اوصاف ومحاسن کو نظر انداز کر کے اس کو محض اس لیے بہت برا سمجھا جائے کہ اس نے سومناتھ کو منہدم کیا تو یہ خود بہت بڑی مذہبی غیر رواداری کا ثبوت ہے، مگر ہندوؤں میں کچھ ایسے مورخین بھی ہیں جو اس کو بہت برا سمجھنے کے لیے تیار نہیں، مثلاً سی، وی، دیدیہ نے اپنی کتاب ہسٹری آف مڈیول ہندوانڈیا جلد سوم میں اس کے متعلق جو اپنی رائے کا اظہار کیا ہے، اس کے جستہ جستہ اقتباسات یہ ہیں:

> ''محمود ایک جلیل القدر بادشاہ تھا، اس نے محض اپنی قوت بازو سے ایک چھوٹے سے پہاڑی علاقہ کو ایک وسیع اور خوشحال سلطنت میں تبدیل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کردیا، یہ کوئی معمولی کارنامہ نہ تھا..... میرا خیال ہے کہ محمود ان افراد میں سے ہے جو قدرت کی طرف سے ایک عرصہ کے بعد پیدا ہوا کرتے ہیں اور جن میں غیر معمولی قسم کی خوبیاں اور عدیم المثال صلاحیتیں ہوتی ہیں اور جو دنیا کی تاریخ اور قوموں کی قسمت بدل دیتے ہیں، ایک انسان کی حیثیت سے وہ ایک سخت ضبط و نظم اور اعلیٰ کردار کا حامل تھا، اس کے حملوں میں اس کی مثالیں تو ملتی ہیں، کہ شہر لوٹے گئے، مندر منہدم ہوئے، خوں ریزی ہوئی، قیدی غلام بنائے گئے لیکن عورتوں کی عصمت ریزی یا ان کے قتل وخون کی کوئی مثال نہیں ملتی، وہ عدل پسند تھا، اس لیے ظلم سے اتنی نفرت کرتا تھا کہ اگر اس کا لڑکا زنا کا مرتکب ہو جاتا تو اس کو قتل کر دینے کے لیے تیار ہو جاتا، وہ ایک اچھا حکمراں بھی تھا اور اچھا منتظم سلطنت بھی، عوام کو خوش حال بنانے کی کوشش میں برابر لگا رہا، اس نے قزاقوں کی سرکوبی کر کے تجارت کو فروغ دیا، اپنے دور دراز علاقوں کی شاہراہوں کو ہر طرح کے خطرے سے پاک کر دیا، لاہور اور خراسان کے درمیان تجارتی قافلے آزادی سے آتے جاتے رہے اس نے صوبوں میں اچھے حاکم مقرر کیے ان پر نگرانی رکھتا کہ وہ لوگوں پر ظلم نہ کرنے پائیں ..... وہ سالانہ ایک لاکھ دینار عدل وانصاف اور عوام کی مرفہ الحالی اور خیرات ومبرات میں خرچ کیا کرتا تھا اور یہ تمام باتیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ وہ شہروں اور صوبوں میں عوام کی فلاح و بہبود کی خاطر ان تمام فرائض کو انجام دیتا رہا جو ایک حکمراں کو دینا چاہیے۔"

الٰہ آباد یونیورسٹی کے سابق پروفیسر ایشوری پرشاد اپنی کتاب مڈیول انڈیا میں لکھتے ہیں:

"محمود نے تاریخ میں جو جگہ بنائی ہے اس کا تعین کرنا کوئی مشکل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امر نہیں ہے، اپنے عہد کے مسلمانوں کی نظر میں تو وہ ایک غازی اور مذہب اسلام کا علم بردار تھا، جس نے کفر کا خاتمہ کر دینا چاہا، ہندوؤں کی نظر میں آج بھی ایک سنگدل اور ظالم لٹیرا ہے جس نے ان کی مقدس عبادت گاہوں کو ملیامیٹ کر کے ان کے مذہبی جذبات کو صدمہ پہنچایا لیکن ایک غیر متعصب محقق اور مورخ اس کے زمانہ کی صورت حال کو پیش نظر رکھ کر کچھ اور ہی فیصلہ دینے پر مجبور ہوگا، محمود بلاشبہ اپنے ساتھیوں کا ایک جلیل القدر رہنما، ایک انصاف پسند اور دیانت دار حکم راں، ایک باکمال اور پر جوش سپاہی، عدل وانصاف کا شیدائی، علوم وفنون کا مربی تھا، وہ بلاشک وشبہ دنیا کے بہترین اور عظیم ترین حکم رانوں میں شمار کیے جانے کے لائق ہے۔" (مزید تفصیل کے لیے دیکھو میری کتاب ہندوستان کے عہد وسطیٰ کی ایک ایک جھلک ص ۳۰-۵۹)

البیرونی کی محبت کے نغمے: اور اگر بالفرض محمود غزنوی کی تلوار سے دہشت پھیلی تو اس سے کون انکار کر سکتا ہے، تو اسی کے دربار کے ایک اہل علم یعنی ابوریحان بیرونی کے قلم سے محبت کے نغمے آج بھی ہندوستان کی فضا میں گونج رہے ہیں اور اس کے پیار اور محبت کا قلم چوما جا رہا ہے، باہمی لاعلمی سے بیگانگی پیدا ہوتی ہے، بیگانگی آنکھوں کو اندھا اور کانوں کو بہرہ کر دیتی ہے جس سے ذاتی، نسلی، اجتماعی خود بینی پیدا ہوتی ہے، اس کے بعد دل آزاری، مردم بیزاری، آبرو ریزی اور خوں ریزی شروع ہو جاتی ہے، اسی لاعلمی، بیگانگی اور بے تعلقی اور دوری کو دور کرنے کی خاطر البیرونی نے انتہائی عرق ریزی اور جاں فشانی سے غیر مسلموں خصوصاً ہندوؤں کے علوم وفنون سے واقفیت حاصل کرنے کی کوشش کی جس کی وجہ سے اس کا شمار دنیا کے ان اربابِ علم وفن میں کیا جاتا ہے جن پر خود علوم وفنون کو فخر ہے، اس کی وفات کو ۸۲۴ سال گذر گئے لیکن اس طویل مدت کے باوجود اس کی اہمیت اور مقبولیت بڑھتی جا رہی ہے، مختلف ممالک کی مختلف زبانوں میں اس کے علمی کارناموں کا احاطہ کیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جارہا ہے، اس کی علمی رواداری، مذہبی فراخ دلی اور تحقیقی دیدہ روی کی داد اب تک دی جارہی ہے، اس کی علمی کاوشوں کا مطالعہ کیا جائے تو ظاہر ہوگا کہ وہ گوشت پوست کے بجائے علم وفن کا پیکر تھا، اس کے ذوق کی رنگارنگی کو دیکھئے تو اس کے ذہن کی تشکیل اور دماغ ۹
کی ساخت پر حیرت ہوتی ہے، وہ ہیئت نجوم، علم کیمیا، تاریخ، ادب، طب اور لغت میں مہارت حاصل کرنے کے ساتھ ہی دنیا کے تمام مذاہب کے عقائد، آثار، مراسم، حتی کہ توہمات اور خرافات پر بھی گہرائی نظر رکھتا تھا، وہ عربی وفارسی کے علاوہ عبرانی اور سریانی سے بھی واقف تھا، سنسکرت بڑی ریاضت سے سیکھی اور اس زبان کی اہم تصانیف پر اس کو کامل عبور ہوگیا تھا۔

البیرونی کا علم وفن: وہ بحرالعلوم ہوکر سینہ کی امانت سفینہ میں منتقل کرنے کی فکر میں لگا رہا، اس نے ۷۵ سال کی عمر پائی، اس کی ساری عمر علم وفن کی خدمت میں گذری، شروع میں تو اس نے تنگ دستی اور عسرت میں زندگی گذاری لیکن جب اپنی علمی شہرت کی بنا پر شاہی درباروں سے وابستہ ہوا تو اس کے دن اچھے گذرنے لگے، پہلے وہ شمس المعالی قابوس بن وشمگیر کے دربار سے منسلک ہوا پھر خوارزم شاہ نے اس کو اپنے دربار میں بلا کر بڑی عزت واحترام سے رکھا، جس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوگا کہ وہ ایک بار البیرونی کے مکان سے گھوڑے پر سوار ہوکر گذر رہا تھا تو اس سے ملنے کی خواہش پیدا ہوئی، جب البیرونی اپنے حجرے سے اس کے پاس آیا تو اس نے گھوڑے سے اترنا چاہا، بیرونی نے قسم دے کر اس کو گھوڑے سے اترنے سے منع کیا لیکن اس نے ایک عربی شعر پڑھا جس کا مطلب یہ تھا کہ علم سب سے زیادہ معزز ملک ہے کہ تمام لوگ اس کے پاس آتے ہیں اور وہ خود نہیں آتا۔ (معجم البلدان ج ۶، ص ۲۱۰-۲۰۹) خوارزم شاہیوں کی تباہی کے بعد البیرونی سلطان محمود غزنوی (وفات ۴۳۰ھ) کی علم نوازی سے مستفیض ہونے لگا، پھر اس کے بیٹے سلطان مسعود کے سایۂ عاطفت میں آگیا جس کے نام پر اس نے متعدد کتابیں لکھیں، ان میں زیادہ مشہور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قانون مسعودی ہوئی، سلطان مسعود کے لڑکے شہاب الدین ابوالفتح مودود کے دربار سے بھی وابستہ ہوا، اس کے نام پر کتاب الدستور لکھی۔ (شہرزوری قلمی نسخہ ص ۹۳) شاہی درباروں سے وابستگی کے باوجود وہ دربار داری سے بے نیاز ہوکر اپنے علمی کاموں میں لگا رہا، شہرزوری نے لکھا ہے کہ وہ ہمیشہ تصنیف وتالیف میں مصروف رہتا تھا، اس کا ہاتھ قلم کو، اس کی آنکھ مطالعہ کو اور اس کا دل غور وفکر کو صرف کھانے کے اوقات میں چھوڑتا تھا، اس کی تصنیفات ایک اونٹ کے بار سے زیادہ ہیں۔ (شہرزوری قلمی نسخہ ص ۹۳) خود البیرونی نے اپنی کتاب آثار الباقیہ میں اپنی تصانیف کی تعداد ۱۱۴ بتائی ہے لیکن آثار الباقیہ اس کی وفات سے تیرہ سال پہلے لکھی گئی تھی، اس کے بعد بھی اس نے تصنیفی شغل کو جاری رکھا، وہ نزع کے عالم میں بھی علمی مسئلہ حل کرتا رہا، معجم البلدان میں یاقوت نے لکھا ہے کہ فقیہ ابوالحسن علی بن عیسیٰ الوالجی کا بیان ہے کہ میں ابوریحان کے پاس ایسی حالت میں گیا کہ وہ دم توڑ رہا تھا لیکن اس حالت میں بھی اس نے کہا کہ تم نے جدات فاسدہ کے حساب کے متعلق مجھ سے ایک دن کیا کہا تھا؟ مجھ کو اس پر رحم آیا اور میں نے کہا کہ اس حالت میں؟ ابوریحان نے کہا کیا اس مسئلہ کا علم اس سے بہتر نہیں ہے کہ میں دنیا کو اس حالت میں چھوڑوں کہ اس سے جاہل رہوں، چنانچہ میں نے اس مسئلہ کو دوبارہ بیان کیا اور اس نے اس کو یاد کرلیا، اس کے بعد میں اس کے پاس سے نکلا تو راستہ ہی میں تھا کہ رونے پیٹنے کی آواز سنی۔ (معجم الادباء ج ۶، ص ۳۹-۳۸، نیز حکمائے اسلام از مولانا عبدالسلام ندوی جلد اول ص ۶۷-۳۶۶)

البیرونی کی کتاب الہند رواداری کا ایک شاہکار: البیرونی کی تمام تصانیف میں ہندوستان اور اس سے باہر بھی کتاب الہند کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی جو عربی زبان میں لکھی گئی، اس کا پورا نام کتاب ابی الریحان محمد بن احمد البیرونی فی تحقیق ما للهند من مقولة مقبولة فی العقل اومرذولة ہے، اس میں ہندوؤں کے مذہبی اعتقادات مثلاً ارواح کی حالت، تناسخ، مجامع اور مقاماتِ جزا، منصوبات یعنی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاص خاص بت جو خاص خاص مقامات میں نصب کیے گئے، رگ بید، جزر بید، سام بید، اتھر بن بید، پران ہندوؤں کی دوسری دینی کتابیں، ان کے علم نحو، علم عروض، اوزان، ماتر، تنائی، سُداسی، خماسی، بحرین، پد، نجوم، تول ناپ، پیمائش کے طریقے، رسم الخط، رسوم، عادات، جادو، رسائن، جھاڑ پھونک، پھر ہندوستان کے شہروں، دریاؤں، سمندروں، جزیروں، یہاں کے ملکوں کے فاصلے اور حدود، پھر ستاروں، بروج، مہتاب، سبعہ سیارہ، ہفتے کے دنوں، برہمانڈ، زمین، سمندر کی وسعت، آسمان، قطب کی پیدائش کے افسانے، برہما، کلپ، چتر جگ، منترات، ناراین، باسدیو، بھارت، ادھی ماسہ، اونر، اتر، بنات النعش، ، اہرکن، سال کی تحلیل سے متعلق ہندوؤں کے تخیلات، ان کے معاشرتی رسوم، مقدس مقامات اور تالاب وغیرہ کی تفصیلات ہیں۔

ہندوؤں کے علم نجوم کے مطابق ستاروں کی ترتیب، ماہتاب کی منزلیں، آفتاب کے گرہن، سمندر کے پانی پر پے در پے مدوجزر وغیرہ کا ذکر ہے، پھر ہندوؤں کے مختلف طبقات کی معاشرت کے مختلف پہلوؤں کی مرقع کشی کی ہے، آخر میں ہندوؤں کے نجومی احکام کے اصول مدخلہ اور اس کے متعلق ان کے طریقۂ عمل کا مختصر بیان ہے۔

ان تمام موضوعات سے متعلق البیرونی کو معلومات فراہم کرنے میں جو ریاضت کرنی پڑی وہ خود اپنی جگہ پر ایک دل چسپ موضوع ہے، اس کا بیان ہے کہ جب اس نے ہندوؤں کے علوم سے واقفیت حاصل کرنے کی کوشش کی تو اس کو طرح طرح کی دقتیں پیش آئیں، اس کے لیے سنسکرت زبان کا سیکھنا بہت ضروری تھا، مگر یہ بہت مشکل کام تھا کیوں کہ بقول اس کے ہماری زبان وحلق میں ان کو ان کے اصلی مخارج سے نکالنے کی بھی صلاحیت نہیں ہے اور نہ ہمارے کان ان کو سن کر مماثل ومشابہ حروف میں تمیز کرتے ہیں اور نہ ہمارے ہاتھ کتابت میں ان کی نقل کر سکتے ہیں، اسی وجہ سے ان کی زبان کی کسی چیز کو ہمارے رسم خط میں قلم بند کرنا مشکل ہے، اس کے علاوہ اس کا بیان ہے کہ اس زمانہ کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندو جو کچھ جانتے تھے، اس کو بتلانے میں بخل کرتے، غیر قوم والے درکنار خود اپنی قوم کے نااہل لوگوں سے بھی شدت کے ساتھ چھپانا ان کی سرشت میں داخل ہے۔ (کتاب الہند ص ۱۲) مگر وہ ان مشکلات سے مطلق نہیں گھبرایا، اس نے بڑی محنت سے سنسکرت زبان سیکھی، پھر اپنی بے تعصبی اور آزاد خیالی کی وجہ سے پنڈتوں اور برہمنوں سے مل کر ان کے علوم سے واقفیت حاصل کرتا رہا اور جب وہ ان سے واقف ہو کر خود ہندوؤں کو، ان اصولوں کو جن پر ان کے احکام و مسائل کی بنیاد تھی، بتلانا، ان کے بعض دلائل کی طرف اشارہ کرنا اور ان کے حسابات صحیح طریقہ پر سمجھنا شروع کیا تو وہ تعجب کرتے ہوئے اس کی طرف لپکے اور خود اس سے کچھ سیکھنے کے لیے پروانہ وار گرتے اور اس ہندو عالم کو دریافت کرتے تھے جس سے اس نے علم حاصل کیا، وہ اس کو جادوگر کہنے لگے اور اپنے بڑے لوگوں کے سامنے اس کا ذکر اپنی زبان میں سوائے لفظ بحر یعنی سمندر کے اور ایسے پانی کے جو اس قدر ترش ہو جائے کہ سرکہ سے بھی بڑھ جائے، دوسرے لفظ سے نہیں کرتے تھے۔ (کتاب الہند عربی ص ۱۲، اردو ترجمہ جلد اول ص ۲۱-۲۰) اس نے ہندوؤں کی کتابیں جمع کرنے میں بے دریغ روپیے خرچ کیے اور جن جن گمنام اور مخفی مقامات میں ہندو پنڈت رہا کرتے تھے، وہاں پہنچ کر ان کی صحبتوں میں رہا، اس طرح بقول اسی کے ٹھکریوں میں ملے ہوئے سیپ، گوبر میں لپٹے ہوئے موتی اور سنگریزوں میں پڑے ہوئے نگینوں کو علاحدہ کر کے اپنی تصنیف کتاب الہند تیار کی جس کے متعلق ایڈورڈ سخاؤ کا بیان ہے کہ اگر مسلمان اس پر یہ فخر کر سکتے ہیں کہ یہ عربی لٹریچر کے افق پر ایک بہت ہی اہم ستارہ ہے تو ہندوؤں کو بھی اپنی خوش بختی کا اعتراف کرنا چاہیے کہ ایک صداقت پسند اور اعلیٰ قسم کے اہل علم نے ان کے آباواجداد کے تمدن کی ایک تصویر بنا کر چھوڑی ہے، اس نے جو کچھ بیان کیا ہے، اس کے بعض حصوں سے ہندوؤں کو اتفاق نہ ہو، اس کی بعض تنقیدوں سے ان کو الجھن بھی پیدا ہو سکتی ہے لیکن اس کے ساتھ وہ اعتراف کریں گے کہ اس نے جو کچھ لکھا ہے اس میں اہم صداقت کی تہ تک پہنچنے کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوشش کی اور اس بات کو ہندو بھی نظر انداز نہیں کر سکتے ہیں کہ اس نے جا بجا ان کے تمدن کی تعریف و تحسین غیر مشروط طریقہ پر کی ہے۔ (کتاب ابی الریحان محمد بن احمد البیرونی فی تحقیق ماللہند من مقولۃ مقبولۃ فی العقل اومرذولۃ دیباچہ انگریزی) پروفیسر سنیتی کمار چٹرجی (کلکتہ یونیورسٹی) نے لکھا ہے کہ البیرونی بیرونی لوگوں میں پہلا شخص ہے جس نے ہندوستان کے علوم وفنون کو سیکھ کر نمایاں شہرت حاصل کی اور اب بھی اس کا شمار ہندی علوم وفنون کے جاننے کی صف اول میں کیے جانے کے لائق ہے، اس کے علم میں بڑی وسعت اور صداقت تھی، پھر رواداری اور حقیقت پسندی بھی تھی، اس لحاظ سے وہ بنی نوع انسان کے ان رہنماؤں میں سے ہے جو ذہن وفکر پر اثر انداز ہوئے۔ (البیرونی بیادگار جلد انگریزی شائع کردہ ایران سوسائٹی کلکتہ ص ۸۳)

علامہ شبلی رقم طراز ہیں کہ یہ کتاب درحقیقت سنسکرت علوم وفنون کا نہایت عمدہ خلاصہ ہے، مصنف نے سنسکرت کی بہت سی مستند اور قدیم تصنیفات سے ذخیرۂ معلومات مہیا کیا ہے۔ (مقالات شبلی ج ۶، ص ۱۰۴) وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ جب ابوریحان بیرونی نے ہندوستان کا سفر کر کے وہاں کے علوم وفنون اور رسم وعادت پر کتاب لکھی تو تمام پچھلی تصنیفیں بازیچۂ اطفال بن گئیں۔ (ایضاً ص ۲۵)

مولانا سید سلیمان ندوی تحریر فرماتے ہیں کہ جب ہندوستان کی سرزمین سلطان محمود کے حملوں سے زیروزبر ہو رہی تھی عین اسی وقت علم وفن کا دوسرا سلطان تن تنہا نہایت اطمینان اور چین سے ہندوستان کی علمی فتوحات میں مصروف تھا، اسی سیاسی لڑائی بھڑائی اور خلفشار پر دل ہی دل میں جل رہا تھا، اس نے کتاب الہند لکھ کر جیسا کہ ڈاکٹر زخاؤ نے کہا ہے کہ ایک طرف اگر مسلمانوں کو یہ فخر تھا کہ ان کے ایک فرد نے ایک ایسی کتاب لکھی جس نے یونانی سفیروں اور چینی سیاحوں کے ہندوستان کے متعلق بیانات کو تقویم پارینہ بنا دیا، دوسری طرف ہندوستان پر یہ احسان کیا کہ اس کے پرانے تمدن، پرانے علوم اور پرانے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خیالات کو دنیا میں باقی رکھا۔ (عرب و ہند کے تعلقات ص ۱۷۶-۱۷۵)

اس کتاب کا ہر باب پر از معلومات بھی ہے اور دل چسپ بھی اور جو کچھ البیرونی لکھتا ہے، اس کی سند میں حوالے بھی دیتا ہے، پاتنجلی، گیتا، بشن دھرم، پران، ادت پران، بشن پران، مہابھارت، برہما سدھاندھ وغیرہ جیسی کتابوں کے حوالے بار بار آتے ہیں، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس نے ان کا گہرا مطالعہ کیا تھا، اس زمانہ کے ہندوؤں کے مذہبی، علمی اور معاشرتی حالات کے ساتھ جابجا اس ملک سے متعلق اس نے جو جغرافیائی معلومات دیے ہیں وہ سب کے سب لطف ولذت کے ساتھ مطالعہ کے لائق ہیں، اس مضمون میں ان سب کا احاطہ کرنا ممکن نہیں، اس لیے ہم اس کی خاص خاص باتوں کا ذکر کرنے ہی پر اکتفا کرتے ہیں۔

خدا کی ذات وصفات سے متعلق ہندوؤں کے عقائد کا مطالعہ: ہندوؤں کے مذہبی اعتقادات مثلاً ہند پران، مہابھارت، ہندوؤں کی دوسری دینی کتابیں، ان کے علم نحو، عروض، اوزان، مآثر، ثلاثی، سداسی، خماسی، پد، نجوم، رسوم، عادات، جادو، جھاڑ پھونک، برہما، کلپ، نارائن، باسدیو اور ان کے مقدس مقامات اور تالاب وغیرہ پر اپنی کتاب میں ایسی معلومات فراہم کی ہیں جن سے آج بھی بڑے بڑے پنڈت استفادہ کر سکتے ہیں، ان تمام چیزوں کا مطالعہ مخالفانہ یا متعصّبانہ نہیں بلکہ ہمدردانہ، محققانہ اور حقیقت پسندانہ ہے، وہ پاتنجلی، گیتا اور سامک کے مطالعہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا تھا کہ خدا کی ذات وصفات کے متعلق ہندوؤں کا اعتقاد یہ ہے کہ وہ واحد ہے، ازلی ہے، جس کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا، اپنے فعل میں مختار ہے، قادر ہے، حکیم ہے، زندہ ہے، زندہ رہنے والا ہے، صاحب تدبیر ہے، باقی رہنے والا ہے، اپنی بادشاہت میں یگانہ ہے، جس کا کوئی مقابل اور مماثل نہیں، نہ وہ کسی چیز سے مشابہ ہے اور نہ کوئی چیز اس کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے۔ (عربی ص ۱۳، اردو ترجمہ ج اول، ص ۲۴) وہ لکھتا ہے کہ کتاب گیتا میں جو باسدیو اور ارجن کے باہمی مکالمہ میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب مہابھارت کا ایک حصہ ہے، باسدیو نے کہا ہے ''بلاشبہ میں وہ کل ہوں جس کی نہ ولادت سے ابتدا ہے نہ موت سے انتہا، میرا مقصود اپنے فعل سے مکافات نہیں اور نہ میں محبت یا عداوت کی بنا پر ایک طبقہ کے مقابلہ میں دوسرے طبقہ کے ساتھ کوئی خصوصیت رکھتا ہوں، میں نے اپنی ہر ایک مخلوق کو وہ چیز جس کی وہ اپنے فعل میں حاجت رکھتا ہے دے رکھی ہے، پس جو شخص مجھ کو اس صفت کے ساتھ پہچانتا ہے اور خواہشات کو عمل سے دور رکھنے میں میری مشابہت اختیار کرتا ہے اس کی بندش کھل جاتی ہے اور اس کی نجات اور آزادی حاصل ہو جاتی ہے۔ (عربی ص ۱۴، اردو ترجمہ ص ۲۸)

ایشور کے متعلق ہندوؤں کا جو عقیدہ ہے اس کے متعلق البیرونی نے یہ لکھ کر وضاحت کی ہے، ان کے نزدیک وہ مستغنی ہے، جواد ہے، دیتا ہے مگر لیتا نہیں، اسی کی وحدت کو خالص وحدت سمجھتے ہیں، اس لیے کہ اس کے ماسوا کی وحدت کسی نہ کسی حیثیت سے کثرت رکھتی ہے، اس کے وجود کو وہ حقیقی سمجھتے ہیں، اس لیے کہ دوسرے موجودات کے وجود کو وہ حقیقی سمجھتے ہیں، اس لیے کہ دوسرے موجودات کے وجود کا سبب اور سہارا وہ ہے یہ تو ہم کہ سب موجودات معدوم ہیں اور وہ موجود ہے محال نہیں ہے اور یہ تو ہم کہ وہ موجود نہیں ہے اور سب موجودات موجود ہیں، محال ہے۔ (عربی ص ۱۴-۱۵، اردو ترجمہ ص ۲۶) وہ اس نتیجہ پر بھی پہنچا تھا کہ ہندوؤں کے خواص اور عوام کے مذہبی اعتقادات میں اختلاف ہے لیکن ہندو عوام کے بھونڈے اعتقادات کو تحقیر سے دیکھنے کے بجائے ان پر یہ لکھ کر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے کہ اس قسم کے اعتقادات دوسرے دینوں میں بھی ہیں بلکہ اسلام میں بھی تشبیہ، جبر اور کسی شے میں غور و فکر وغیرہ کے اقوال موجود ہیں جن کی اصلاح واجب ہے۔ (عربی ص ۱۵، اردو ترجمہ ص ۲۹)

بت پرستی کا تجزیہ: اس نے اپنی کتاب میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ بت پرستی ہندو عوام کا طریقہ ہے، خواص ہندو اس سے بری ہیں، وہ لکھتا کہ جو شخص نجات کی راہ کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طالب ہے یا جس نے مناظرہ وکلام کا مطالعہ کیا اور حقیقت کو جاننا چاہا ہے، جس کو یہ لوگ سار کہتے ہیں، وہ اللہ کے سوا ہر دوسری چیز کی عبادت سے پاک دامن ہے، بنائی ہوئی صورت کی عبادت کیا کرے گا، اس کی تائید میں گیتا کی یہ عبارت نقل کی ہے کہ بہت سے لوگ اپنی اغراض کے لیے میرے غیر کے ذریعہ ثواب حاصل کرنا چاہتے ہیں اور میرے ماسوا کے لیے اس کا وسیلہ بناتے ہیں، ہم ان لوگوں کو قوت اور توفیق دیتے ہیں اور ان کی مراد تک پہنچا دیتے ہیں، اس لیے کہ ہم ان سے مستغنی ہیں۔ (عربی ص ۵۴ باب ۱۱، اردو ترجمہ ص ۱۴۴-۱۵۸ حصہ اول) اپنے ان خیالات کے باوجود اس نے عام معلومات کے لیے بت پرستی کی تاریخ، ملتان، تھانیسر، کشمیر کے بتوں، پھر رام، بشن، بلدیو، برہما، اندر، مہادیو، بدھ، ریونت، آفتاب، امہات سبعہ وغیرہ کی مورتیوں کا حال بڑی تحقیق اور تفصیل سے لکھا ہے، جس کے قلم بند کرنے میں تحقیر کا کوئی شائبہ بھی نہیں۔

شودروں کے ناروا سلوک پر البیرونی کی تکلیف: البیرونی کا دل تو ہندوستان کے اس طبقہ کے لیے بھی بڑا نرم اور گداز رہا جس کو شودر کہا جاتا ہے، لکھتا ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ برہمن اور کشتر کے سوا دوسروں کو جن کے لیے بید سیکھنا تک ممکن نہیں ہے، نجات نہیں مل سکتی، ان کے محققین کا قول ہے کہ نجات ان طبقوں اور کل نوع انسانی کے لیے مشترک ہے، بشرطے کہ ان لوگوں میں نجات کے حاصل کرنے کا کامل ارادہ پیدا ہو جائے، اس کی دلیل بیاس کا یہ قول ہے کہ پچیس باتوں کو تحقیق کے ساتھ جان لو، پھر جو دین چاہو اختیار کرو، یقیناً نجات پاؤ گے اور اس دلیل سے بھی کہ باسدیو شودر کی نسل سے آیا تھا اور باسدیو نے ارجن سے کہا تھا کہ اللہ بغیر اس کے کسی پر ظلم کرے یا کسی سے محبت رکھے، مکافات دیتا ہے، اگر آدمی نیک کام میں اللہ کو بھول جائے تو وہ اس کام کو برا بنا دیتا ہے اور برے کام میں وہ یاد رہے اور بھولا نہ جائے تو اس کو نیک بنا دیتا ہے، اگرچہ کرنے والا بیش یا شودر یا عورت ہو، چہ جائے کہ برہمن یا کشتر ہو۔ (عربی ص ۱۵، اردو ترجمہ ص ۱۳۳ حصہ اول)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذات پات کی تفریق سے شودر کو جو نیچا درجہ دیا گیا ہے، اس سے بھی البیرونی کو تکلیف رہی، جس کو اس نے یہ لکھ کر دور کیا ہے کہ یہ سارا تفرقہ درجات کی کمی بیشی کا نتیجہ ہے، جس میں ایک شخص دوسرے کو مسخر یا محکوم بنالیتا ہے، ورنہ باسدیو نے غالب نجات کے حق میں کہا کہ عقل مند کے نزدیک برہمن اور چنڈال دوست اور دشمن، امانت دار اور خائن، سانپ اور نیولا برابر ہیں اور اگر عقل سب کو مساوی ٹھہراتی ہے تو فرق اور برتری جہالت کی پیدا کی ہوئی ہے۔ (عربی ص ۲۷۱، اردو ترجمہ جلد دوم ص ۳۱۳)

البیرونی کا عالمانہ اور منصفانہ انداز بیان: البیرونی نے ہندو مذہب کے کسی پہلو کو بری نظر سے دیکھنے کی کوشش نہیں کی ہے، اسی لیے اس کو اس مذہب کی کسی بات سے اختلاف کہیں کہیں ہوا ہے تو اس سے نہ خود برگشتہ ہوتا ہے اور نہ اپنے ناظرین کو برگشتہ کرنے کی کوشش کرتا ہے، بلکہ اپنا اختلاف عالمانہ اور منصفانہ طور پر ظاہر کرتا ہے جس میں مناظرانہ رنگ نہیں پیدا ہونے پایا ہے، وہ ہندوؤں کے اعلیٰ پایہ کے فلسفی، ریاضی داں اور ماہر ہیئت ہونے کا قائل ہے، اس کو ہندوستان کے فلسفہ سے بھی دل چسپی رہی، وہ ہندوؤں کے فلسفہ کو یونانیوں، مجوسیوں، یہودیوں، عیسائیوں اور صوفیوں کے فلسفہ سے مقابلہ اور موازنہ کرتا ہے اور کہیں کہیں تو ہندوؤں کی عقل و دانش کا مداح ہو کر اپنے خیالات کو بڑی عرق ریزی اور دقت نظری سے تطبیق دینے کی کوشش کرتا ہے، وہ ہندوؤں کے نجوم و ہیئت کے ساتھ ان کی صنعت و دستکاری کا بھی معترف رہا، پھر ہندوؤں کے نہانے کے تالابوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اس فن میں ہندوؤں کو کمال چابک دستی ہے، مسلمان جب ان کے تالابوں کو دیکھتے ہیں تو دنگ رہ جاتے ہیں اور ایسے تالاب بنانا تو درکنار ان کے بیان سے بھی عاجز رہ جاتے ہیں۔

ہندوستان کے معاشرتی حالات کے مطالعہ میں مہر و محبت کی فضا: البیرونی کی کتاب میں ہندوؤں کے معاشرتی حالات کا بھی بہت ہی خوشگوار تجزیہ ہے، جس میں مہر و محبت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اورافہام وتفہیم کی بڑی اچھی فضا ہے، ان ہی باتوں سے متاثر ہوکر پروفیسر سنیتی کمار چٹرجی نے لکھا ہے:

> ''وہ اپنے مذہبی عقیدہ کی وجہ سے ایسے لوگوں کو نظر انداز کرنا پسند نہیں کرتا تھا جو دوسرے ماحول اور فضا میں پھلے اور پھولے، اس کی یہ رواداری، بے تعصبی بلکہ بے اگ پن ایسا وصف ہے، جس کے لیے ہندوؤں کو اس کا ممنون ہونا چاہیے اور علمی دنیا بھی اس کی شکر گذار ہے، اس کی یہ خوبی لیاقت وصلاحیت سے زیادہ قیمتی ہے۔'' (البیرونی یادگار جلد ایران سوسائٹی، کلکتہ، ص ۸۳)

البیرونی نے ہندو مسلمانوں کی بے گانگی دور کرنے کی کوشش میں عربی جاننے والوں کے لیے سنسکرت سے اور سنسکرت جاننے والوں کے لیے عربی سے کتابیں بھی ترجمہ کیں جن کی ایک لمبی فہرست ہے، ان ہی میں پاتنجلی اور دراہ مہر کی کتاب لکھو جاتم کے بھی ترجمے کیے۔

قانون مسعودی میں ہندوستان کے قیمتی پتھروں اور اس کے شہروں کے طول بلد اور عرض بلد کا بڑا فاضلانہ مطالعہ ہے، اس سے اس ملک کی محبت کا اظہار ہوتا ہے۔

البیرونی نے ہندوؤں کی معاشرتی زندگی کی بھی بڑی حقیقت پسندانہ تصویر کھینچی ہے، اس سے یہ بھی اندازہ ہوگا کہ آج سے تقریباً ایک ہزار برس پہلے ہندوستان کی جو معاشرت تھی، اس میں سے اب تک کیا چیزیں اسی طرح سے باقی ہیں اور کن کن چیزوں میں تبدیلیاں واقع ہوگئی ہیں۔

البیرونی پہلے تو ہندوؤں پر عام تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ وہ غیروں کو ملچھ یعنی ناپاک سمجھتے ہیں، ناپاک سمجھنے کی وجہ سے ان سے ملنا جلنا، شادی بیاہ کرنا، ان کے قریب جانا یا ساتھ بیٹھنا اور ساتھ کھانا جائز نہیں سمجھتے، البیرونی نے اس کے مضرت رساں پہلوؤں کی طرف یہ لکھ کر اشارہ کیا ہے کہ اس طرح ہندوؤں میں کسی شخص کو جو ان کی قوم سے نہیں ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوران میں داخل ہونے کی رغبت اوران کے دین کی طرف میلان رکھتا ہے، اپنے اندر داخل کرنے کی مطلق اجازت نہیں۔ (عربی ص ۱۰، اردو ترجمہ جلد اول ص ۱۶)

معاشرتی زندگی کے کچھ پہلو: البیرونی نے ہندوؤں کی معاشرتی زندگی کی تفصیلات بیان کرنے میں یہ عجیب بات لکھ دی ہے کہ یہ لوگ بال نہیں منڈاتے، ان کی اصلی حالت گرمی کی شدت سے ننگے رہنے کی ہے، بال اس لیے نہیں منڈاتے کہ کھلا رہنے سے سر پر گرمی نہ چڑھ جائے، داڑھی کی حفاظت کے لیے اس کی چوٹیاں گوندھ لیتے ہیں، بال نہ منڈانے یا داڑھی کی چوٹیاں گوندھنے کا رواج عام رہا ہوگا، ممکن ہے کہ یہ دونوں باتیں کسی مذہبی گروہ میں پائی جاتی ہوں، پھر معلوم نہیں کس گروہ کے متعلق اس نے یہ لکھا ہے کہ ننگے رہنے پر فخر کرنے کے لیے ناخن بڑھاتے رہتے ہیں، اس لیے کہ ناخن کے ساتھ محنت طلب کام نہیں ہوسکتا اور اس لیے بھی کہ اس سے سر کھجانے اور جوں مارنے میں آرام ملتا ہے۔ (عربی ص ۸۹ اور اردو ترجمہ جلد ا، ص ۲۴۰) آج یہ پتہ چلانا مشکل ہے کہ کون سا گروہ ننگا رہنا پسند کرتا تھا، جس کے لیے وہ ناخن بڑھالیا کرتے تھے۔

ہندوؤں کے کھانے پینے کے آداب: ہندوؤں کے کھانے پینے کے آداب کے متعلق بھی معلومات ہیں، لکھتا ہے کہ ''ہندو گوبر کے دسترخوان پر اکیلے بیٹھ کر کھاتے ہیں۔'' گوبر کے دسترخوان سے مراد شاید چوکے کے گوبر سے لپائی ہو، جواب تک کہیں کہیں ہوتی رہتی ہے، اس کے بعد وہ تحریر کرتا ہے کہ جو کھانا بچ جاتا ہے اس کو دوسری دفعہ استعمال نہیں کرتے اور جس برتن میں کھاتے ہیں، اگر وہ مٹی کا ہو تو اس کو پھینک دیتے ہیں۔ (عربی ص ۸۹، اردو ترجمہ جلد ا، ص ۲۴۰) یہ عادت تو اب تک جاری ہے، پان کھانے کی عادت بھی ہندوستان میں بڑی پرانی ہے، اس لیے لکھتا ہے کہ پان چونہ کے ساتھ کھا کر اور سپاری چبا کر دانتوں کو سرخ کرتے ہیں۔ (عربی ص ۸۹، اردو ترجمہ جلد اول ص ۲۴۰) اس کے بعد البیرونی لکھتا ہے، نہار منہ شراب پیتے ہیں، اس کے بعد کھانا کھاتے ہیں، گائے کا پیشاب تھوڑا تھوڑا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دائیں طرف لکھواتے ہیں، گویا زیل کا شعر شاعر نے ان ہی کی شان میں کہا ہے:

''کوئی لکھنے والا ایسا بھی ہے جس کا کاغذ کوئلہ کی طرح سیاہ ہے، اس میں اس کا قلم سفیدی سے لکھتا ہے، گویا وہ رات میں روز روشن کو لکھتا ہے، وہ اس کو تانتا ہے بنتا نہیں ہے۔ (عربی ص ۹۰، اردو ترجمہ جلد اول ص ۲۴۳)

البیرونی کا یہ بیان بھی موجودہ ذوق سے کچھ مختلف ہے۔

کتاب کا نام آخر میں خاتمے پر لکھتے ہیں، ابتدائے کتاب میں شروع میں نہیں لکھتے، اپنی زبان کے اسماء کو مؤنث بنا کر اس میں عظمت پیدا کرتے ہیں جس طرح اہل عرب تصغیر بنا کر عظمت پیدا کرتے ہیں۔ (عربی ص ۹۰، اردو ترجمہ جلد اول، ص ۲۴۳)

ہندوؤں کے کھیل: وہ کھیلوں میں چوسر اور شطرنج کا ذکر کرتا ہے چوسر کے متعلق لکھتا ہے کہ دو آدمی کھیلتے ہیں لیکن پانسہ دونوں کے درمیان تیسرا شخص پھینکتا ہے، اس زمانہ میں اس نے شطرنج کھیلنے کا جو طریقہ بتایا ہے وہ آج سے بالکل ہی مختلف ہے، اس کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ شطرنج چار آدمی مل کر دو پانسے کے ذریعہ کھیلتے تھے جو بساط کے گرد مربع شکل میں بیٹھ جاتے تھے اور باری باری اپنے درمیان دونوں پانسے پھینکا کرتے ہیں، پانسے کے عدد سے مہرہ چلایا جاتا تھا، ہر مہرہ کے لیے علاحدہ علاحدہ عدد مقرر تھے۔

(عربی ص ۹۰، اردو ترجمہ ج ۱، ص ۲۴۴-۲۴۳)

ہندوؤں کا نفسیاتی مطالعہ: البیرونی ہندوؤں کا نفسیاتی مطالعہ کر کے اس نتیجہ پر پہنچا تھا کہ ان کی فطرت میں طبیعت کی مخالفت داخل ہے، اور اس کی دلیل یہ دیتا ہے کہ ہم نے کسی ہندو لڑکے کو جو اسلامی ملکوں میں نیا آیا ہو اور اس ملک والوں کے طریقہ کا مشاق نہ ہو، ایسا نہیں پایا جو اپنے آقا کے سامنے ہمیشہ کھڑاؤں اس کے اصلی وضع کے خلاف یعنی دائیں پاؤں والی کو بائیں کے لیے نہ رکھتا ہو، کپڑا الٹا تہ نہ کرتا ہو، فرش الٹا نہ بچھاتا ہو اور اسی قسم کی بہتیری باتیں ہیں، اس کا سبب یہی ہے کہ اس کی فطرت میں طبیعت کی مخالفت ہے۔ (عربی ص ۹۱،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اردو ترجمہ جلد اول ص ۲۳۶) یہ ضروری نہیں کہ البیرونی کے اس نتیجہ کو صحیح سمجھا جائے۔

ہندوؤں کے کیمیا بنانے اور جھاڑ پھونک کا طریقہ: البیرونی نے اپنی کتاب کے ۷۶ ویں باب میں اس زمانہ کے ہندوؤں کے کیمیا بنانے، رسائن کے فن اور جھاڑ پھونک سے متعلق معلومات فراہم کئے ہیں، گو اس نے ان علوم کو اہمیت نہیں دی ہے اور ان کی بنیاد جہالت پر قرار دے دی ہے، پھر بھی اس سلسلہ میں بہت سے دل چسپ واقعات قلم بند کیے ہیں، کیمیا کو وہ جادو تو نہیں بلکہ خبط کہتا ہے، لکھتا ہے کہ اس فن کے جاننے والے اس کو چھپانے کا بڑا اہتمام رکھتے ہیں، اس کو ایک بے بنیاد علم سمجھنے کے باوجود اس نے اس مشہور افسانہ کا بھی ذکر کیا ہے، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کیمیا کے اثر سے ایک چرواہے کا ایک کتا اور ایک سادھو سونا بن گیا، رسائن کے متعلق اس کا بیان ہے کہ یہ جڑی بوٹیوں سے تیار کیا جاتا ہے جس کو کھا کر مایوس مریض شفایاب اور بوڑھے بالکل جوان ہو جاتے ہیں اور ان کی عمر بہت طویل ہو جاتی ہے، البیرونی اس فن کی تفصیل لکھ کر یہ بھی تحریر کرتا ہے کہ رسائن کی حرص میں جاہل راجہ معصوم بچوں کو بے تکلف آگ میں جھونکوا دیتے تھے۔

(عربی ص ۹۴، اردو ترجمہ جلد اول، ص ۳۵۶)

جھاڑ پھونک کے سلسلہ میں رقم طراز ہے کہ جھاڑ زیادہ تر اس شخص کے لیے ہوتی ہے جس کو سانپ، بچھو نے کاٹا ہو، اس بارہ میں یہ لوگ اس قدر مبالغہ کرتے ہیں کہ ایک شخص نے خود ہم سے کہا کہ اس نے ایک مردے کو جو سانپ کے کاٹے سے مرا تھا، دیکھا کہ مرنے کے بعد اس کو جھاڑا گیا اور وہ جی اٹھا اور دنیا میں زندہ اور دوسروں کی طرح چلتا پھرتا رہا۔ (عربی ص ۹۰، اردو ترجمہ جلد اول ص ۲۵۸) البیرونی کو خود جھاڑ پھونک پر اعتقاد نہیں تھا لیکن اس کے بعض واقعات کی تفصیل مزے لے لے کر لکھی ہے۔

برہمن کی زندگی کا گہرا مطالعہ: البیرونی کے یہ تمام بیانات ہندوؤں کے عوام سے متعلق ہیں، اس کے بعد ہندوؤں کی چاروں ذات برہمن، چھتری، ویش اور شودر کی معاشرتی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زندگی کی بھی علاحدہ علاحدہ تصویریں کھینچی ہیں، برہمن کی زندگی کا مطالعہ بشن پران کی مدد سے کیا ہے اور اس کے مختلف دور کی تفصیلات بڑے احترام سے لکھی ہیں جو اجمالاً یہ ہیں، اس سے اندازہ ہوگا کہ برہمن کی معاشرت ایک مذہبی معاشرت تھی، یعنی ان کی معاشرت ان کے مذہب سے الگ نہ تھی۔

کتاب کے باب ۶۳ میں ہے کہ برہمن کی زندگی کے چار دور ہوتے ہیں، پہلا آٹھ سال کی عمر پر ختم ہوتا ہے، جب وہ آٹھ سال کا ہوتا ہے تو برہمن جمع ہو کر اس کی کمر میں زنار باندھتے ہیں اور گلے میں ایک جوڑا اجنوی یعنی جنیو پہناتے ہیں، جو بٹے ہوئے دھاگے کا ہوتا ہے، ایک جنیو بائیں کاندھے پر رکھ کر دائیں بغل کے نیچے لے آیا جاتا ہے، یہ کپڑے کا بنا ہوا ہوتا ہے، جنیو پہناتے وقت ایک لکڑی برہمن بچے کے ہاتھ میں دیجاتی ہے جس کو وہ پکڑے رہتا ہے، پھر وہ گھاس کی ایک انگوٹھی اس کے دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں پہنائی جاتی ہے، یہ انگوٹھی سپر کہلاتی ہے، اس سے یہ غرض ہوتی ہے کہ اس کے ہاتھ سے جو کچھ دیا جائے گا اس میں برکت ہوگی، جنیو کی بڑی اہمیت ہوتی ہے، برہمن کسی حال میں بھی اس کو جدا نہیں کرسکتا، اگر کبھی اتار دے تو گنہگار ہو جاتا ہے اور سو برت رکھے یا صدقے کا کفارہ ادا کیے بغیر پاک نہیں ہوسکتا، وہ اپنی عمر کے ۲۵ ویں سال اور بعض کے نزدیک ۳۸ سال تک زہد اختیار کرنے کے لیے بڑی محنت و ریاضت کرتا ہے، جا بجا گھومتا رہتا ہے، دن رات کسی گرو کی خدمت میں اس کے لیے رہنا ضروری ہے، بید اور اس کی تفسیر کو سیکھنا بھی اس کے لیے لازمی ہے، روزانہ تین بار غسل کرنے کا عادی ہوتا ہے، صبح شام دونوں وقت آگ کی پوجا کرتا ہے، پھر استاد کے پاس جا کر سر بسجود ہوتا ہے، ایک دن بیچ کر کے روزے رکھتا ہے، گوشت مطلق نہیں کھاتا ہے، گرو کے گھر پر جب رہتا ہے تو وہاں سے صرف ایک مرتبہ دوپہر یا شام کے وقت پانچ گھروں سے بھیک مانگنے باہر نکلتا ہے جو کچھ ملتا ہے پہلے اس کو استاد کے سامنے لا کر رکھ دیتا ہے، وہ کچھ تو اپنے لیے پسند کر لیتا ہے، بقیہ اس کو دے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیتا ہے، آگ کی پوجا کے لیے پلاس اور درب کے درختوں کی لکڑی فراہم کرتا رہتا ہے، ۲۵ سال کے بعد وہ اپنی زندگی کے دوسرے دور میں داخل ہوتا ہے، جو پچاس اور بعض کے نزدیک ستر سال تک باقی رہتا ہے، اس دور میں اس کو اپنے گرو سے بیاہ کرنے کی اجازت ملتی ہے، جس کے بعد وہ گھرستی کی زندگی اختیار کرتا ہے اس کو بیاہ کرنے کی اجازت اس شریا پر ملتی ہے کہ اس کی نیت اولاد پیدا کرنے کے سوا اور کچھ نہ ہو، اس کے لیے ایسی عورت سے بیاہ کرنا جائز نہیں جس کی عمر بارہ برس سے زیادہ ہو، اس دور میں وہ اپنی معاش کے لیے برہمنوں اور چھتریوں کو تعلیم دیتا ہے لیکن تعلیم دینے کے سلسلے میں اس کے لیے اجرت لینا جائز نہیں، وہ نذرانے لے سکتا ہے، وہ پروہت بن کر بادشاہوں اور رئیسوں سے بھی نذرانے قبول کرسکتا ہے، بشرطے کہ اس کے مانگنے میں اس کی طرف سے اصرار اور دینے والے کے لیے جبر نہ ہو، وہ مجبوری کی حالت میں کپڑے یا سپاری کی تجارت بھی کرسکتا ہے لیکن تجارت میں دغا اور فریب بھی کرنا پڑتا ہے، اس لیے بہتر ہے کہ وہ اپنی تجارت کسی بیش کے ذریعہ کرائے، اس کے لیے مویشی اور جائداد رکھنا یا سود سے فائدہ اٹھانا حرام ہے، نیل کا رنگ اس کے لیے ناپاک ہے، اگر اس کے بدن پر لگ جائے تو اس کے لیے غسل کرنا واجب ہے، اس کی زندگی کا تیسرا دور پچاس برس سے پچھتر برس یا بعض کے نزدیک نوے برس تک رہتا، اس دور میں وہ دنیا ترک کردیتا ہے، بیوی بچوں کو چھوڑ کر جنگل کی راہ لیتا ہے، چھت کے بجائے آسمان کے نیچے رہتا ہے، درخت کے پتوں سے صرف ستر چھپائے رکھتا ہے، زمین پر بستر کے بغیر سوتا ہے اور صرف پھل، ساگ پات اور ان کی جڑیں کھاتا ہے، بال بڑھا لیتا ہے اور اس میں تیل نہیں لگاتا۔

اس کی زندگی کا چوتھا دور آخری دور ہوتا ہے، اس دور میں وہ سرخ کپڑا پہنتا ہے، ہاتھ میں سونٹا رکھتا ہے، برابر دھیان یعنی فکر میں لگا رہتا ہے، قلب کو دشمنی اور ذہن کو حرص ہوس، غضب سے پاک رکھتا ہے تاکہ وہ نجات ابدی حاصل کرے اور دنیا کی طرف رجوع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیتا ہے، آگ کی پوجا کے لیے پلاس اور درب کے درختوں کی لکڑی فراہم کرتا رہتا ہے، ۲۵ سال کے بعد وہ اپنی زندگی کے دوسرے دور میں داخل ہوتا ہے، جو پچاس اور بعض کے نزدیک ستر سال تک باقی رہتا ہے، اس دور میں اس کو اپنے گرو سے بیاہ کرنے کی اجازت ملتی ہے، جس کے بعد وہ گھرستی کی زندگی اختیار کرتا ہے اس کو بیاہ کرنے کی اجازت اس شریا پر ملتی ہے کہ اس کی نیت اولاد پیدا کرنے کے سوا اور کچھ نہ ہو، اس کے لیے ایسی عورت سے بیاہ کرنا جائز نہیں جس کی عمر بارہ برس سے زیادہ ہو، اس دور میں وہ اپنی معاش کے لیے برہمنوں اور چھتریوں کو تعلیم دیتا ہے لیکن تعلیم دینے کے سلسلے میں اس کے لیے اجرت لینا جائز نہیں، وہ نذرانے لے سکتا ہے، وہ پروہت بن کر بادشاہوں اور رئیسوں سے بھی نذرانے قبول کرسکتا ہے، بشرطے کہ اس کے مانگنے میں اس کی طرف سے اصرار اور دینے والے کے لیے جبر نہ ہو، وہ مجبوری کی حالت میں کپڑے یا سپاری کی تجارت بھی کرسکتا ہے لیکن تجارت میں دغا اور فریب بھی کرنا پڑتا ہے، اس لیے بہتر ہے کہ وہ اپنی تجارت کسی بیش کے ذریعہ کرائے، اس کے لیے مویشی اور جائداد رکھنا یا سود سے فائدہ اٹھانا حرام ہے، نیل کا رنگ اس کے لیے ناپاک ہے، اگر اس کے بدن پر لگ جائے تو اس کے لیے غسل کرنا واجب ہے، اس کی زندگی کا تیسرا دور پچاس برس سے پچھتر برس یا بعض کے نزدیک نوے برس تک رہتا، اس دور میں وہ دنیا ترک کردیتا ہے، بیوی بچوں کو چھوڑ کر جنگل کی راہ لیتا ہے، چھت کے بجائے آسمان کے نیچے رہتا ہے، درخت کے پتوں سے صرف ستر چھپائے رکھتا ہے، زمین پر بستر کے بغیر سوتا ہے اور صرف پھل، ساگ پات اور ان کی جڑیں کھاتا ہے، بال بڑھا لیتا ہے اور اس میں تیل نہیں لگاتا۔

اس کی زندگی کا چوتھا دور آخری دور ہوتا ہے، اس دور میں وہ سرخ کپڑا پہنتا ہے، ہاتھ میں سونٹا رکھتا ہے، برابر دھیان یعنی فکر میں لگا رہتا ہے، قلب کو دشمنی اور ذہن کو حرص ہوس، غضب سے پاک رکھتا ہے تاکہ وہ نجات ابدی حاصل کرے اور دنیا کی طرف رجوع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ ہو، اس کو کسی دنیاوی کام سے سروکار نہیں ہوتا ہے، ثواب کی خاطر کسی گاؤں مین جاتا ہے تو ایک دن سے زیادہ اس کے لیے ٹھہرنا جائز نہیں، شہر میں پانچ دن قیام کرسکتا ہے، اس قیام میں کوئی اس کو کوئی چیز دے تو اس میں سے دوسرے دن کے لیے کچھ باقی نہ رکھے۔

برہمن کے عام فرائض یہ ہیں کہ زندگی بھر نیک کام کرتا رہے، صدقہ دے اور صدقہ لے، ہمیشہ کچھ نہ کچھ پڑھتا رہے، قربانیاں انجام دے، آگ کی نگرانی کرتا رہے، اس کو بجھنے نہ دے تاکہ مرنے کے بعد اسی میں بنایا جائے، اسی کا نام ہوم ہے، صبح کو اٹھ کر نہائے تاکہ سوتے وقت بدن کے سوراخ ڈھیلے ہوجانے سے جو نجاست پیدا ہوگئی ہو وہ دور ہوجائے، نہا کر آفتاب کی طرف دونوں ہتھیلیوں کو جوڑ کر دونوں انگوٹھوں پر اپنی رسم کے مطابق سجدہ کرے کیوں کہ آفتاب ہی ان کے نزدیک قبلہ ہے، رخ دکھن کے علاوہ کوئی اور طرف ہو، دکھن کی طرف کوئی نیک کام نہیں کیا جاتا ہے، دوپہر کے وقت غسل کرنے سے ثواب حاصل ہوتا ہے اس لیے وہ اس وقت بھی نہائے، شام کا وقت رات کے کھانے اور نماز کا وقت ہوتا ہے اس لیے وہ شام کو بھی نہائے، گو دوپہر اور شام کا نہانا صبح کے نہانے کی طرح لازمی نہیں۔

اس کو صرف دو دفعہ کھانا چاہیے، دوپہر اور رات کے وقت جب وہ کھانے پر بیٹھے تو ایک یا دو شخص خصوصاً اجنبی برہمنوں کے لیے صدقہ نکالے، کچھ جانوروں، چڑیوں اور آگ کے واسطے علاحدہ کرے، بقیہ خدا کا نام لے کر خود کھائے اور جو بچ جائے، وہ حاجت مندوں کے لیے اہر رکھ دے تاکہ جو بھی اس طرف سے گذرے، خواہ انسان ہو یا جانور اس کو کھالے برہمن کے کھانے پینے کا برتن بالکل علاحدہ ہو، اس کو ایسے ملک میں رہنا جائز نہیں جہاں وہ گھاس پیدا نہیں ہوتی ہو جس کی انگوٹھی وہ اپنی چھوٹی انگلی میں پہنتا ہے اور جس کے اندر کالے بال کے ہرن نہ چرتے ہوں، گھر میں ہر کھانے والے برہمن کی جگہ یعنی منڈل کو گوبر سے لیپا جاتا ہے، اس کی شکل مربع ہوتی ہے، کھانے کے بعد وہ دھویا اور لیپا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتا ہے تا کہ پھر سے پاک ہو، برہمن کے لیے پیاز لہسن، کدو، کرنچن اور نالی جیسی ترکاریاں کھانا بالکل حرام ہے۔ (عربی ص ۲۷۰-۲۶۷، اردو ترجمہ جلد دوم ص ۳۱۰-۳۰۳)

چھتری کی زندگی کا مطالعہ: چھتری، بیش اور شودر کے معاشرتی حالات لکھنے میں البیرونی نے کچھ بخل سے کام لیا ہے، شاید اس لیے کہ وہ برہمنوں سے زیادہ متاثر رہا ہو، لکھتا ہے کہ چھتری بید پڑھنا سیکھ سکتا ہے لیکن اس کی تعلیم نہیں دے سکتا، وہ پران کے ان احکام کی بھی پابندی کر سکتا ہے، اس کا چوکا مثلث ہوتا ہے، اس کے ذمہ حکومت کرنا اور لوگوں کی حمایت میں لڑنا ہے، جب وہ بارہ برس کا ہوتا ہے تو ایک جنیو میں دھاگے کا اور ایک موٹے کپڑے کا جنیو پہنایا جاتا ہے۔ (عربی ص ۲۷۰، اردو ترجمہ جلد دوم ص ۳۱۱)

بیش کے فرائض: بیش کا کام کاشتکاری، مکان بنانا، مویشی کی رکھوالی اور برہمنوں کی حاجتیں پوری کرنا ہے، اس کے لیے صرف دو دھاگے کا جنیو پہننا جائز ہے۔

(عربی ص ۲۷۰، اردو ترجمہ جلد دوم ص ۳۱۱)

شودر کی حیثیت: شودر کی حیثیت برہمن کے غلام کی ہے، اس کے لیے مالا جپنا، بید پڑھنا اور آگ کی قربانیاں کرنا منع ہے، اگر شودر یا بیش کے متعلق یہ ثابت ہو جائے کہ اس نے بید پڑھا تو برہمن کی اطلاع پر حاکم اس کی زبان کاٹ لیتا ہے، البتہ اللہ کا ذکر اور نیک کام کرنا یا صدقہ دینا اس کے لیے منع نہیں ہے، وہ جنیو بھی پہن سکتا ہے لیکن موٹے کپڑے کی ایک فرد سے زیادہ نہ ہو۔ (عربی ص ۲۷۱، اردو ترجمہ جلد دوم ص ۱۲-۳۱۱)

البیرونی کو اس تفریق سے دکھ پہنچا تھا، اس لیے خود ایک ہندو عالم کے ذریعہ سے اس کو یہ لکھ کر غلط قرار دیا ہے کہ یہ سارا تفرقہ درجات کی کمی بیشی کا نتیجہ ہے، جس میں ایک شخص دوسرے کو مسخر یا محکوم بنا لیتا ہے، ورنہ باسدیو نے طالب نجات کے حق میں کہا کہ ''عقل مند کے نزدیک برہمن اور چنڈال، دوست اور دشمن، امانت دار اور خائن، سانپ اور نیولا برابر ہیں اور اگر عقل سب کو مساوی ٹھہراتی ہے تو فرق اور برتری جہالت کی پیدا کی ہوئی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔(عربی ص ۲۷۱، اردو ترجمہ جلد دوم ص ۳۱۳)

شودر کے متعلق البیرونی کا بیان ہے کہ ہندوؤں میں مال کو سود سے بڑھانا حرام ہے اور اس ذریعہ سے اصل مال پر جس قدر زیادہ گناہ ہوگا، صرف شودر کو اس شرط کے ساتھ سود لینے کی اجازت ہے کہ نفع راس المال کے پچاسویں حصہ سے بڑھنے نہ پائے۔

(عربی ص ۲۷۶، اردو ترجمہ جلد دوم ص ۳۲۸)

ہندوؤں کے نزدیک حلال وحرام چیزیں: ہندوؤں کے کھانے پینے کی حلال وحرام چیزوں کا ذکر کرتے ہوئے البیرونی کی معلومات یہ ہیں کہ بکری، بھیڑی، ہرن، خرگوش، گینڈا، بھینس، مچھلی، پانی کے پرندے، گوریا، فاختہ، بٹیر، کبوتر اور مور مباح ہیں، گائے، گھوڑا، خچر، گدھا، اونٹ، ہاتھی، پلی ہوئی مرغی، کوا، طوطا، کوئل، انڈے اور شراب حرام ہیں۔(عربی ص ۲۷۶، اردو ترجمہ جلد دوم ص ۳۳۰) تعجب ہے کہ البیرونی نے ہندوؤں کے لیے بھینس کو بھی حلال بتایا ہے، حالانکہ اب ان کے لیے گائے کی طرح بھینس بھی حرام ہے، البیرونی نے بعض لوگوں کے قول کے مطابق لکھا ہے کہ مہابھارت کی لڑائی سے پہلے گائے ہندوؤں میں حلال تھی اور بعض قربانیوں میں گائے ذبح کی جاتی تھی، پھر حرام کردی گئی، اس کے حرام ہونے کی ایک وجہ یہ لکھی ہے کہ گائے کا گوشت ثقیل ہوتا ہے، برہمن اس کو کھا کر آسانی سے ہضم نہیں کر پاتے تھے، اس لیے اس کو حرام قرار دے دیا گیا، مگر خود البیرونی نے اپنی طرف سے یہ لکھا ہے کہ اس کا بچھڑا سفر، باربرداری اور کاشتکاری کے کام آتا ہے، خود دودھ دیتی ہے، جو خانہ داری میں استعمال ہوتا ہے، اس کے گوبر سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے اور یہ عجیب بات لکھی ہے کہ اس کی سانس سے بھی جاڑے کے دنوں میں استفادہ کیا جاتا ہے، ان ہی باتوں سے وہ حرام قرار دے دی گئی۔(عربی ص ۲۷۷، اردو ترجمہ جلد دوم ص ۳۳۱-۳۳۰)

ہندوؤں کے شادی بیاہ کے طریقے: کتاب کے باب ۶۹ میں ہندوؤں میں شادی بیاہ کا ذکر کرتے ہوئے البیرونی لکھتا ہے کہ ان میں بیاہ کم سنی میں ہوتا ہے، اس لیے اس کو والدین

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انجام دیتے ہیں، اس تقریب میں برہمن قربانی کی رسمیں ادا کرتے ہیں، برہمن اور غیر برہمن کو خیرات بانٹی جاتی ہے، خوشی کے آلات بجائے جاتے ہیں، مہر کا رواج نہیں، حوصلے کے مطابق عورت کے ساتھ سلوک کیا جاتا ہے، اس وقت جو کچھ دے دیا جاتا ہے، واپس لینا جائز نہیں ہوتا تاوقتیکہ عورت خود اپنی خوشی سے ہبہ نہ کر دے، شوہر اور بیوی کے درمیان موت کے سوا تفریق نہیں ہوتی، ان کے یہاں طلاق نہیں ہے۔

(عربی ص ۲۷۸، اردو ترجمہ ص ۳۴-۲۳۳)

البیرونی نے ایک طرح سے یہ تعجب انگیز بات لکھ دی ہے کہ ہندو مرد کو حق ہے کہ ایک سے زیادہ چار بیوی تک کرے، چار سے زیادہ نہیں کر سکتا۔ (عربی ص ۲۷۸) البیرونی نے اس کی سند میں کسی مذہبی کتاب کا حوالہ نہیں دیا ہے لیکن ظاہر ہے کہ اس نے کسی سند ہی کی بنا پر لکھا ہوگا، عام خیال یہی ہے کہ تعدد ازدواج اسلام ہی میں ہے، ہندو مذہب میں نہیں لیکن البیرونی کے اس بیان سے اس خیال کی تردید ہوتی ہے، وہ لکھتا ہے کہ برہمن کے لیے چار چھتریوں کے لیے تین، بیش کے لیے دو اور شودر کے لیے ایک بیوی جائز ہے۔ (عربی ص ۲۷۹) بیوہ کو دوسری شادی کا حق نہیں ہے، وہ یا تو زندگی بھر بیوہ رہے، یا جل کر ہلاک ہو جائے۔ (عربی ص ۲۷۸) بیاہ کا رشتہ قرابت مندوں میں نہیں ہوتا ہے بلکہ ان میں ہوتا ہے جو نسب سے بہت دور ہوتے ہیں، ہر طبقہ کے لیے خود اپنے طبقہ اور اس سے نیچے طبقے میں بیاہ کرنا جائز ہے، اوپر کے طبقہ میں کرنا جائز نہیں ہے۔ (عربی ص ۲۷۸) اولاد ماں کی طرف ہوتی ہے، باپ کی طرف نہیں، یعنی اگر برہمن کی بیوی برہمن ہے تو اولاد بھی برہمن ہوگی اور اگر شودر ہے تو اولاد بھی شودر ہوگی لیکن برہمن اپنے طبقہ سے باہر بیاہ نہیں کرتے۔ (عربی ص ۲۷۸)

بچہ کی پیدائش اور عقیقہ وغیرہ کے مراسم: ایام حمل کے چوتھے مہینے بچہ کے لیے قربانی دی جاتی ہے، اس کو سیمی تتوتن کہا جاتا ہے، (عربی ص ۲۷۶) بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو ولادت

مجکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونے اور دودھ پلانے کے درمیان بھی قربانی کی جاتی ہے، جس کا نام جات کرم ہے۔ (عربی ص ۲۷۹) جب عورتوں کا نفاس ختم ہو جاتا ہے تو بچہ کا نام رکھا جاتا ہے، اس وقت بھی قربانی کی جاتی ہے، جس کو نام کرم کہا جاتا ہے۔ (عربی ص ۲۷۹) جب تک عورت نفاس کی حالت میں رہتی ہے، کسی برتن کے پاس نہیں جاتی ہے نہ اس کے گھر کے اندر کوئی چیز کھائی جاتی ہے اور نہ برہمن اس کے گھر میں آگ سلگاتا ہے۔ (عربی ص ۲۷۹) رضاعت کی مدت زیادہ سے زیادہ تین برس ہے، عقیقہ تیسرے برس ہوتا ہے، کان چھیدن کی رسم ساتویں یا آٹھویں برس ہوتی ہے۔ (عربی ص ۲۷۹)

سزاؤں کے طریقے: البیرونی کی تحریروں سے ظاہر ہے کہ قتل، چوری، شراب خوری اور زنا کے لیے سخت سزاؤں کے قوانین تھے، اگر قاتل برہمن اور مقتول دوسری ذات کا ہوتا تو برہمن کو سزا تو نہیں دی جاتی لیکن اس کو کفارہ ادا کرنا پڑتا، وہ برت رکھتا، صدقے ادا کرتا اور عبادت میں مشغول رہتا، اگر مقتول بھی برہمن ہوتا تو یہ گناہ کبیرہ سمجھا جاتا، جس کو کفارہ بھی دور نہیں کرتا، اس کی سزا آخرت میں ملتی۔ (عربی ص ۲۸۰-۸۱) برہمن کے قتل کے بعد سب سے بڑا گناہ گائے کو ہلاک کرنا سمجھا جاتا ہے۔ (عربی ص ۲۸۱) اس کے بعد شراب خوری اور زنا کا گناہ تھا، برہمن یا چھتری شراب یا زنا کے مرتکب ہوتے تو ان کا مال ضبط کر کے ان کو ملک سے باہر نکال دیا جاتا، برہمن اگر چوری کرتا تو اس کی آنکھیں نکلوالی جاتیں، پھر اس کا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کٹوا دیا جاتا، ان دونوں کے علاوہ اور چوروں کو قتل کر دیا جاتا، زانیہ عورت شوہر کے گھر سے نکال دی جاتی اور وہ جلاوطن رہتی۔ (عربی ص ۲۸۱)

وراثت: میراث کے متعلق ہندوؤں کا اصول ایسا ہے کہ بیٹی کے سوا اور سب عورتیں وراثت سے محروم ہو جاتی ہیں، منو کی کتاب میں ہے کہ بیٹی کا حصہ بیٹے کے حصہ کا ایک ربع ہے۔ (عربی ص ۲۸۱) میت کے وارث صرف مرد ہو سکتے ہیں، اصول یہ ہے کہ میت کے نیچے والوں کا حق زیادہ قوی ہے اور وہ بہ نسبت اوپر والوں کے ترکہ کے زیادہ مستحق ہیں، یعنی بیٹی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بیٹے کی اولاد کو باپ دادا پر ترجیح ہے، پھر جو اشخاص اوپر یا نیچے ایک ہی جانب میں ہیں، ان میں جو لوگ میت سے زیادہ قریب ہیں، ان کی نسبت زیادہ مستحق ہیں، جو اس سے دور ہیں، یعنی بیٹا بہ نسبت پوتے کے اور باپ بہ نسبت دادا کے زیادہ مستحق ہیں جو لوگ نسبت کے سیدھے سلسلہ سے ادھر ادھر بٹ گئے ہوں جیسے بھائی وہ ضعیف ہیں اور صرف اس وقت وارث ہوتے ہیں، جب قوی وارث نہیں ہوتا اس طرح بیٹی کا بیٹا بہن کے بیٹے سے اور بھائی کا بیٹا ان دونوں سے زیادہ مستحق ہے، اگر متعدد وارث ہوں تو سب کے درمیان برابر حصے تقسیم کیے جاتے ہیں، اگر میت کا کوئی وارث نہیں ہوتا تو اس کا ترکہ حکومت کے پاس چلا جاتا ہے، مگر لاوارث برہمن کے مال پر حکومت قبضہ نہیں کرسکتی ہے وہ صدقہ کردیا جاتا ہے۔ (عربی ص ۲۸۲)

وارث پر میت کے یہ حقوق ہیں کہ اس کے مرنے کے وقت سے دس دن تک روزانہ پکا ہوا کھانا اور پانی کا ایک کوزہ کھلے آسمان کے نیچے ایک برآمدہ نما جگہ پر رکھ دیا جائے کہ شاید روح کو ابھی کسی جگہ قرار نہیں ہوا ہو اور وہ بھوک یا پیاس سے گھر کے اردگرد چکر لگا رہی ہو، دسویں دن میت کے نام پر کھانا اور ٹھنڈا پانی صدقہ کریں اور گیارہویں دن سے ایک سال تک ایک آدمی کے کھانے کے برابر کھانا اور ایک درہم کسی برہمن کے گھر بھیجتے رہنا چاہیے۔ (عربی ۲۸۲، اردو ترجمہ جلد دوم ص ۴۹-۳۴۷) اس کے مرنے کے بعد وارث کو سولہ ضیافتیں دینا ضروری ہوتا ہے جن میں کھانا کھلانے کے علاوہ کھانے والوں کو صدقہ بھی دیا جاتا ہے، پہلی ضیافت موت کے گیارہویں دن اور دوسری پندرہویں دن ہوتی ہے، پھر ہر مہینہ ایک مرتبہ دی جاتی ہے، چھٹے مہینے کا کھانا بہت عمدہ ہوتا ہے، ایک ضیافت سال کے ختم ہونے کے ایک دن پہلے ہوتی ہے، پھر سال تمام کا کھانا ہوتا ہے، ان ضیافتوں سے میت کے حقوق ادا ہوجاتے ہیں، اس کے علاوہ وارث بیٹا سال بھر غم مناتا ہے، بیوی کے پاس نہیں جاتا، پھر سال کی ابتدا میں ایک دن کھانا اس کے لیے حرام ہوجاتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(عربی ص ۲۸۲، اردو ترجمہ ۴۹-۳۴۷)

ہندوؤں کے تہواروں کے مراسم: البیرونی نے ہندوؤں کے تہواروں کا ذکر باب ۷۶ میں بہت تفصیل سے لکھا ہے، ان کے ہر تہوار کو عید کے نام سے یاد کیا ہے، ان میں سے بعض تہواروں کی خبر تو شاید بہت سے موجودہ دور کے ہندوؤں کو بھی نہ ہوگی، ہم نے ان تہواروں کے نام کا املا البیرونی ہی کے املا کے مطابق لکھ دیا ہے، لیکن ان کے بہت سے نام مثلاً چیت، جشٹ، بیہند، روپ پنجہ، اہاری، پہائی، اہوی گائے بث، دروب ہر، پربت، گونا نہید ا، اشتک، ساگارتم، ماہِ ترنج، مانسرتک، پاہاتن، اوداداور پوتین، آج کل کے تہواروں کے نام سے بالکل مختلف ہیں، یہ تمام الفاظ زخاؤ کے بیان کے مطابق ہندی الاصل ہیں جیسا کہ کتاب الہند میں اس کے تیار کردہ انڈکس سے ظاہر ہوگا، ان ناموں کے اختلاف کی وجہ معلوم نہیں ہوسکی، بعض تہواروں کی تاریخ بھی اس زمانہ سے مختلف ہے، ہندی مہینہ کی ترتیب میں کچھ نہ کچھ تھوڑا سا فرق ہے، ساون کے بعد آسن کا ذکر کیا گیا ہے، آسن سے مراد اشون یعنی کنوار ہے، آج کل بھادوں کے بعد کنوار آتا ہے، اس کی معلومات کی کچھ تفصیلات یہ ہے:

چیت کا دوسرا دن اہل کشمیر کے لیے عید کا دن ہے، اس کا نام آگدوس ہے، چیت کے گیارہویں دن کا نام ہنڈولی چیت ہے، اس دن باسدیو کے مندر پر جمع ہوکر اس کے بت کو اس طرح جھولا جھلاتے ہیں جس طرح اس کو بچپن میں جھلایا جاتا تھا، گھروں میں بھی جھولے لگائے جاتے ہیں اور لوگ خوش خوش جھولا جھولتے رہتے ہیں، چیت میں پورے چاند کے دن کا نام بہند ہے، اس میں عورتیں سنگار کر کے اپنے شوہروں سے تحفہ طلب کرتی ہیں، چیت کے بائیسویں دن کا م نام چیت جشٹ ہے، اس دن غسل کیا جاتا ہے اور صدقے تقسیم ہوتے ہیں، بیساکھ کے تیسرے دن عورتیں غسل کر کے سنگار کرتی ہیں اور مہادیو کی بیوی گور (یعنی گوری) کے بت کی پوجا کرتی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں، اس کے سامنے چراغ جلاتی اور خوشبو پیش کرتی ہیں، دن بھر بھوکی رہتی ہیں، جھولے سے دل بہلاتی ہیں، دوسرے دن صبح کو صدقہ کر کے کھاتی ہیں، بیساکھ کے دسویں دن برہمن میدانوں میں نکل کر قربانی کے لیے پانچ روز بہت سی آگ علاحدہ علاحدہ سولہ جگہوں پر سلگاتے ہیں، چار چار جگہوں کا ایک ایک حلقہ ہوتا ہے، ہر حلقہ میں ایک برہمن قربانی کا نگراں ہوتا ہے، وہاں سے سولہویں دن واپسی ہوتی ہے، اس مہینہ بسنت کی تقریب منائی جاتی ہے، اس میں برہمنوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے، جیٹھ کے پہلے اماوس میں غلہ برکت حاصل کرنے کی خاطر پانی میں ڈالا جاتا ہے، جیٹھ کے مہینہ میں جب چاند پورا ہو جاتا ہے تو اس کو روپ پنجہ کہتے ہیں، اس روز عورتیں جمع ہو کر خوشی مناتی ہیں، اساڑھ صدقہ کا مہینہ سمجھا جاتا ہے، اس کا نام اہاری ہے، اس مہینہ میں برتن بدل کر نئے کرائے جاتے ہیں، ساون میں جب چاند پورا ہوتا ہے تو برہمنوں کو بلا کر کھانا کھلایا جاتا ہے، آسن (آشون) یعنی کوار) آٹھویں دن کا تہوار باسدیو کی بہن مہانومی کے نام پر منایا جاتا ہے، اس دن گنا چوسا جاتا ہے اور گنے کی پہلی پیداوار بھگت بت کے نذر کی جاتی ہے، اس روز صدقے بھی ہوتے ہیں اور بکریاں بھی بھینٹ چڑھائی جاتی ہیں، آسن کی پندرہویں تاریخ میں جب چاند اپنی آخری منزل ریوتی میں ہوتا ہے تو پھائی کا تہوار ہوتا ہے، اس روز کشتی لڑنے اور جانوروں کا تماشا دکھایا جاتا ہے، اسی تاریخ کو باسدیو کے ماموں کنس نے اس کو کشتی لڑنے کے لیے بلایا تھا، آسن کی سولہویں تاریخ کو برہمنوں کو صدقے دیے جاتے ہیں، اس مہینہ کی ۲۳ ویں تاریخ کو اہوی کہا جاتا ہے، اس روز بھی کشتی لڑنے کی تفریح ہوتی ہے، بھادوں کے مہینہ میں جب چاند دسویں منزل میں داخل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتا ہے تو اس کو پتر پکش کہتے ہیں، اس میں بزرگوں کے نام پر پندرہ دن تک صدقے کیے جاتے ہیں، بھادوں کے تیسرے دن کو ہریالی کہا جاتا ہے، عورتیں کئی دن پہلے سے ہر قسم کا بیج ٹوکروں میں بوتی ہیں اور جب ان میں کونپل نکل آتی ہے تو ان کو نکال کر ان پر گلاب اور خوشبو چھڑکتی ہیں، رات بھر کھیل تماشا کرتی رہتی ہیں، دوسرے دن ان سب کو تالاب پر لا کر غسل دیتی ہیں، خود بھی نہاتی ہیں، پھر صدقے تقسیم کرتی ہیں، بھادوں کی چھٹی تاریخ کو گائے بت کہا جاتا ہے، اس دن کھانے کی ضیافت ہوتی ہے، بھادوں کے آٹھویں دن جب چاند کا آدھا جسم روشن ہو جاتا ہے تو یہ دن دروب ہر کہلاتا ہے، اس روز غسل کر کے اگا ہوا غلہ استعمال کیا جاتا ہے، اسی دن عورتیں حمل سے رہنے اور بیٹے کی آرزو کرتی ہیں، بھادوں کے گیارہویں دن کا نام پربت ہے، یہ بڑا اہم دن سمجھا جاتا ہے، اس روز باسدیو بت کا پوجاری اس دھاگے کو زعفران سے رنگتا ہے جو اس کو دیا جاتا ہے، رنگتے وقت دھاگہ میں کچھ جگہ خالی چھوڑ دیتا ہے، پھر باسدیو بت کے قد کے برابر ناپ کر اپنے گلے میں ڈال لیتا ہے جو اس کے قدم تک لگ جاتا ہے، بھادوں کی سولہویں تاریخ کو لڑکے سنوارے جاتے ہیں، ان کو خوشبو لگائی جاتی ہے، پھر ان جانوروں کے ساتھ کھیلنے کو کہا جاتا ہے، اس کے ساتویں دن مرد بھی اپنی آرائش کرتے ہیں، مہینہ میں جتنا دن باقی رہ جاتا ہے اس کی ہر شام کو بھی لڑکے سنوارے جاتے ہیں، برہمنوں کو صدقہ دیا جاتا ہے اور نیک کام انجام دینے کی کوشش کی جاتی ہے، جب چاند چوتھی منزل روہنی میں ہوتا ہے تو وہ گونالہید کہلاتا ہے، اس کے تین دن تک باسدیو کی پیدائش کی خوشی میں کھیل تماشے ہوتے رہتے ہیں، کاتک کے پہلے دن دیوالی (یعنی دیوالی) منائی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتی ہے، اس روز برج میزان میں آفتاب و ماہتاب اکٹھے ہوتے ہیں، اس دن لوگ غسل کر کے اپنی آرائش کرتے ہیں، پان اور سپاری تحفے میں لوگوں کے پاس بھیجتے ہیں، صدقے کرتے ہیں، دوپہر تک کھیل تماشے میں مشغول رہتے ہیں، رات کے وقت اس کثرت سے چراغ جلاتے ہیں کہ ہوا تک روشن ہو جاتی ہے، ان کا خیال ہے کہ اُس دن باسدیو کی بیوی لکشمی سروجن کے بیٹے راجہ بل کو جو ساتویں زمین میں قید ہے آزاد کرتی ہے، اور دنیا میں نکال لاتی ہے، اس دن کو بل راج یعنی بل کی حکومت بھی کہتے ہیں، عام لوگوں کا خیال ہے کہ راجہ بل کرتا جگ میں تھا، جو خیر یعنی نیکی کا زمانہ تھا، یہ دن اس زمانہ کے مشابہ ہو جاتا ہے، اسی لیے خوشی منائی جاتی ہے، کاتک میں جب چاند کے پورے ہونے کا وقت گذر جاتا ہے تو ضیافتیں ہوتی ہیں اور بقیہ مہینہ کی نصف تاریک میں عورتیں سنوری رہتی ہیں، ماگھ کے تیسرے دن گور (یعنی گوری) کے چاندی کے بتوں کو ایک کرسی پر اکٹھا کیا جاتا ہے، عورتیں جمع ہو کر رات بھر کھیلتی رہتی ہیں اور صبح کو صدقے کرتی ہیں، ماگھ میں جب چاند پورا ہو جاتا ہے تو اس میں عورتیں جمع ہو کر خوشی مناتی ہیں، پوس کے اکثر دنوں میں عورتیں کثرت سے پوہول پکاتی ہیں، جو ایک قسم کا میٹھا کھانا ہوتا ہے، پوس کے نصف روشن کے آٹھویں دن کا نام آشٹک ہے، اُس دن کھانا باست یعنی سرمق یا پالک سے پکایا جاتا ہے اور برہمنوں کو بلا کر اسی سے ان کی خاطر مدارات کی جاتی ہے، پوس کے نصف تاریک کے آٹھویں دن کا نام ساگارتم ہے، اس دن شلجم کھایا جاتا ہے، ماگھ کے تیسرے دن کا نام ماہ ترنج ہے، اس روز عورتیں بڑے لوگوں کے گھروں میں گور کے بت کے پاس جمع ہو کر اس کے سامنے عمدہ قسم کے کپڑے، عطر اور کھانے رکھتی ہیں،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علاحدہ علاحدہ مجمع میں پانی سے بھرے ہوئے ایک سو آٹھ برتن رکھے جاتے ہیں، جب ان کا پانی ٹھنڈا ہوجاتا ہے تو رات کے ہر چوتھے حصہ میں اس سے چار مرتبہ غسل کرتی ہیں، پھر صبح کو صدقے کر کے لوگوں کو کھلاتی پلاتی ہیں، ماگھ میں جب چاند پورا ہوجاتا ہے تو اس کا نام چاماہ کہلاتا ہے، اس رات اونچے مکانات پر آگ روشن کی جاتی ہے، ماگھ کی ۲۳ رتاریخ امانسر تک یا باہائن کہلاتی ہے، اس دن گوشت اور بڑی کالی ماش کی دعوتیں کی جاتی ہیں، ماگھ کی ۲۹ ویں تاریخ کو جب رات تھوڑی رہ جاتی ہے تو سب لوگ پانی میں داخل ہوکر سات غوطے لگاتے ہیں، پھاگن کے آٹھویں دن کا نام پورارتک ہے، اس دن برہمنوں کی دعوت آٹے اور گھی کے مختلف کھانوں سے کی جاتی ہے، پھاگن کے مہینہ میں جب چاند پورا ہوجاتا ہے تو اس کو اوداد یا ڈھولہ کہتے ہیں، اس رات چاماہ سے نیچی جگہوں پر آگ روشن کر کے اس کو گاؤں کے باہر پھینک دی جاتی ہے، اس مہینے کی سولہویں رات کو شوراتری منائی جاتی ہے، رات بھر مہادیو کی پوجا ہوتی ہے، اس مہینہ کی ۲۳ ویں دن کا نام پوتین ہے، اس دن چاول کے ساتھ گھی شکر ملا کر کھایا جاتا ہے، ملتان کے ہندوؤں کا ایک خاص تہوار سانب پورژاتر ہے، اس میں آفتاب کی پوجا ہوتی ہے۔ (عربی ص ۹۰-۲۸۷، اردو ترجمہ جلد دوم ۳۶۳-۳۶۵)

ہندوؤں کے بعض نامناسب مراسم کی مدافعت: اوپر کی تفصیلات سے ہوگا کہ ہندوؤں کی معاشرتی زندگی میں مذہب کی گہری چھاپ پڑی رہی، برہمن کی معاشرتی زندگی تو مذہب کے بالکل تابع رہتی، اس کی زندگی کی جو تصویر البیرونی نے کھینچی ہے وہ تو ویدک کال کے برہمنوں کی زندگی معلوم ہوتی ہے، معلوم نہیں گیارہویں صدی عیسوی میں ہر برہمن کی زندگی بھی ویسی ہی تھی جیسی کہ البیرونی نے بشن پران کی مدد سے پیش کر کے قلم بند کردی ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر ایسی ہی رہی تو وہ ضرور قابل قدر ہے، البیرونی خود بھی ان کی پاکیزہ زندگی سے متاثر معلوم ہوتا ہے، پھر اس کو اگر برہمنوں یا عام ہندوؤں کی زندگی سے متعلق بھی کچھ جاہلی یا نامناسب باتیں معلوم ہوتی ہیں تو اس کے لیے کوئی نہ کوئی خوب صورت عذر بھی پیش کرتا رہتا ہے مثلاً ایک جگہ لکھتا ہے کہ اس جاہلیت پر ہم تنہا ہندوؤں ہی کو ملامت نہیں کرتے، اہل عرب بھی زمانۂ جاہلیت میں ان ہی کے مانند بڑی بڑی نامناسب اور قابل شرم باتوں کے مرتکب ہوتے تھے۔ (عربی ص ۵۱، اردو ترجمہ جلد اول ۴۷-۲۴۶) جھاڑ پھونک کے سلسلہ میں لکھتا ہے کہ ہندو اس کو جادو سمجھتے ہیں لیکن یہ لکھ کر یہ بھی تاویل کرتا ہے کہ اس معنی کے اعتبار سے سب قومیں برابر ہیں، یعنی اور قومیں بھی اپنے جھاڑ پھونک کو جادو سمجھتی ہیں، (عربی ص ۹۶، اردو ترجمہ جلد اول ص ۲۵۹) مندروں میں کچھ بدچلن عورتیں رہتی تھیں، اس کے متعلق البیرونی کا بیان ہے کہ یہ خرابی ان کے راجاؤں کی پیدا کی ہوئی ہے، مندروں میں جو عورتیں رہتی ہیں وہ گانے ناچنے اور دل بہلانے کی غرض سے ہیں، برہمن اور مہنت یا پجاری اس کے سوا اور کچھ یعنی زنا کاری ان کے حق میں پسند نہیں کرتے لیکن ان کے راجاؤں نے ان کے شہروں کے واسطے آرائش اور لوگوں کے واسطے عیش ونشاط اور آزادہ روی کا ذریعہ بنا دیا ہے جن سے ان کا مقصود ان کے ذریعہ سے خزانے کا فائدہ اور جو کچھ خزانے سے فوج کے واسطے باہر نکلتا ہے اس کو جرمانہ اور ٹیکس کے ذریعہ خزانے میں واپس لانا ہے، اس کی تنقیص کرنے کے بجائے البیرونی اس پر یہ لکھ کر پردہ ڈالنا چاہتا ہے کہ عضد الدولہ نے بھی یہی کیا تھا، اس کے علاوہ اس کی ایک غرض یہ بھی تھی کہ فوج کے بن بیاہے سپاہیوں سے رعایا کی حفاظت ہو۔ (عربی ص ۲۷۹، اردو ترجمہ جلد دوم ص ۳۸-۳۳۷)

پہلے ذکر آیا ہے کہ ہندوؤں کے یہاں جب کوئی مرتا ہے تو اس کے لیے آسمان کے نیچے ایک برآمدہ نما جگہ پر مرنے کے وقت سے دس دن تک ہر روز پکا ہوا کھانا اور پانی کا کوزہ رکھ دیا جاتا ہے تاکہ اس کی روح کو اگر کسی جگہ قرار نہ ہو تو وہ اپنی بھوک اور پیاس کو گھر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اردگرد آ کر رفع کرے، اس سلسلہ میں بیرونی لکھتا ہے کہ سقراط کے یہاں بھی اس قسم کے خیالات پائے جاتے ہیں، اس کا خیال ہے کہ مقبرے کے گرد نفس اپنے بدن کی محبت میں چکر لگاتا رہتا ہے، نفس بدن کے ہر عضو میں سے کچھ نہ کچھ جمع کرتا ہے جو مل کر اس عالم میں اور بدن کی موت پر جب وہ اس سے جدا اور علاحدہ ہوتا ہے، اس کے بعد کے عالم میں اس کی سکونت کی جگہ بن جاتا ہے۔ (عربی باب ۷۲، اردو ترجمہ جلد دوم ص ۳۴۸-۴۹)

ایک جگہ البیرونی گنگا اور جمنا کے سنگم کے پاس ایک درخت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اس درخت کے پاس لوگ اپنے آپ کو اس طرح ہلاک کرتے ہیں کہ اس پر چڑھ کر اپنے آپ کو دریائے گنگا میں گرا دیتے ہیں، اس پر تبصرہ کرتے ہوئے وہ رقم طراز ہے کہ جو کچھ میں نے ہندوؤں سے نقل کیا، بعینہٖ اسی قسم کی بات سقراط نے کہی ہے کہ کسی شخص کے لیے یہ مناسب نہیں کہ اپنے آپ کو قبل اس کے ہلاک کرے دیوتا اس کے واسطے ایسی اضطراری حالت یا مجبوری پیدا کر دیں جیسی اس وقت ہمارے واسطے موجود ہو گئی ہے، سقراط نے یہ بھی کہا ہے کہ ہم انسان ان لوگوں کی طرح ہیں جو قید ہیں یہ مناسب نہیں کہ ہم لوگ بھاگیں اور نہ یہ کہ اپنے نفس کو کھول دیں، اس لیے کہ دیوتا اس وجہ سے کہ ہم انسان ان کے خادم ہیں، ہماری طرف خاص توجہ رکھتے ہیں۔ (عربی ص ۲۸۴، اردو ترجمہ دوم ص ۵۶-۳۵۵)

البیرونی کی نہ صرف ان تاویلات سے بلکہ اس کی زیر نظر کتاب کی ہر سطر سے اس کی کشادہ دلی اور بے تعصبی کا اظہار ہوتا ہے، اس کو پڑھتے وقت یہ بالکل محسوس نہیں ہوتا کہ وہ اپنے مذہب کی برزی کے احساس کے ساتھ وہ ہندوؤں کی مذہبی، علمی اور معاشرتی زندگی کا مطالعہ کر رہا ہے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ دور کا کوئی محقق اپنی غیر جانبداری سے ہر بات کو تحقیق کر کے لکھنے کی کوشش کر رہا ہے مثلاً ایک جگہ وہ لکھتا ہے کہ ہم سنا کرتے تھے کہ جو ہندو غلام ممالک اسلامیہ سے بھاگ کر اپنے ملک اور دین میں واپس جاتا ہے تو کفارے کے طور پر اس پر روزہ فرض کیا جاتا ہے اور گائے کے گوبر اور پیشاب اور دودھ میں چند روز

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک اس کو گاڑ دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ ان میں خمیر اٹھ آتی ہے، اس وقت نجاست سے نکال کر اس کو اسی قسم کی چیزیں جن میں گاڑا گیا تھا کھلائی جاتی ہیں اس سنی ہوئی روایت سے البیرونی کو دکھ ہوا، اسی لیے اس نے اُس کی تحقیق کی جس کے بعد وہ لکھتا ہے کہ اس قسم کی دوسری باتیں بھی ہم نے سنی تھیں، ہم نے ان کے متعلق برہمنوں سے پوچھا، انھوں نے انکار کیا اور کہا کہ اس کے لیے نہ کوئی کفارہ ہے اور نہ اس کی سابق حالت سے آنے کی اجازت ہے اور یہ کیوں کر ہوسکتا ہے، اس لیے کہ برہمن چند روز شودر کے گھر میں کھانا کھالیتا ہے تو اپنے طبقہ سے گر جاتا ہے اور اس میں کبھی واپس نہیں آسکتا۔

(عربی ص ۲۸۱، اردو ترجمہ جلد دوم ص ۴۵-۳۴۴)

البیرونی کی بے تعصبی کی تعریف: البیرونی کی کتاب میں ہندوؤں کے مذہبی، علمی اور معاشرتی حالات کے مطالعہ میں مہر ومحبت، سیر چشمی اور افہام وتفہیم کی جو خوش گوار فضا ہے، اس سے متاثر ہوکر پروفیسر سینتی کمار چٹرجی نے لکھا ہے کہ:

> ''وہ اپنے مذہبی عقیدہ کی وجہ سے اچھے لوگوں کے کارناموں کو نظر انداز کرنا پسند نہیں کرتا تھا جو دوسرے ماحول اور فضا میں پھلے اور پھولے، اس کی یہ رواداری، بے تعصبی بلکہ بے لاگ پن ایسا وصف ہے جس کے لیے ہندوؤں کو اس کا ممنون ہونا چاہیے اور علمی دنیا بھی اس کی شکر گذار ہے کہ اس کی خوبی اس کی صلاحیت ولیاقت سے زیادہ قیمتی ہے۔

(البیرونی یادگار جلد، ایران سوسائٹی کلکتہ ص ۸۳)

البیرونی قوموں کی باہمی دوری اور بے گانگی کو ایک دوسرے کے لیے بہت مضر سمجھتا رہا، اس کا یہ سمجھنا بہت صحیح تھا، کیوں کہ ایک دوسرے کی لاعلمی سے بے گانگی پیدا ہوتی ہے، بے گانگی آنکھوں کو اندھا اور کانوں کو بہرا کردیتی ہے جس سے ذاتی، نسلی، اجتماعی اور قومی خود بینی پیدا ہوتی ہے، اس کے بعد دل آزاری، مردم بیزاری، آبروریزی اور خوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ریزی بھی شروع ہوجاتی ہے جس کو قومی سرخ روئی کا نام دے دیا جاتا ہے، البیرونی نے اپنی کتاب کے باب اول کے آغاز ہی میں لکھا ہے کہ بے تعلقی کی حالت میں جو چیز نہیں معلوم ہوسکتی ہے، وہ میل جول کی حالت میں ظاہر ہوجاتی ہے، اس میل جول کی فضا کو پیدا کرنے کی خاطر اس نے انتہائی عرق ریزی اور جانفشانی سے کتاب الہند لکھی، اگر ہندو اور مسلمان دونوں میں ہر زمانہ میں ایک ایک البیرونی پیدا ہوتے رہتے تو آج ہندوستان کی تاریخ کچھ اور ہوتی۔

شہاب الدین غوری کی رواداری: غزنویوں کے بعد ہندوستان میں غوری آئے، شہاب الدین غوری کی تلوار ملتان، انہلواڑہ، سیالکوٹ، بھٹنڈا اور ترائین وغیرہ میں ضرور چمکی لیکن اسی کے واقعات زندگی میں یہ واقعہ بھی غور کرنے کے لائق ہے کہ جب نہروالا یعنی انہلواڑہ کی فتح میں ناکام رہ کر غزنیں میں مقیم تھا اور اپنی شکست کا انتقام لینے کے لیے جنگی تیاریوں میں مصروف تھا کہ کسی نے عرضی لکھ کر بھیجی کہ نہروالہ میں ایک مشہور سوداگر ہے جس کا نام وسالہ ابہر ہے، وہ ہمیشہ لاکھوں کا مال تجارت کی غرض سے ان علاقوں میں بھجوایا کرتا ہے، چنانچہ اس وقت بھی اس کا دس لاکھ کے قریب کا مال غزنین میں آیا پڑا ہے اگر بادشاہ سلامت چاہیں تو اس مال کو ضبط کر کے خزانے میں بھجوایا جاسکتا ہے، اس سے نہ صرف خزانہ معمور ہوگا بلکہ شاہی شان وشوکت میں اضافہ ہوگا، سلطان نے عرضی کی پشت پر لکھ دیا کہ:

> ''وسالہ ابہر کا یہ مال اگر نہروالا میں ہوتا اور وہاں اس پر قبضہ کیا جاتا تو ہمارے لیے حلال ہوتا لیکن غزنین میں اس مال پر قبضہ کرنا ہمارے لیے حرام ہے، کیوں کہ وہ میری پناہ میں ہے۔ (جوامع الحکایات ولوامع الروایات اردو ترجمہ نسخہ دارالمصنفین، ورق ۹۴، اردو ترجمہ حصہ اول ص ۴۷)

یہ کتاب جوامع الحکایات ولوامع الروایات اپنی حکایتوں کی رنگارنگی، بوقلمونی، دل نشینی اور سچائی کی وجہ سے بہت مشہور اور مقبول ہے، اس کی بعض حکایتیں تاریخی لٹریچر کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حیثیت رکھتی ہیں، شمس الدین ایلتتمش کے عہد میں لکھی گئی، یہ خالص اخلاقی نقطۂ نظر سے لکھی گئی ہے جس میں ہر قسم کے مکارم اخلاق مثلاً عدل، حیاء، تواضع، عفو، کرم، حلم، بردباری، ہمت، رحم، ایثار، سخاوت، فیاضی، صبر، شکر، زہد، جدوجہد، سکوت، نطق، وفاداری، امانت داری وغیرہ کے سبق آموز پہلوؤں کی وضاحت کہانیوں کی صورت میں کی گئی ہے، یہ چار جلدوں میں ایک سوابواب پر مشتمل ہے، اس میں دو ہزار ایک سو تیرہ حکایتیں ہیں۔

ہندو راجاؤں کی تعریف اس عہد کی ایک تصنیف میں: مملوک سلاطین اپنے سپاہیانہ کمالات کا جوہر اپنی سلطنت کا دائرہ بڑھا کر تو ضرور دکھا رہے تھے، اس سے کون انکار کرسکتا ہے کہ ان کی سپہ گری اُن کے لیے باعثِ فخر رہی، مگر یہاں کے باشندے اُن کی فاتحانہ تلواروں سے ضرور سراسیمہ اور وحشت زدہ رہے لیکن اسی زمانہ میں سدیدالدین محمد عونی اپنی کتاب جوامع الحکایات ولوامع الروایات میں نہروالہ کے ایک ہندو راجہ جے سنگھ کی عدل پسندی اور مذہبی رواداری اور دوسرے راجہ گورپال نامی کے بلند اخلاق اور اونچے کردار اور اسی شہر کے ہندو سوداگروں کی دیانت داری کی دل آویز تاریخی کہانیوں کو سنا کر اپنے ہم مذہبوں کو یہاں کے لوگوں سے گویا شیر وشکر ہونے کی دعوت دے رہا تھا، یہ قصے تو ایسے ہیں جو باہمی یگانگت اور موانست پیدا کرنے کی خاطر نصاب میں داخل کیے جاسکتے ہیں، ان ہی میں سے ایک قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ کھنبایت کی ایک جامع مسجد کو ہندوؤں نے نقصان پہنچایا، مسجد کے خطیب نے نہروالہ کے حکم راں رائے جے سنگھ کے پاس پہنچ کر اس کی فریاد کرنی چاہی لیکن درباریوں نے اس کی رسائی نہ ہونے دی، خطیب موقع پاکر راجہ کے پاس اُس وقت پہنچا جب وہ شکار کھیلنے جارہا تھا، اس نے اپنی سرگذشت سنائی، راجہ شکار سے واپس آیا تو کئی روز تک روپوش رہا، اس اثنا میں بھیس بدل کر کھنبایت پہنچ گیا اور سب سے پوچھ گچھ کی، ہر ایک کی زبانی اس کو یہی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے ساتھ زیادتی کی گئی ہے، اس تفتیش کے بعد اپنی راجدھانی میں واپس آیا تو خطیب کو دربار میں طلب کیا، استغاثہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش ہوا تو درباریوں نے اس کو جھٹلانے کی کوشش کی لیکن راجہ نے اپنی ذاتی تفتیش کا حال سنایا، پھر اس نے حکم دیا کہ کھنبایت کے برہمنوں، پانکوں اور آتش پرستوں کے سرداروں کو سزا دی جائے اور اپنی طرف سے ایک لاکھ بالوترے (اس زمانے کے سکے) عنایت کیے کہ مسجد اور مینار از سرنو تیار کیے جائیں، خطیب کو چار چھتر بخشے جو بڑے قیمتی اور رنگین ریشمی کپڑے سے تیار کیے گئے تھے (جوامع الحکایات ولوامع الروایات طبی نسخہ دارالمصنّفین ورق ۱۸۸، اردو ترجمہ ص ۲۴-۱۱۵ انجمن ترقی اردو)

سدیدالدین عوفی نے نہروالہ کے ایک دوسرے ہندو راجہ کی پاک نفسی کا ایک واقعہ بیان کر کے گویا اس کی تلقین کی ہے کہ اس کے کردار کی بلندی دوسرے حکم رانوں کے لیے قابل تقلید ہو سکتی ہے، اس کے بیان کے مطابق نہروالہ کا ایک راجہ گور پال بہت ہی انصاف پسند، نیک اور عقل مند تھا، گدی پر بیٹھنے سے پہلے وہ برسوں سادھوؤں کی صحبت میں رہ چکا تھا، اس لیے اس میں بہت سی خوبیاں پیدا ہو گئی تھیں، راج ملنے کے بعد ایک دن وہ ہاتھی پر سوار ہو کر کہیں جا رہا تھا کہ ایک خوبصورت دھوبن پر اس کی نظر پڑی، اس کو دیکھ کر اس کی نفسانی خواہش ابھری، اس نے ہاتھی اس کی طرف بڑھایا، مگر یکا یک اس کو خیال آیا کہ پرائی عورت سے ملنے کا خیال بڑا پاپ ہے اس خیال کے آتے ہی وہ اپنے محل میں واپس آیا، برہمنوں کو بلایا، ان سے کہا کہ میں لکڑیاں اکٹھی کر کے آگ جلاؤں گا اور جل مروں گا، برہمنوں نے پوچھا آپ نے ایسا کون سا پاپ کیا ہے" راجہ نے دھوبن پر بری نظر ڈالنے کا واقعہ سنایا تو برہمنوں نے فیصلہ دیا کہ بیشک راجہ کے لیے پرجا کی بہو بیٹیوں کو بری نظر سے دیکھنا بڑا پاپ ہے، اس کے بعد آگ جلائی گئی، راجہ آگ میں کودنے کے خیال سے آگے بڑھا تو برہمنوں نے اس کا دامن تھام لیا اور بولے بس کیجیے مہراج! آپ کا پاپ مٹ چکا، آپ نے اس کا بدلہ چکا دیا کیوں پاپ جو کچھ کیا آپ کے من نے کیا، بدن نے نہیں کیا، آپ کا بدن اگر پاپ کرتا تو ہم اسے جلا دیتے چوں کہ من نے پاپ کیا تھا اور وہ اب تک برائی کے احساس کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آگ میں جلتا رہا، اس لیے اس کی سزا ختم ہوئی، برہمن راجہ کو آگ کے پاس سے ہٹا لے گئے، پھر بھی راجہ نے اپنے نفس کو دھونے کے لیے ایک لاکھ بالوترے دان کیے۔ (جوامع الحکایات ولوامع الروایات قلمی نسخہ دارالمصنفین ورق ۹۳، اردو ترجمہ ص ۳۸-۳۶، انجمن ترقی اردو)

مورخ ضیاء الدین برنی کی اشتعال انگیز تحریریں: ضیاء الدین برنی نے اپنی تاریخ فیروز شاہی میں ان ہندوؤں کے خلاف بہت ہی سخت اور ناخوش گوار باتیں لکھی ہیں جو سلاطین دہلی سے برسر پیکار تھے اور ان کے خلاف باغیانہ روش، اختیار کیے ہوئے تھے، اس کے علاوہ مولانا ضیاء الدین برنی کے اپنے کچھ ذاتی خیالات تھے جن کا اظہار وہ مختلف پیرایہ میں کرتے رہے، ان کے بعض جملے اور بیانات ایسے ضرور ہیں جن کو پڑھ کر غیر مسلموں میں بڑا اشتعال پیدا ہوتا ہے لیکن یہ اشتعال ایسے لوگوں ہی میں پیدا ہوتا ہے جو قرآن وسنت کی روشنی میں اسلام کی تعلیمات کا مطالعہ کرنا گوارا نہیں کرتے اگر وہ ان تعلیمات کا گہرا مطالعہ کریں اور ان ہی کے مطابق کسی مورخ یا کسی حکمراں کا ناروا قول یا فعل پائیں تو ان کا اشتعال یہی قرار دیا جاسکتا ہے لیکن کسی مورخ یا کسی حکم راں کے قول وفعل کو اسلام کی تعلیم سمجھ کر اسلام سے نفرت کرنا اور پھیلانا نیک نفسی اور نیک نیتی کی دلیل نہیں ہوسکتی، محرور المزاج مورخوں، فقیہوں اور حکم رانوں نے وقتی مصلحتوں اور شاہی ضرورتوں کے مطابق، اسلامی قوانین کی نامناسب تاویلیں کیں تو وہ اسلام کی اصلی تعلیمات قرار نہیں دی جاسکتی ہیں۔

ضیاء الدین نے اپنی تاریخ فیروز شاہی میں لکھا ہے کہ علاء الدین خلجی نے قاضی مغیث الدین سے ہندوؤں کی شرعی حیثیت کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ ہندوؤں کو ذلیل رکھنا دینداری کے لوازم میں سے ہے کیوں کہ وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے دشمن ہیں، اس لیے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہندوؤں کے قتل کرنے ان سے مال غنیمت لینے اور ان کو غلام بنانے کا حکم دیا۔ (تاریخ فیروز شاہی ص ۲۹۰) کون ہندو ہے جو اس کو پڑھ کر مشتعل نہ ہوگا مگر یہ تمامتر قاضی مغیث کی من

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گھڑت حدیث ہے جس کو نقل کر کے ضیاء الدین برنی نے اپنی اور ان کی انتہا پسندی بلکہ کج فہمی کا ثبوت دیا ہے کیوں کہ ذیل کی حدیث کے بعد قاضی مغیث کی روایت کو کوئی کیوں کر قابل قبول سمجھ سکتا ہے جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ارقمؓ کو جزیہ وصول کرنے پر مقرر کیا تو ان کو بلا کر فرمایا ''جان لو کہ جو شخص کسی معاہد یعنی ذمی پر ظلم کرے گا یا اس سے اس کی طاقت سے زیادہ کام لے گا یا اس کو ذلیل کرے گا یا اس سے کوئی چیز اس کی مرضی کے بغیر لے گا تو میں قیامت کے دن اس کا دشمن بنوں گا''۔

(کتاب الخراج از: قاضی ابو یوسف ص ۷۲، مصری ایڈیشن)

اسلام میں انسانی برادری کے حقوق کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے ہر حال میں منصفانہ برتاؤ کی تلقین کی گئی ہے، سورہ مائدہ میں ہے کہ ''کسی قوم کی عداوت تم کو اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم عدل اور انصاف نہ کرو، عدل اور انصاف ہر حال میں کرو کہ یہ بات تقویٰ کے قریب ہے''۔ (مائدہ: ۲۰) بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ جو بندوں پر رحم نہیں کرتا اس پر خدا رحم نہیں کرتا، مستدرک حاکم میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا تم زمین والوں پر رحم کرو تو آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا، تفسیر کی روایتوں میں ہے کہ صحابہ جب مذہبی اختلاف کی بنا پر غریب مشرکوں کی مدد سے کنارہ کشی اختیار کرنے لگے تو یہ آیت اتری کہ ان کو راہ پر لے آنا تیرے اختیار کی بات نہیں لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے راہ پر لے آتا ہے اور جو بھلائی خرچ کرو وہ تمہارے ہی لیے ہے۔ (بقرہ: ۳۷) مسند احمد میں ہے کہ آپؐ نے مسلمانوں کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک پورا مومن نہیں ہوگا جب تک کہ وہ اور لوگوں کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے اور جب تک وہ آدمی کو صرف خدا کے لیے پیار نہ کرے۔ (مزید تفصیل کے لیے دیکھو سیرۃ النبیؐ جلد ۶، باب انسانی برادری کا حق)

رحمۃ للعالمین کی شان رحمت کی تعلیم کے باوجود ضیاء الدین برنی نے ہندوؤں کے خلاف اشتعال انگیز باتیں لکھ کر اس عہد کی تاریخ بلکہ اسلام کو نقصان پہنچایا ہے مگر اس سلسلہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں یہ لکھے بغیر نہیں رہا جاتا کہ اس دور کے مورخین اور فقہا تو بہت کچھ باتیں اپنی نسلی برتری یا فتح و تسخیر کے غرور میں کہہ گئے جو ان کو نہ کہنا چاہیے تھا اور جن سے موجودہ دور کے مسلمانوں کو شرمندہ ہونا پڑتا ہے لیکن اس بیسویں صدی کے اس روشن خیال دور میں ہندوستان کے کچھ مورخین ایسے بھی ہیں جو ازمنہ وسطیٰ کے سپاہیانہ تعصب سے بھی زیادہ سبقت لے جانا چاہتے ہیں مثلاً آج کل کے ہندوستان کے سب سے بڑے مورخ آر، سی مورندار سمجھے جاتے ہیں وہ ہسٹری اینڈ کلچر آف انڈین پیوپل کی جلد پنجم کی تمہید (ص ۷۸) میں لکھتے ہیں:

''گیارہویں صدی کے شروع ربع میں ہندوستان کے لیے ایک بڑا المیہ پیش آیا اور یہ المیہ ایسا تھا جس سے مستقبل میں بڑے نتائج پیدا ہوئے، اس سے نہ صرف ہندوستان کی دولت اور انسان کی قوت جاتی رہی بلکہ مسلمانوں کو پنجاب میں مستقل طریقہ سے پاؤں جمانے کا ایک موقع مل گیا، جہاں سے ان کو اندرون ملک کے لیے ایک شاہ راہ مل گئی،..... چھ ہندو راجاؤں نے مسلمانوں کو شکست دی اور ان کی جارحانہ معرکہ آرائیوں کو روکا، ان ہی راجاؤں میں سے ایک نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ اس نے ملیچھوں یعنی مسلمانوں کو نکال باہر کیا ہے تا کہ آریہ ورت کا نام پورا پورا اس پر صادق ہو اور یہ آریوں کا مسکن رہے لیکن اس قسم کے قومی شعور کی مثالیں کم ملتی ہیں، اس لیے یہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ ڈینگ ہانکنے کے بجائے ہندو راجاؤں نے مل کر اس کی کوشش نہیں کی کہ وہ ترک فاتحوں کو ہندوستان سے باہر نکال دے، اپنے گوشت سے کانٹا نکال پھینکنے کے بہت سے مواقع آئے جب کہ یہ کام آسانی سے ہوسکتا تھا ..... لیکن طاقتور ہندوستانی راجاؤں نے ڈیڑھ صدی تک ایسے مواقع سے فائدہ اٹھانے کے بجائے اپنے ہمسایہ راجاؤں کو نقصان پہنچا کر اپنی حکومت کے دائرے کی توسیع کی فکر میں لگے رہے اور انھوں نے اس قومی فریضہ کو انجام دینے کی طرف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مل کر پوری توجہ نہیں کی کہ ایک غیر ملکی مذہب کے بیرونی لوگوں کی غلامی سے پنجاب کو آزاد کراتے۔"

قاضی مغیث الدین یا ضیاء الدین برنی نے جو تلخ باتیں کہیں وہ تو وقتی غیض وغضب پر محمول کی جاسکتی ہیں لیکن مذکورہ بالا تحریر تو صدیوں کے بعد لکھی گئی ہے اگر قاضی مغیث کی باتیں قابل مذمت ہیں تو مذکورہ بالا اس سے زیادہ قابل مذمت قرار دی جانی چاہیے، اس کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ ایسی جو تحریریں نکلیں یا نکلتی رہی ہیں، ان کو قابل اعتنا ہرگز نہیں سمجھنا چاہیے کیوں کہ آر، سی، مورندار کی تحریروں سے دل شکنی ہوتی ہے تو اسی دور میں بہت سی ایسی تحریریں بھی شائع ہوئی ہیں جن سے باہمی موانست کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، اسی طرح اگر ضیاء الدین برنی کے بعض بیانات سے دل آزاری ہوتی ہے تو اسی دور میں ایسے تاریخی واقعات بھی ملتے ہیں جن سے قاضی مغیث الدین کی تلقین بے معنی نظر آتی ہے بلکہ بعض ہندو راجاؤں کے متعلق امیر خسرو، عصامی اور خود ضیاء الدین برنی نے بہت اچھے الفاظ استعمال کیے ہیں اور ان سے جو خوش گوار تعلقات پیدا ہوئے، اُس کا ذکر لطف ولذت سے کیا ہے جیسا کہ ابھی ذکر آئے گا، اس کے علاوہ یہ بھی غور کرنے کی ضرورت ہے کہ کیا قاضی مغیث الدین کی تلقین پر کبھی عمل ہوا، حجاج بن یوسف بڑا جابر حاکم گذرا ہے، گذشتہ اوراق میں اس کے احکام کا ذکر آچکا ہے، اس نے کبھی محمد بن قاسم کو وہ تلقین نہیں کی جو قاضی مغیث الدین نے کی اور جس کو ضیاء الدین برنی نے قلم بند کر کے بظاہر ایک فرض ادا کیا ہے، خود ضیاء الدین برنی نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوگا کہ اس تلقین پر کبھی عمل نہیں ہوا اور اگر ہوتا تو مسلمانوں کی حکومت دیرپا نہ ہوتی، فاتح اور مفتوح کے درمیان ضرور تلخیاں رہیں لیکن فاتح کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ ان تلخیوں کو جلد از جلد دور کر دے اور ایسی تلخیاں دور ہوتی رہیں۔

غیاث الدین بلبن کے عہد کی رواداری: غیاث الدین بلبن (۱۲۸۷ء-۱۲۶۵ء) کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عہد تک آتے آتے تو تعلقات میں خوش گواری پیدا ہوگئی تھی، اس دور کی رعایا پروری، عدل گستری اور رواداری کا اندازہ سنسکرت کے اس کتبہ سے بھی ہوتا ہے جو پالم میں پایا گیا اور دہلی کے آثار قدیمہ کی عجائب گاہ میں موجود ہے، اس میں تاریخ ۱۳۳۷ بکرمی (مطابق ۸۱-۱۲۸۰ء) درج ہے، اس میں سلطان غیاث الدین بلبن کے متعلق ہے کہ اس بادشاہ کی حکومت شاندار اور قابل تعریف ہے..... اس بادشاہ کی خدمت میں جو متعدد راجے آتے جاتے ہیں ان کے مکٹوں سے گرے ہوئے جواہرات کی چمک دمک کھل جانے سے سارا ملک جگمگا رہا ہے..... جب سے اس سلطان ذیشان نے دنیا کا بوجھ اپنے کندھوں پر لیا ہے، دنیا کو سہارا رکھنے والے شیش ناگ دھرتی کے بوجھ سے سبک دوش بیٹھے ہیں اور وشنو بھگوان ان کی نگہبانی کا خیال چھوڑ کر اطمینان سے دودھ کے سمندر پر محو استراحت ہیں ..... اس سلطان کے عہد معدلت میں ..... دہلی کا شہر خوش حال اور فارغ البال ہے، یہ شہر دھرتی ماتا کی طرح بے شمار جواہرات کا خزانہ ہے، شورگ دھام کی طرح عیش وعشرت کا ٹھکانہ ہے، پاتال کے مانند شہزور دنتوں کا مسکن ہے، اور مایا کی طرح دل کش ودل فریب ہے۔ (بحوالہ ہندوستان کے معاشرتی حالات ازمنۂ وسطیٰ میں از: عبداللہ یوسف علی ص ۱۰۰-۹۸)

ہندو راجاؤں کا احترام: اوپر کے کتبہ سے ظاہر ہے کہ بلبن کے دربار کی زینت وآرائش بڑھانے میں ہندو راجاؤں کا بھی حصہ تھا، خود ضیاء الدین برنی نے بلبن کے حالات کے سلسلہ میں لکھا ہے:

"رسولان دوردست ورایان وراءزادگان ومقدمان آمدہ درگاہ را خاکبوس کنانیدندے۔" (تاریخ فیروز شاہی ص ۳۱)

بلبن جب طغرل کی بغاوت کے لیے کھنوتی گیا تو رائے دنوج نے طغرل کے خلاف اس کی ہر قسم کی مدد کی، رائے دنوج جب اس سے ملنے آیا تو تاریخ مبارک شاہی کے مصنف کا بیان ہے کہ وہ رائے دنوج سے بڑے احترام سے پیش آیا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''چوں برسید.....تشریفات گراں مایہ سرف گردانید۔

(ص۴۳-۴۲)

راقم کا یہ خیال ہے کہ سلاطین دہلی کے زمانے میں ہندو امرا دربار سے علاحدہ رہنے کے بجائے اس سے برابر وابستہ رہے، مگر اس دور کے مورخوں نے ان کا ذکر اس انداز میں نہیں کیا ہے جس طرح کہ ان کا مغلوں کے زمانے میں ہوا مثلاً بلبن کے جانشین معزالدین کیقباد کے دربار کے ہندوؤں کا ذکر امیر خسرو نے قران السعدین میں اس طرح کیا:

راوت ژو بیں زن وخاراشگاف ☆ پشت بہ پشت از پے روے مصاف

راوت سے یہاں مراد غالباً راجپوت ہی ہیں، معزالدین کیقباد کے بعد کرہ کے ملک چھجو اور جلال الدین خلجی سے لڑائی ہوئی تو کوتلہ کے پرم دیو اور رائے بھیم دیو نے ملک چھجو کا ساتھ دیا۔ (تاریخ مبارک شاہی ص۶۴-۶۳)

علاء الدین خلجی کے عہد میں ہندو راجاؤں کی قدر و منزلت: اور یہ مطالعہ کر کے تعجب ہوتا ہے کہ سلطان علاء الدین خلجی (۱۳۱۶ء۱۲۹۶ء) نے جنوبی ہند کی تسخیر کی تو ان علاقوں کی فتوحات کے سلسلہ میں ہندو راجاؤں کا بھی تعاون رہا ہے، علاء الدین خلجی نے ۱۲۹۶ء میں دیوگیر فتح کیے اور اس کا راجہ رام دیو علاء الدین خلجی کا ہر طرح وفادار رہا، اس کے لڑکے بھیلم نے اس کے خلاف سرکشی کی تو اس نے علاء الدین خلجی سے امداد طلب کی، فتوح السلاطین میں عصامی نے رام دیو کا ذکر ''سرفراز ہنود'' اور ''بندہ خاص درگاہ شاہ'' لکھ کر کیا ہے، رام دیو نے جس طرح مدد مانگی اور پھر یہ جس طرح دی گئی، اس کو عصامی جس طرح بیان کرتا ہے اس سے یہ بھی اندازہ ہوگا کہ رام دیو سلطان علاء الدین خلجی کو عزت کی نظر سے دیکھتا تھا:

ہم آخر شنیدم کہ از رام دیو ☆ یکے بیکے آمد بہ گیہاں خدیو

نہانی بہ شہ گفت کاے شہریار ☆ جہاں باد بر نام تو پائیدار

مرا رائے بہ شہ فرستاد زود ☆ چنیں گفت آں سرفراز ہنود

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ بھیلم ابا جملہ اہل دیار ☆ سرے تافت از طاعتِ شہریار
مراہم بہ تکلیف از راہ برد ☆ عنانم بدہ جواناں سپرد
من از بیم جاں دادم اورا رضا ☆ ہمہ حال گشت از در بادشاہ
منم بندۂ خاص درگاہِ شاہ ☆ نتابم سراز حکم شہ ہیچ گاہ
ہماں عہد کہ دل بہ شہ کردہ ام ☆ بہ صد عجز سوگند ہا خوردہ ام
چوخاکم دہد دور گیتی بباد ☆ روان مرا باشد آں عہد یاد
گراں مفخر خسروانِ سلف ☆ فرستد یکے بندہ ایں طرف
برآرد دیارے زبرگشتگاں ☆ بروبستہ شاں پیش شاہ جاں
چو ایں قصہ را جملہ گیہاں خدیو ☆ شنید از فرستادۂ رام دیو
ملک نائب آنگہ بہ فرمان شاہ ☆ بہ ملت بزد خیمہ وبارگاہ
سپہ راند درجانب دیوگیر ☆ ہمی رفت ہرروز باداروگیر

ملک کافور کی نگرانی میں یہ فوج دیوگیر کی طرف بھیجی گئی اور وہاں اس کو فتح حاصل ہوئی عصامی کا بیان ہے کہ اس کے بعد رام دیو علاء الدین خلجی کے دربار میں آیا، تو اس کا شاندار استقبال کیا گیا، اس پر موتی نچھاور کیے گئے، دو لاکھ تنکے نذر دیے گئے، رائے رایان کا خطاب عطا کیا گیا اور کچھ دنوں کے بعد اس کو چتر بھی دیا گیا۔ (ص ۲۷۶)

شنیدم کہ آں خسرو نیک نام ☆ بداد اندراں روز خوش یار عام
ہماں رام دیو گزیں را بخواند ☆ بفرقش بسے درد گوہر فشاند
دولک تنکہ زر ہماں شاہ داد ☆ بداں آ ہر مرتبہ انعام داد
بکرد آنگش رائے رایاں خطاب ☆ کہ اہل وفا یا فتش کامیاب
دگر بار تاں خسرو کامگار ☆ یکے چتر دادش دراں روز گار

اور جب ۱۳۰۹ء میں دہلی سے کافور کی فوج ارنگل کی طرف بڑھی تو رام دیو نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شاہی فوج کی ہر طرح مدد کی، یہ فوج دیوگیر ہوتی ہوئی ارنگل پہنچی تو رام دیو نے بڑھ کر اس کا استقبال کیا، ملک کافور اور اس کے امرا کی خدمت طرح طرح سے کی، روزانہ لشکر کی دیکھ بھال کے لیے آتا اس کے لیے علوفے فراہم کیے، دیوگیر کا بازار کھول دیا، دکانداروں کو تاکید کی کہ وہ اپنی چیزوں کو سستی قیمت پر فروخت کریں، جب لشکر دیوگیر سے آگے بڑھا تو رام دیو نے اپنے آدمی ارنگل تک ساتھ کر دیے کہ وہ لشکر کو علوفہ، غلہ اور دوسری چیزیں فراہم کرتے رہیں اور لشکر سے پورا تعاون کریں، اس نے ملک کافور کے سایہ بان لعل کی محافظت کے لیے مرہٹہ سوار اور پیادے بھی نامزد کیے، خود ملک کافور کو رخصت کرنے دور تک گیا، مولانا ضیاء الدین برنی جو قاضی مغیث الدین کی تلقین کے حامی تھے، رام دیو کی اطاعت، فرماں برداری، اخلاص اور ہوا خواہی سے متاثر ہو کر لکھتے ہیں:

''می گفتند کہ اصیل و اصیل زادہ را بر سرکاری کردن ہمیں بار آرد کہ از رام دیو معاینہ می شود۔'' (تاریخ فیروز شاہی ص ۳۲۹)

مولانا ضیاء الدین برنی ہی کا بیان ہے کہ رام دیو آخر وقت تک علاء الدین خلجی کا بہی خواہ رہا (ص ۳۲۶) عصامی کی روایت کے مطابق رام دیو کی ایک لڑکی سلطان علاء الدین خلجی کے حرم میں بھی داخل ہو گئی تھی اور اس سے شہاب الدین خلجی پیدا ہوا جس کو علاء الدین خلجی کی وفات کے بعد ملک نائب کافور نے کچھ دنوں تخت پر بٹھایا۔

(ص ۳۴۴-۳۳۵)

۱۳۱۲ء میں شہزادہ خضر خاں کی شادی الپ خاں کی لڑکی سے ہوئی تو اس تقریب کے جشن میں رام دیو بھی مدعو کیا گیا، وہ اور ہندو راجاؤں کے ساتھ اس میں شریک ہوا، فتوح السلاطین میں ہے۔ (ص ۳۱۶)

ز گجرات آمد الپ خاں زاد ☆ بفرماں سہ سر بہ حضرت نہاد
شنیدم کہ آورد بس برگ وساز ☆ پے کار دخت خود آں سرفراز

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہماں رام دیو آمد از دیوگیر ☆ کہ مرشاہ را بود فرماں پذیر
دگر مرزبانان اقلیم دار ☆ خراماں رسیدند از ہر دیار

اسی سال یعنی ۱۳۱۲ء میں سلطان علاء الدین خلجی نے ملک کافور کی نگرانی میں دھورسمندر بھی ایک فوج بھیجی تو رائے رایان رام دیو نے شاہی لشکر کی پھر ہر قسم کی مدد کی، امیر خسرو نے خزائن الفتوح میں اس کی تعریف رائے اصل برائے اصیل اور رائے نیک اصل کی نہال کردۂ درگاہ خلافت پناہ است لکھ کر کی ہے اور لکھا ہے کہ جب شاہی لشکر دھورسمندر جاتے ہوئے دیوگیر سے گذرا تو رام دیو نے پورے اخلاص سے شہر دیوگیر کو فردوس کی طرح آراستہ کیا اور حکم دیا کہ لشکر کی ضرورت کی تمام چیزیں موجود رہیں اور اگر شاہی لشکر کے پہلوانوں کو اپنے تیروں کے لیے سیمرغ کے پروں کی ضرورت ہو تو بھی فراہم کیے جائیں، تاکہ دھورسمندر اور معبر کے دیووں کو زیر کیا جاسکے، دیوگیر کا بازار بوستان ارم کی طرح آراستہ کیا گیا، جب شاہی لشکر کے سوار اس میں سے گذرے تو ان کو معلوم ہو کہ بہشت شداد سے گذر رہے ہیں، بازار کا ہر حصہ نئے انداز سے سجایا گیا تھا، صراف سونے اور چاندی کے سکے لیے بیٹھ تھے، بزازوں نے ہندوستان اور خراسان کے عمدہ کپڑوں کی دکانیں لگا رکھی تھیں، پھلوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا، ان میں بعض پھل تو انار سے زیادہ شیریں اور آم سے زیادہ بہتر تھے، لشکریوں کے لیے اون، چمڑے، نیل اور لوہے کی ساری چیزیں رکھی ہوئی تھیں کہ مناسب قیمتوں پر خریدی جاسکیں، عدل وانصاف ایسا تھا کہ:

نہ ترکے کرد برہند وجفائے ☆ نہ ہندو را مخالف بود رائے

رائے رایان رام دیو نے اپنے ایک فوجی سردار پرسورام دیو (پرس دیو دلوے) کو ہدایت دی کہ وہ شاہی لشکر کو دھورسمندر پہنچانے میں ہر قسم کی مدد کرے، دلوے نے اس حکم کی تعمیل کی، شاہی لشکر پانچ منزل طے کرکے دیوگیر سے دلوے کے پاس پہنچا، امیر خسرو کا بیان ہے کہ:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''آں دلوے کہ.....از سر گردش چرخ در طالع خود سعادتے دور برج خود ثباتے تمام دید در زمان باستقبال انجم مسعود اسلام آمد۔'' (خزائن الفتوح ص ۱۳۸)

دھور سمندر کی طرف شاہی فوج بڑھی، تو وہاں کے راجہ کے خاندان میں اختلاف تھا، دو بھائی سندر پانڈیا اور ویر پانڈیا تھے، دونوں تخت کے دعویدار ہوئے تو سندر پانڈیا نے سلطان علاء الدین خلجی سے امداد طلب کی اور ویر پانڈیا نے شاہی لشکر کا مقابلہ کیا لیکن پھر صلح کر لی اور شاہی لشکر کا بہت بڑا معاون ہو گیا، جب فوج نے معبر کی طرف کوچ کیا تو ویر پانڈیا نے اس کی رہبری کی، عصامی ویر پانڈیا کو بلال (ویر بلال دیو) لکھا ہے اور اس کو ''فخر رایان ہندوستان'' بتاتا ہے، اس سے صلح ہوتی ہے تو عصامی لکھتا ہے۔ (ص ۲۸۷)

بسے خدمتے پیش کردہ بلال ☆ چہ اسپ وچہ گوہر چہ پیل وچہ مال
رواں شد سوئے نائب خاص شاہ ☆ ببوسید پایش در اثنائے راہ

ملک کافور بھی اس کے ساتھ بڑی عنایتوں سے پیش آیا اور خلعت عطا کی۔

چو دیدش مالک نائب سرفراز ☆ کہ دشمن شکن بود ومہماں نواز
بہ صد پرسش وعذر بنواختش ☆ چو صاحب کلاہاں سرافراختش
پذیرفت ازو خدمتیہا تمام ☆ بکردش زبس وعدہا شادکام
یکے خلعت اورا گرانمایہ داد ☆ درلطف واکرام بروے کشاد

کچھ دنوں کے بعد راجہ بلال سے کہا گیا جب کہ وہ شاہی لشکر کا دل وجان سے یار ہو گیا ہے تو وہ معبر کی طرف لشکر کشی میں شاہی فوج سے تعاون کرے، وہ اس کے لیے راضی ہو گیا، عصامی نے اس تعاون کی تفصیل اس طرح قلم بند کی ہے۔ (ص ۲۸۷)

پس از ہفتہ گفتش آں کامراں ☆ کہ اے فخر رایانِ ہندوستاں
تو چوں از دل وجاں شدی یارما ☆ دل وجاں تو باد عشرت گرا
کنوں بشنو اے فخر ہندوستاں ☆ چنیں است فرمان شاہ جہاں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ ایں بار ہمراہ لشکر شوی ☆ زنی کوس ودرسمتِ معبر شوی
کہ آگہ نگردد کس از اہل راہ ☆ کشد ناگہاں سربہ معبر سپاہ
بہ سمع بلال ایں سخن چوں رسید ☆ گریزے دگر جز اطاعت ندید
پذیرفت فرمان شاہ جہاں ☆ پے رہبری بست محکم میاں
بروز دگر نائب بادشاہ ☆ رواں کرد درسمت معبر سپاہ

معبر بھی فتح ہوگیا، اس طرح ارنگل، دھور سمندر اور معبر کی فتح میں راجہ رام رایاں، رام دیو، پرس دیو دلوے اور راجہ ویر ملال کا بھی تعاون رہا۔

ہندوؤں کے مذہبی پیشواؤں کی توقیر: کے، ایم پینسکر نے اپنی کتاب ''اے سروے آف انڈیا'' میں لکھا ہے کہ علاء الدین خلجی..... ایک متعصب حکم راں سمجھا جاتا ہے لیکن اس نے ہندوؤں کے مذہبی پیشواؤں کی بڑی عزت اور توقیر کی، جینیوں کے ماخذ سے پتہ چلتا ہے کہ علاء الدین خلجی نے آچاریہ مہاسین کو کرناٹک سے اپنے دربار میں مدعو کیا اس سے مذہبی مناظرے کیے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ فرقہ دیگمبر کے پیشوا پورنا چندر جو دہلی میں رہتے تھے اور سوئمبر یوگی رام چندر سوری کی پذیرائی سلطان کے یہاں بہت تھی۔ (ص ۱۳۱)

ضیاء الدین برنی اور قاضی مغیث الدین دونوں کو ضرور معلوم رہا ہوگا کہ علاء الدین خلجی نے ہندو راجاؤں کی تعظیم وتکریم میں ان کے ساتھ رائے رایاں، فخر رایان ہندوستان سرفراز ہنود، بندہ خاص درگاہ شاہ، دل وجان یار اور فخر ہندوستان کی طرح پیش آتا رہا، جینیوں اور ہندوؤں کے مذہبی پیشواؤں کی بھی عزت وتوقیر کی جس کے بعد.....

.....انھوں نے من گھڑت حدیث کے ذریعہ ہندوؤں کو دشمن اسلام سمجھ کر ذلیل وخوار رکھنے کی جو تلقین کی تھی، وہ عملی حیثیت سے بیکار اور بے معنی تھی، البتہ اس تلقین کو اپنی زبان سے نکال کر نہ صرف اپنے کو بدنام کیا بلکہ مسلمانوں کے اس دور کی تاریخ کو بھی داغدار کیا، کسی زمانے میں بھی سلاطین دہلی کا رویہ قاضی مغیث الدین کی تلقین کے مطابق نہ رہا، کے،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایم پنسکر کا بیان ہے کہ غیاث الدین تغلق کے عمال میں دو جین تھے جن کا اثر سلطان پر بہت تھا۔ (اے سروے آف انڈیا ص ۱۳۱)

ابن بطوطہ (المتوفی ۱۳۷۸ء) نے اپنے سفر نامہ میں لکھا ہے کہ سلطان محمد تغلق (المتوفی ۱۳۵۱ھ) کے خلاف ایک ہندو امیر نے دعویٰ کیا کہ سلطان نے اس کے بھائی کو بلاسبب مار ڈالا ہے، قاضی نے سلطان کو اپنی عدالت میں طلب کیا، وہ بغیر کسی پندار کے قاضی کی عدالت میں گیا اور وہاں جا کر سلام و تعظیم کی، قاضی کو پہلے کہلا بھیجا تھا کہ وہ عدالت میں آئے تو اس کی تعظیم نہ کی جائے، وہ قاضی کے سامنے ملزم کی حیثیت سے کھڑا ہوا قاضی نے حکم دیا کہ سلطان مدعی کو راضی کرے، ورنہ قصاص کا حکم ہوگا، سلطان نے مدعی کو راضی کیا تو اس کی گلو خلاصی ہوئی۔ (سفر نامہ ابن بطوطہ اردو ترجمہ ص ۳۸-۱۳۷)

اس سے یہ ظاہر ہے کہ قاضی اور سلطان دونوں کو اس ہندو امیر کے ساتھ ظالمانہ سلوک کرنے کے بجائے منصفانہ برتاؤ کرنے پر مجبور تھے اور یہ تو تاریخوں سے کوئی ثابت نہیں کہ سکتا کہ مسلمانوں کے دور حکومت میں عدل و انصاف کرنے میں ہندو مسلمانوں کی تفریق کی جاتی تھی، جیسے جیسے نئی تحقیقات سامنے آرہی ہے، ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ سلاطین دہلی کے عہد میں بھی ہندو ذمہ دار عہدوں پر مامور ہوتے رہے، سلطان محمد تغلق کے عہد میں تو نظامِ سلطنت چلانے میں بہت سے ہندو شریک کیے گئے، چنار کے ایک کتبہ سے معلوم ہوا کہ اس سلطان کا ایک ہندو وزیر سائے راج تھا، خود ضیاء الدین برنی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان محمد تغلق نے دیوگیر کا وزیر عماد الملک کو بنایا تو اس کا نائب وزیر دھارا کو مقرر کیا، (ص ۵۰) برنی ہی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ پیرا مالی کو دیوان وزارت کے عہدہ پر مامور کیا گیا (ص ۵۰۵) بیروان کا حاکم رتن بنایا گیا، بھیران رائے گلبرگہ کا مقطع مامور ہوا اور اس کو کوہیر کا اقطاع دیا گیا، ابن بطوطہ اور عصامی دونوں کا بیان ہے کہ وہ جوگیوں سے بحث ومباحثہ کیا کرتا تھا، پروفیسر خلیق احمد نظامی نے A Comprehen sive history of

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

India شائع کردہ انڈین ہسٹری کانگریس میں لکھا ہے کہ جینیوں کے ماخذوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان جینی فضلا سے تعلق رکھتا تھا، ان میں سے ایک جینا پربھا سوری نے اس سے آدھی رات تک مذہبی گفتگو کی، جس کے بعد سلطان نے اس کو ایک ہزار گائیں اور دوسرے تحفوں کے ساتھ دیں، سلطان نے اور دوسرے جین فضلا میں راجہ سیکھارا اور جینا پربھا سوری کی بھی سرپرستی کی، سلطان ہندوؤں کے تہوار ہولی سے بھی دل چسپی لیتا رہا۔ (ص ۴۹۴) سلطان کی یہ رواداری اور فراخ دلی بعض حلقہ میں غالباً پسند نہیں کی گئی، اسی لیے عصامی نے اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

(فتوح السلاطین ص ۵۱۵ مدارس اڈیشن)

از آئینِ اسلام سر تافتہ ☆ ابا زمرۂ کفر در باختہ
برانداختہ رسمِ بانگِ نماز ☆ شب وروز زو اہل دیں در گذار
جماعت بہ جمعہ در انداختہ ☆ اباہنداواں ہولیے باختہ
ابا جوگیاں گشتہ خلوت گرائے ☆ بہ دل راہ کفار دادہ زجائے

اوپر کے اشعار سے تو ظاہر ہے کہ محمد بن تغلق نماز وغیرہ چھوڑ کر جوگیوں اور ہندوؤں کی طرف مائل ہوگیا تھا اور اس کو اسلام سے دوری ہوگئی تھی لیکن یہ کیسے یقین کیا جائے جب ابن بطوطہ کی چشم دید روایت ہے کہ یہ بادشاہ نماز کے معاملہ میں بہت تاکید کرتا تھا، اس کا حکم تھا کہ جو شخص جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھے اس کو سزا دی جائے۔ (اردو ترجمہ ص ۹۸-۱۳۸) خود شریعت کا پابند تھا، احکام شرع کی پابندی کی سخت تاکید کرتا تھا۔ (ایضاً ص ۱۲۹-۹۷) خود برنی کا بیان ہے کہ جب وہ اذان کی آواز سنتا تو اچھل کر کھڑا ہو جاتا اور اذان کے ختم ہونے تک کھڑا رہتا، صبح کی نماز کے بعد اوراد بھی پڑھتا۔ (تاریخ فیروز شاہی ص ۵۰۶) بیماری میں بھی روزہ قضا نہ کرتا، یوم عاشورہ کا بھی روزہ رکھتا۔ (ایضاً ص ۵۲۲) وہ تو سلطنت چھوڑ کر مکہ ہجرت کر جانے کا کبھی کبھی ارادہ کرتا۔ (ایضاً ص ۴۵۵) فسق وفجور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ہمیشہ پرہیز کرتا رہا۔ (ایضاً ص ۵۲۲) وہ کلام پاک کا حافظ بھی تھا، وغیرہ وغیرہ، پھر اس پر انحراف اسلام اور کفر کا الزام عصامی نے کیسے رکھ دیا، مورخ کا قلم بھی عجیب وغریب ہوتا ہے، اس کے قلم کا حسن کرشمہ ساز جو چاہے کر سکتا ہے، بات یہ ہے کہ سلطان میں غیر معمولی ذہانت تھی، اس کا علم بھی وسیع تھا، قرآن، حدیث، فقہ، کلام اور فلسفہ وغیرہ سب پر اس کی نظر تھی، اس لیے اپنی مجلسوں میں کبھی خالقِ کائنات، کبھی واجب الوجود کی وحدت، کبھی نبوت کی صداقت پر بحث اٹھ کھڑی ہوتی جس میں فلسفیانہ اور متکلمانہ رنگ پیدا ہو جاتا، قدامت پسند مقلدوں کے حلقہ میں یہ رنگ پسند نہیں کیا جاتا، اس لیے سلطان محمد تغلق سے بھی سوءظن پیدا ہو گیا یہ محض اس کی رواداری تھی کہ وہ ہندو اور جین مذہب سے متعلق بھی معلومات حاصل کرنے کی کوشش میں لگا رہا، ان مذاہب کے فضلا کو بھی اپنی مجلسوں میں مدعو کرتا رہا، پندرہویں صدی کے ایک پرتگال مصنف نونیز نے لکھا ہے کہ سلطان نے گجرات کی مہم کے زمانے میں ایک شوالہ بھی بنایا تھا۔ (بحوالہ سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات از: پروفیسر خلیق احمد نظامی ص ۳۴۶)

ڈاکٹر ایشوری پرشاد جب الٰہ آباد یونیورسٹی میں پروفیسر تھے تو انھوں نے اپنی اور تصانیف کے ساتھ ہسٹری آف دی قرون ٹرکس بھی لکھی، اس میں سلطان محمد بن تغلق کے مختلف کارناموں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اسی دور میں مسالک الابصار قلم بند ہوئی، اس کا مصنف سلطان کے ظلم وستم کا ذکر نہیں کرتا، وہ ہندوؤں کے سفاکانہ قتل کا اشارہ بھی نہیں کرتا حالاں کہ اس کے عہد میں ہندوؤں کے ساتھ جو ناروا حرکت کی جاتی، اس کا ذکر مسلمانوں کا مذہبی طبقہ بڑی مسرت کے ساتھ کرتا ہے۔ (ص ۳۱۶) ڈاکٹر ایشوری پرشاد نے مولانا ضیاء الدین برنی اور قاضی مغیث الدین جیسے علما ہی کو سامنے رکھ کر مسلمانوں کے مذہبی طبقہ پر الزام رکھ دیا ہے، ان کا یہ الزام ایک حد تک صحیح ہے، جب یہ دونوں علما کا لباس پہنے ہوئے تھے تو ان کو ایسی ناروا باتیں زبان یا قلم سے نکالتے وقت سوچ لینا چاہیے تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے کہنے یا لکھنے کا ردعمل کیا ہوسکتا ہے، ضیاء الدین برنی تاریخ لکھ رہے تھے، جس کے بارے میں وہ سمجھتے تھے، کہ نہ صرف ان ہی کے دور میں بلکہ ہر زمانہ میں پڑھی جائے گی، ان کو ہر بات سوچ کر قلم بند کرنا چاہیے تھا اور جب وہ علما کے نمائندے بن رہے تھے تو جن باتوں سے علما سے سوءظن پیدا ہوسکتا تھا ان کو قلم بند کرنے میں احتراز ضروری تھا، اس لحاظ سے ڈاکٹر ایشوری پرشاد سے تو شکایت نہیں پیدا ہونی چاہیے کہ انھوں نے مذہبی طبقہ پر یہ الزام کیوں رکھ دیا بلکہ مولانا ضیاء الدین برنی مورد الزام ہیں کہ انھوں نے مذہبی طبقہ کے متعلق یہ رائے قائم کرنے کا موقع دیا۔

اور جو باتیں ضیاء الدین برنی کو لکھنا چاہیے تھا، ان کو پروفیسر ایشوری پرشاد نے لکھ کر اپنی حقیقت پسندی کا اظہار کیا، وہ اپنی کتاب ہسٹری آف قرون ٹرکس میں سلطان محمد بن تغلق کے عہد پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''پورے نظام سلطنت کا گہرا مطالعہ کیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ مسلمانوں کی حکومت اب مرتب شکل میں ہوگئی تھی، مسلمانوں کی فوج سے کوچ کرتے وقت وہ پہلا سا متعصبانہ جوش وخروش بھی جاتا رہا تھا، ان کے برتاؤ میں پہلی سی سختی باقی نہیں رہ گئی تھی، زندگی جب پُرامن ہوگئی تو سیاسی فرائض کی نوعیت بھی بدل گئی اور ترقی پسند خیالات بھی پیدا ہوتے گئے، ہندوؤں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جانے لگا اور حکم راں طبقہ کو بھی رواداری اور معاشرتی یگانگت کا احساس پیدا ہوتا گیا، خواہ یہ کتنا ہی کم کیوں نہ رہا ہو، ایک ترقی یافتہ سلطنت میں طرح طرح کے مسائل اٹھتے رہے جس کی وجہ سے ایک حکم راں کو ایسی پالیسی اختیار کرنی پڑی کہ وہ خود بھی رہے اور دوسروں کو بھی رہنے دے، اسی لیے سلطان محمد بن تغلق نے ہندوؤں کے خلاف کوئی نازیبا روش نہیں اختیار کی بلکہ اس نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور ان کو عہدے دیے، اس نے ستی کی رسم پر بھی قدغن لگایا جو اس کی روشن خیالی کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلیل ہے۔" (ص ۳۰۴)

فیروز شاہ تغلق (۸۸-۱۳۵۱ء) بڑا مذہبی قسم کا حکم راں گذرا ہے، ضیاء الدین برنی اس سے بہت خوش نظر آتے ہیں، اس کے متعلق لکھتے ہیں:

"......... وور اسلام و مسلمانی پاکیزہ اعتقاد تر از سلطان عہد و زماں فیروز شاہ السلطان پائے بر تخت گاہ دہلی نہ نہادہ است۔" (ص ۵۳۸)

درا۔تمار احکام شرع محمدی بادشاہی دیگر ندیدہ ام (ص ۵۶۱)

مگر کیا اس نے قاضی مغیث الدین کی نصیحتوں پر عمل کیا، ہرگز نہیں، اس دور کا مورخ شمس سراج عفیف بھی فیروز شاہ کا بڑا مداح ہے، وہ پہلے تو یہ کہتا ہے، کہ ایک بادشاہ کو ملک کی خاطر کیسا ہونا چاہیے، اس پر بحث کرتے ہوئے اس نے جو کچھ لکھا ہے اس کی سند میں کلام پاک کی آیتیں، حدیث کی روایتیں، مشائخ اور گذشتہ فرماں رواؤں کی رائیں بھی نقل کی ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک بادشاہ تمام مخلوق کے ساتھ قلبی شفقت رکھتا ہے۔ (ص ۴) عامہ خلائق کو اپنے بارانِ کرم سے فیض یاب کرتا ہے اور ابر باراں کی طرح خلقت پر احسان کے موتی برساتا ہے، بیگانہ افراد کو دائرۂ یگانگت میں داخل کرتا ہے، اپنے لطف و کرم اور مہر و محبت سے یگانوں کی کثرت میں روز افزوں اضافہ کرتا رہتا ہے، بہتر فرقے اس کے سائے میں ارام پاتے ہیں۔ (ص ۵) اس کے قلب میں جس قدر مادہ شفقت ہوگا اسی قدر اس کی نیک نامی کی شہرت پھیلے گی، اس کا گوہر شفقت وہ دولت ہے جس کی قیمت کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ (ص ۶) وہ عفو کو اپنا شعار بناتا ہے، حلم و بردباری کے گیند سے اپنی ہمت کے میدان میں کھیلتا رہتا ہے۔ اس کی شفقت کے دربار میں حلم کے موتی پائے جاتے ہیں۔ (ص ۷) وہ اپنے عدل سے مظلوم کی دادخواہی کرتا ہے، مسکینوں اور محتاجوں کو نوازتا رہتا ہے۔ (ص ۸) وہ اپنے ایام حکومت میں ایثار سے کام لیتا ہے اور جو نقد و مال اس کے یہاں جمع ہوتا ہے .... وہ مستحقوں تک پہنچاتا رہتا ہے۔ (ص ۱۱) ظاہر ہے کہ تمام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخلوق، عامۂ خلائق مظلوموں اور مستحقوں میں ہندو اور مسلمان دونوں رعایا داخل ہیں، رعایا پروری میں یہی اسلام کی صحیح تعلیم ہے، شمس سراج عفیف کے بیان کے مطابق فیروز شاہ تغلق ان تمام اوصاف کا حامل تھا، اسی لیے اس دور کی خوبیاں لکھنے میں اس کا قلم بڑا رواں ہو گیا ہے، وہ لکھتا ہے کہ فیروز شاہ تغلق اپنے ملک کے لوگوں پر اسی طرح مہربان تھا، جس طرح ماں اپنے بچوں پر رہتی ہے، اسی لیے اس نے اپنی سلطنت کے لوگوں سے پیش آنے میں اپنا دستور العمل یہ بنایا تھا۔

نگہ کن کہ چوں مادر مہرسنج ☆ براں طفل خود چند برداشت رنج

وہ لوگوں کے بہت سے قصور اور جرم کو معاف کرتا رہتا لیکن چوری اور قتل کے جرم کو معاف نہیں کرتا کیوں کہ اس سے دوسروں کی حق تلفی ہوتی۔ (ص ۲۲-۲۰) اس نے تخت پر بیٹھتے ہی وہ تمام بھاری محاصل جو کسانوں اور کاشت کاروں کے ذمہ تھے، معاف کر دیے تا کہ لوگوں میں بے چینی کے بجائے خوش حالی پیدا ہو۔ (ص ۹۱) تمام غیر مشروع محاصل بھی منسوخ کر دیے گئے اور اگر کوئی عامل مقرر کردہ محصول سے زیادہ وصول کرتا تو اس کا شدید تدارک کیا جاتا، اسباب واجناس کی قیمتیں مقرر کر دی گئیں، ان ہی کے مطابق خرید وفروخت ہوتا، اس میں کوئی بے اعتدالی نہ ہوتی، اس طرح اہل بازار بھی خوش تھے اور پھر عام لوگ بھی مطمئن رہے اور آسودہ رہے، آبادی بڑھنے لگی اور ہر چار کوس پر ایک گاؤں آباد ہو گیا۔ (ص ۱۰۰-۹۹) عفیف نے اس عہد کی بہت سی اور تفصیلات لکھی ہیں، ظاہر ہے کہ کسان کاشت کار، بازار اور گاؤں والے تو اس زمانے میں زیادہ تر ہندو ہی تھے، فیروز شاہ نے اپنی رعایا کی فارغ البالی کی کوشش میں قاضی مغیث الدین کی طرح ہندوؤں کو دشمن اسلام نہیں قرار دیا بلکہ عام ہندو رعایا کی خوش حالی اور فلاح و بہبود کے لیے کوشاں رہا، اسی لیے عفیف کو لکھنے میں یہ خوشی ہوئی ہے کہ تمام غیر مسلم رعایا رفاہیت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے، سوداگر بھی فارغ البال اور خوش حال تھے، وہ دوسرے ممالک میں جا کر تین

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علما کے فیصلہ کے مطابق سولی پر چڑھا دیے گئے اور تمام ملحدانہ تحریریں جلا کر ضائع کر دی گئیں، کوئی فعل ایسا نہ ہونے دیا جاتا جو اسلامی قوانین و روایات کے خلاف ہوتا، ایشورٹو پا کو یہ بھی اعتراف ہے کہ سلطان نے یہ ساری باتیں مسلمانوں کی مذہبی زندگی کی اصلاح کے خاطر کیں، مصلحانہ جذبہ میں کبھی کبھی جارحانہ رنگ پیدا ہو جاتا ہے لیکن اگر نیت بخیر ہو تو اس کو رجعت پسندانہ رویہ نہیں کہا جا سکتا ہے، ایک مسلمان فرماں روا کو مسلمانوں کی مذہبی اخلاقی اور معاشرتی زندگی کو سنوارنے کا پورا حق حاصل ہے، اس لیے سلطان نے مسلمانوں کی اصلاح کے خاطر جو کچھ کیا، وہ اس کی مذہبی غیر رواداری پر محمول نہیں کیا جا سکتا ہے، یہ اور بات ہے کہ اس نے جو سزائیں دیں ان کی نوعیت زیر بحث آ سکتی ہے مثلاً فتوحات فیروز شاہی میں ذکر ہے کہ ایک بزرگ احمد بہاری تھے، ان کے مریدین ان کو خدا سمجھتے اور کہا کرتے تھے کہ دہلی میں خدا طلوع ہوا ہے، ان کے ایک دوست شیخ غرکا کوی بھی تھے، ان پر بھی شطحیات کا الزام آیا دونوں علما کے فتویٰ پر قتل کر دیے گئے، بہار شریف (ضلع پٹنہ) میں اس زمانے کے ایک بہت بڑے بزرگ حضرت مخدوم الملک شرف الدین یحییٰ منیری بھی تھے، ان کو ان دونوں کے قتل کی خبر ملی تو ان کو بڑا دکھ ہوا کیوں کہ وہ ان دونوں کو توحید کے اسرار و رموز کا واقف کار اور ترک و تجرید کا حامل سمجھتے تھے، ان کی باتوں کو عالم دیوانگی پر محمول کرتے تھے، اسی لیے ان دونوں کے قتل پر فرمایا جس شہر میں ایسے بزرگوں کا خون بہایا جائے، تعجب ہے، اگر وہ آباد رہے، ان کے حامیوں کا خیال ہے کہ فیروز شاہ کے بعد دہلی جو تیمور کے ہاتھوں برباد ہوئی، وہ گویا ان ہی بزرگوں کے خون کا نتیجہ تھا۔

حضرت شرف الدین یحییٰ منیریؒ شریعت کے بہت بڑے علم بردار تھے، اُن کی تلقین تھی کہ با خدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی خلاف ورزی کسی حال میں نہ ہو، وہ بھی وحدت الوجود کے قائل تھے مگر عشق الٰہی میں سرشار ہونے کے باوجود اُن سے کوئی فعل خلاف شریعت سرزد نہیں ہوا، مے الست کے سرشاروں کی بظاہر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھکی بھکی باتوں کو جوانگیز کرتے رہے وہ ان کی مذہبی اور روحانی رواداری کی بہت بڑی مثال ہے، شیخ احمد بہاری اور شیخ غرکا کوی کے قتل کے متعلق فیروز شاہ تغلق کو حضرت شیخ شرف الدین یحیٰ منیریؒ کے خیالات کا علم ہوا تو اس نے ان سے باز پرس کرنی چاہی مگر اُن سے حضرت جہانیاں جہاں گشتؒ کی عقیدت کا حال معلوم ہوا تو اس باز پرس سے باز آیا جو اس کی بھی رواداری کی اچھی مثال ہے۔

سلطان فیروز شاہ تغلق اگر ہندوؤں کے مذہبی عقائد میں کوئی اصلاح کرنے کی کوشش کرتا تو اس کو یہ حق خود اسلامی قوانین کے لحاظ سے نہ تھا، اس کی خواہش ضرور رہی کہ غیر مسلم زیادہ سے زیادہ دائرۂ اسلام میں داخل ہوں، اس کے لیے اس نے تحریص وترغیب بھی دلائی لیکن جبر اختیار نہیں کیا، وہ خود لکھتا ہے کہ میں نے اہل ذمہ کو دین کی رغبت دلائی اور اعلان کیا کہ ان میں سے جو کوئی توحید کا کلمہ پڑھے گا اور دین اسلام قبول کرے گا، اس کا جزیہ معاف ہو جائے گا اور اس کو بہت سے انعامات دیے جائیں گے، اس اعلان کے بعد بکثرت ہندو مسلمان ہوئے۔ (فتوحات فیروز شاہی ص ۲۰ علی گڈھ اڈیشن)

فیروز شاہ تغلق پر مندر شکنی کا الزام: اس پر یہ الزام ہے کہ اس نے ہندوؤں کے بعض مندروں کو منہدم کیا، وہ اپنی فتوحات فیروز شاہی میں خود اعتراف کرتا ہے کہ اس نے تغلق پور، صالح پور اور قصبہ گوہانہ کے نئے مندر منہدم کرا دیے۔ (ص ۱۲-۱۱) اس کے اسباب ایشور ٹوپا کی زبانی سنیے:

> ''ہندوؤں کے حقوق محفوظ تھے لیکن اسلامی روایت کے مطابق کسی اسلامی حکومت کے اندر مسلمانوں کی آبادی میں ہندوؤں کو مندر بنانے کا حق نہ تھا، تغلق پور، صالح پور اور گوہانہ کو خود فیروز شاہ نے آباد کیا تھا، اس لیے جب وہاں ہندوؤں نے مندر بنائے تو ان کو ضرور منہدم کرا دیا، پھر اس کا سبب یہ بھی تھا کہ یہ مندر بداخلاقی کے اڈے بن گئے تھے، ان کے میلوں میں ہندو اور مسلمان دونوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شریک ہوتے تھے، عورتیں بھی آتی تھیں، اس لیے یہ مندر عبادت گاہ کے بجائے شیطنت کے مرکز بن گئے تھے، اس لیے فیروز شاہ نے اسلامی اور اخلاقی جذبہ کے ماتحت ان مخربِ اخلاق اڈوں کو منہدم کرادیا۔ (پالی ٹیکس ان پری مغل ٹائمس، ص ۴۷-۲۴۶) یہ الگ سوال ہے کہ فیروز شاہ کو عوام کی بداخلاقی دور کرنے کا حق تھا یا نہیں، حقیقت یہ ہے کہ فیروز شاہ نے جو کچھ کیا تھا، اس میں مذہبی جنون کو دخل نہ تھا، بلکہ محض عوام کے اخلاق کو سنوارنے کے لیے ایسا کیا تھا، اگر اس میں مندروں کے انہدام کا جذبہ ہوتا تو ہندوستان کے سارے مندروں کو مسمار کردیتا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ ذمیوں کے حقوق کی بنا پر باقی اور تمام مندر محفوظ رہے۔'' (ایضاً ص ۲۴)

ایشور ٹوپا کے اس بیان کی تصدیق فتوحات فیروز شاہی سے بھی ہوتی ہے، خود فیروز شاہ کا بیان ہے کہ ان مندروں کو منہدم کراتے وقت اس کی ہدایت تھی کہ عام ہندوؤں کو کسی قسم کی سزا نہ دی جائے۔

''سائر ہنودرا بہ تعزیرات مولم منع کردیم'' (ص ۱۲)

اگر غیر جانب دارانہ طور پر گہرا مطالعہ کیا جائے تو ظاہر ہوگا کہ جب کسی زمانہ میں کہیں مندر منہدم کرائے گئے تو اس کا سبب مذہبی تعصب یا جنون نہیں رہا بلکہ یا تو ان کی دولت پر قبضہ کرنے یا ان کی سیاسی مرکزیت کو برباد کرنے یا ان کی بداخلاقی کو دور کرنے کے لیے کیا گیا، جنگ کے موقع پر ہندو مسلمان ایک دوسرے کی عبادت گاہوں کو نقصان پہنچانے میں دریغ نہ کرتے، ایسی مثالیں بہت ملیں گی کہ ہندوؤں نے مسجدوں کو شہید کر کے ان کی جگہوں پر مندر بنوا ڈالے لیکن ان میں بھی یہ مذہبی جنون نہ تھا بلکہ اس کے بجائے سیاسی اور جنگی اسباب ہوتے اور فوجی غارت گری کی زد میں عبادت گاہیں بھی آتی رہیں۔

ہندوؤں کے علوم سے دل چسپی: فیروز شاہ نے اگر کچھ مندر منہدم کرائے تو اسی کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حالاتِ زندگی میں یہ بھی ہے کہ جب ۱۳۶۱ء میں وہ نگرلوٹ پہنچا تو یہاں ہندوؤں کے علوم سے متعلق جو کتابیں دیکھیں ان کی بابت معلومات حاصل کر کے خوش ہوا، پنڈتوں کو بلا کر ان کا ترجمہ کرنے کی فرمائش کی، ان میں سے ایک کتاب میں فلسفہ، نجوم اور الٰہیات سے متعلق مفید معلومات تھیں، فیروز شاہ نے اس کا فارسی میں ترجمہ کرانے کا حکم دیا، اس زمانہ کے مشہور شاعر عزالدین خالد خانی نے اس کا ترجمہ کیا اور نام دلائل فیروز شاہی رکھا۔ (تاریخ فرشتہ جلد اول ص ۱۴۸ نول کشور پریس ومنتخب التواریخ جلد اول ص ۲۴۹، ان ہی کتابوں میں علم ہیئت پر سارادلی اور علم نجوم پر اویس تنز کے بھی فارسی میں ترجمے کیے گئے، فیروز شاہ ہی کی فرمائش سے علم نجوم پر سنسکرت کی ایک اہم کتاب پرہم سمستھا مولفہ وراہ مہر کا فارسی ترجمہ تاریخ فیروز شاہی کے مصنف شمس سراج نے کیا۔ (فہرست مخطوطات فارسی انڈیا آفس لائبریری جلد اول کالم ۱۱۱-۱۱۲) پروفیسر کے، ایم، پینکر کا بیان ہے کہ فیروز شاہ پر مذہبی تعصب کا الزام رکھا جاتا ہے لیکن وہ ایک ہندو شاعر رتن شیکھر کا بڑا احترام کرتا رہا (پینکر سروے آف انڈیا ص ۱۳۱) اس کا یہ احترام ہندو راجاؤں کے ساتھ بھی قائم تھا، ہر موقع پر ان کی تعظیم وتکریم کرتا رہا، مولانا ضیاء الدین برنی ہندوؤں کو رسوا کرنے پر خوش ہوتے لیکن ان کا خود بیان ہے کہ جب فیروز شاہ اپنے شاہی دورہ پر گورکھپور اور کہروسہ پہنچا تو وہاں کے رایان اپنے مقدموں اور راناؤں کے ساتھ اس کے دربار میں آئے، فیروز شاہ نے ان کو شاہانہ نوازشوں سے نوازا، برنی کے الفاظ یہ ہیں:

"رائے گورکھپور باخدمتیات خود زنجیر فیل گذرانیدند واز عواطف خسروانہ چتر وتاج وقبائے مکلل ومرصع واسپان تنگ بست یافت چند مقدمات دیگر کہ در ولایت او بزرگ ورا نا بودند بااو جامہ پوشیدند ورائے کہروسہ نیز باندازہ ولایت خود خدمتیات گذرانید وبامقدمان ولایت خود جامہ یافت وکسوت مرحمت پوشید ورایان مذکور از سر اخلاص حلقہ بگوش کشیدند، ومنقاد ومطیع درگاہ اعلیٰ شدند۔" (ص ۸۸-۵۸۷)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جزیہ: فیروز شاہ نے ہندوؤں پر جزیہ عائد کیا، اس کو غیر اسلامی قانون تو نہیں کہا جا سکتا ہے لیکن ہندوؤں کی نظر میں یہ رجعت پسندی سمجھی جاتی ہے اور قابل مذمت بھی، اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے پورے دور حکومت میں جزیہ کی نوعیت اور اصلیت کو اچھی طرح واضح نہیں کیا گیا، مولانا شبلیؒ نے بیسویں صدی میں جزیہ کی حقیقت کو جس طرح سمجھایا ہے، اگر اس دور کے علما بھی سمجھاتے رہتے تو یہ ٹیکس اشتعال انگیز نہ سمجھا جاتا۔

مولانا شبلی نے قاضی ابو یوسف کی کتاب الخراج اور فتوح البلدان کے حوالے سے جزیہ کی تشریح اس طرح کی ہے کہ بانی اسلام یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن قوموں پر جزیہ لگایا، ان کو تحریر کے ذریعہ سے حسب ذیل حقوق دیے: ۱- کوئی دشمن ان پر حملہ کرے گا تو ان کی طرف سے مدافعت کی جائے گی۔ ۲- ان کو ان کے مذہب سے برگشتہ نہیں کیا جائے گا۔ ۳- جزیہ ان سے جا کر لیا جائے گا، اس کے لیے محصل کے پاس خود جانا نہیں پڑے گا۔ ۴- ان کی جان محفوظ رہے گی۔ ۵- ان کا مال محفوظ رہے گا۔ ۶- ان کے قافلے اور کاروان (تجارت) محفوظ رہیں گے۔ ۷- ان کی زمین محفوظ رہے گی۔ ۸- تمام چیزیں جو ان کے قبضہ میں ہیں بحال رہیں گی۔ ۹- پادری، رہبان، گرجوں کے پجاری اپنے عہدوں سے برطرف نہیں کیے جائیں گے۔ ۱۰- صلیبوں اور مورتیوں کو نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ ۱۱- ان سے عشر نہیں لیا جائے گا۔ ۱۲- ان کے ملک میں فوج نہ بھیجی جائے گی۔ ۱۳- پہلے سے ان کا جو مذہب اور عقیدہ تھا، وہ بدلوایا نہیں جائے گا۔ ۱۴- ان کا کوئی حق جو ان کو پہلے سے حاصل تھا، زائل نہیں کیا جائے گا جو لوگ اس وقت حاضر نہیں ہیں، یہ احکام ان کو بھی شامل ہوں گے۔

مولانا شبلیؒ نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ ان قوانین پر خلافت راشدہ کے زمانہ میں برابر عمل رہا، حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ جو لوگ ذمی ہو چکے (یعنی جن لوگوں نے جزیہ دینا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قبول کرلیا) ان کا خون ہمارا خون ہے اور ان کا خوں بہا ہمارا خوں بہا ہے، مولانا شبلیؒ نے اسی سلسلہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ اسلام نے جو انتظام قائم کیا اس کے رو سے ہر مسلمان خدمت کے لیے مجبور کیا جاسکتا ہے لیکن غیر مسلم جو اسلامی حکومت کے ماتحت ہوتے ہیں ان کی حفاظت مسلمانوں کو کرنی پڑتی ہے، ان کو فوجی خدمت پر مجبور کرنے کا اسلام کو کوئی حق نہیں ہے، نہ وہ لوگ ایسی پُر خطر خدمات کے لیے راضی ہوسکتے ہیں، اس لیے ضرور ہے کہ وہ اپنی محافظت کے لیے کوئی معاوضہ دیں، اسی معاوضہ کا نام جزیہ رکھا، اگر کسی موقع پر غیر قوم فوج میں شریک ہونا یا شرکت کے لیے آمادہ ہونا گوارا کرلیں تو وہ جزیہ سے بری کردیے جائیں، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے والی ایلہ کو جو فرمان جزیہ کا تحریر فرمایا، اس میں یہ الفاظ مندرج فرمائے یحفظوا ویمنعوا یعنی ان لوگوں کی حفاظت کی جائے اور دشمنوں سے بچائے جائیں۔ (مقالات شبلی جلد اول مذہبی، ص ۱۹۲، ۱۹۴، ۲۳۱، ۲۳۲)

جزیہ کی اس نوعیت کو سمجھنے کے بعد یہ ٹیکس قابل مذمت قرار نہیں دیا جاسکتا یہ تو انسانی حقوق کا ضامن بن جاتا ہے لیکن افسوس ہے کہ اس وضاحت کے ساتھ جزیہ کی اصلیت کو عام طور سے سمجھانے کی کوشش نہیں کی گئی، اسی لیے یہ شک وشبہ کی نظر سے دیکھا جاتا رہا، اس سلسلہ میں موجودہ دور کے ایک مورخ ایشور ٹوپا کا حسب ذیل تجزیہ بالکل صحیح ہے جس سے صحیح عقیدہ کا کوئی مسلمان بھی اختلاف نہیں کرسکتا ہے۔

''جزیہ اس ٹیکس کو کہتے تھے جو اسلامی حکومت اپنی غیر مسلم رعایا سے اس خدمت کے معاوضہ میں وصول کرتی ہے کہ وہ ہندوؤں کے سیاسی، معاشرتی اور مذہبی حقوق کی حفاظت کرتی رہے، جزیہ لینے کے بعد ریاست ذمہ دار ہوتی ہے کہ کوئی ذمی کسی حیثیت سے بھی نہ ستایا جائے اور وہ بالکل محفوظ ومصئون زندگی بسر کرے، اس کو سرکاری ملازمت حاصل کرنے کا پورا حق حاصل ہو اور وہ مذہبی ومعاشرتی مراسم کے ادا کرنے میں بالکل آزاد ہو، جزیہ لینے کے بعد اسلامی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ریاست ہر طرح سے ذمیوں کے جان و مال کی نگرانی کرتی تھی اور اسلامی فوج جنگ کے موقع پر اور دوسرے نازک موقعوں میں ان کی پوری حفاظت کرتی تھی اور ایسا کرنا اس کے مذہبی فریضہ میں داخل تھا، ذمیوں سے جو روپیہ وصول کیا جاتا، وہ گویا اس خون کی قیمت ہوتی جو مسلمان ذمیوں کی مدافعت میں بہاتے تھے، اگر کوئی اسلامی ریاست ذمیوں کی حفاظت کرنے سے قاصر ہو جاتی تو اس کو جزیہ وصول کرنے کا بھی حق نہ رہ جاتا، اسلامی تاریخوں میں ایسی بہت سی مثالیں ہیں کہ جب کوئی ریاست ذمیوں کی نگہبانی کرنے سے مجبور ہو گئی تو جزیہ کی رقم ان کو واپس کر دی گئی، ذمیوں کو اپنی خواہش سے فوج میں داخل ہونے کا پورا حق حاصل تھا لیکن جزیہ ادا کرنے کے بعد وہ جبری بھرتی سے مستثنیٰ کر دیے جاتے تھے لیکن اگر اپنی مرضی سے وہ فوج میں بھرتی ہو جاتے تو جزیہ معاف کر دیا جاتا، جزیہ ذمیوں کے بالغ مردوں سے لیا جاتا جو جسمانی حیثیت سے تندرست اور دماغی اعتبار سے صحیح ہوتے اور جزیہ کی رقم ادا کرنے کی استطاعت بھی رکھتے، جزیہ ادا کرنے اور لینے میں باہمی سمجھوتہ بھی ہو جاتا، پھر جزیہ متمول طبقہ سے ۴۸ درہم، متوسط لوگوں سے ۲۴ درہم اور غریبوں سے ۱۲ درہم لیا جاتا تھا، بوڑھے، عورتیں، فاتر العقل، فقیر، اندھے، اپاہج اور راہب جزیہ سے مستثنیٰ تھے، البتہ دولت مند اندھوں، اپاہجوں اور راہبوں سے لیا جاتا تھا، جزیہ سے مستثنیٰ تھے، البتہ دولت مند اندھوں، اپاہجوں اور راہبوں سے لیا جاتا تھا، جزیہ نقد اور جنس دونوں میں ادا کیا جا سکتا تھا، مسلمان فقہا سیاسی ضروریات کے مطابق جزیہ کے معانی و مطالب میں ردوبدل کرتے رہے اور وہ جزیہ کی اصل غرض و غایت کو نظر انداز کر کے اس کو مسلم ریاست کے سیاسی مفاد کے لیے استعمال کرتے رہتے تا کہ غیر مسلم رعایا بالکل اختیار اور قابو میں رہے، اہل تحقیق کا خیال ہے کہ بعض فقہا نے جزیہ کا غلط استعمال کیا، قاسم الغازی نے کلام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاک کے ان مفسروں کی سخت نکتہ چینی کی ہے، جنھوں نے کلام پاک کی آیت ۲۹۰۹ کی عجیب وغریب تفسیر کر کے فضول گوئی سے کام لیا ہے اور ان آیات قرآنی کے متعصبانہ اور متشددانہ معانی بتائے ہیں، قاسم الغازی کا خیال ہے کہ ان آیات قرآنی کا ہرگز یہ منشا نہیں کہ ذمیوں کو سیاسی، اقتصادی، مذہبی اور اخلاقی حیثیت سے تابع بنا کر ان کو گری ہوئی حالت میں رکھا جائے، اسلام کے کسی قانون نے اس تشدد کی اجازت نہیں دی ہے اگر کسی نے یہ تشدد کیا ہے تو اس کی ذمہ داری فقہا پر ہے، ہندوستان کے ازمنۂ وسطیٰ میں سرکاری اور فوجی ملازمتوں میں اسی طرح داخل ہو سکتے تھے جس طرح خلفائے راشدین کے عہد میں داخل ہوئے تھے، فیروز شاہ سے پہلے تو شاید ہندوؤں پر جزیہ لگایا بھی نہیں گیا، اس زمانہ کی تاریخی کتابوں میں جزیہ کا لفظ بہت کم استعمال ہوا ہے اگر کہیں یہ عاید بھی کیا گیا تو اسلامی قانون کے مطابق اس پر عمل نہیں ہوا کیوں کہ خالص اسلامی طرز کی ریاست ہی قائم نہیں ہوئی۔ (پالی ٹکس ان پری موغل ٹائمس ص ۴۱-۲۳۹)

فقہا کا اختلاف: یہ صحیح ہے کہ مسلمانوں کے پورے دور حکومت میں جزیہ صرف چند حکمرانوں ہی کے زمانے میں مقرر ہوا، ورنہ اور مسلمان حکمرانوں نے خود طاق نسیاں ہی پر اس کو رکھنا پسند کیا جو ان کی رواداری کی دلیل ہے، پھر بھی یہ اشتعال انگیز بنا رہا، اس اشتعال انگیزی میں زیادہ تر فقہا کا ہاتھ رہا، اسلامی تاریخ کا یہ المیہ ہے کہ علما و فقہا بہت کم کسی مسئلہ پر متفق ہونا پسند کرتے ہیں، اسی لیے ان کی اپنی اپنی تاویلوں سے بہت سے مسائل کی نوعیت بدل کر رہ جاتی ہے چوں کہ وہ بہت کم کسی مسئلہ پر متفق ہوتے، اس لیے مختلف زمانوں میں فقہی مسائل کی تعبیریں بھی مختلف ہوتی رہتیں مثلاً ضیاء الدین برنی کسی عالم یا کسی محدث کا قول نقل کر کے غیر مسلم رعایا کی زاری، لا اعتباری اور بے مقداری کی تلقین کرتے رہے۔ (برنی ص ۲۹) سندھ کے فاتح محمد بن قاسم کو حجاج نے جو ہدایت دی تھی اس میں تو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غیر مسلموں کے ساتھ خواری اور رسوائی کی تعلیم نہ تھی کچھ ایسے علما بھی پیدا ہوتے رہے جو بڑی جرأت کے ساتھ کسی قسم کے ناروا سلوک کے خلاف احتجاج کرتے رہے، مثلاً سکندر لودی کے زمانہ میں کشتر کے تالاب میں ہندو بکثرت جمع ہوتے اور اشنان کرتے تھے، سکندر لودی نے چاہا کہ اس کند کو تباہ کر کے اس اجتماع کو روک دے، اس زمانہ کے ایک عالم مولانا عبداللہ سے استفسار کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ قدیم رسم کا روکنا اور قدیم بت خانہ کو منہدم کرنا بالکل جائز نہیں، سکندر کو یہ جواب پسند نہ آیا، وہ سمجھا کہ طرف داری کا فتویٰ ہے، اپنی برہمی کا اظہار کیا لیکن انھوں نے بڑی جرأت اور صفائی سے فرمایا کہ میں نے شریعت کا مسئلہ بیان کر دیا اگر شریعت کی پروا نہیں تو پھر پوچھنے کی ضرورت ہی کیا تھی، اس جواب کے بعد سکندر لودی کو دبنا پڑا۔ (واقعات شتامی ص ۱۹)

دل آزاری سے پرہیز: ہندوؤں کے خلاف مولانا ضیاء الدین برنی کی محرور المزاجی اس لحاظ سے بھی تعجب خیز ہے کہ وہ خانوادۂ چشتیہ سے منسلک ہو کر حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے مرید تھے، چشتیہ سلسلہ کے بزرگوں اور تمام صوفیائے کرام نے یہاں کے باشندوں کے دلوں کے تسخیر کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی، پھر ان کی تعلیمات بھی ایسی رہیں کہ ان کے یہاں دل آزاری اور مردم بیزاری کی گنجائش ہی نہیں تھی، ہندوستان میں تصوف پر سب سے پہلی کتاب کشف المحجوب لکھی گئی جو تصوف کی انجیل سمجھی جاتی ہے، اس میں ایک صوفی کی تعلیم و تلقین کے لیے یہ ہدایت لکھی گئی کہ جب ایک صوفی کو گدڑی پہنائی جائے تو اس سے ایک سال خلق کی خدمت ضرور لی جائے، خلق کی خدمت یہ ہے کہ وہ سب کو بلا تمیز اپنے سے بہتر جانتا ہو اور ان کی خدمت اپنے لیے واجب سمجھتا ہو مگر اپنی خدمت کا گمان مطلق نہ کرتا ہو۔ (بزم صوفیہ از خاکسار مقالہ نگار ص ۲۰) حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی تعلیم یہ تھی کہ راہ سلوک میں جو کئی گناہ کبیرہ ہیں، ان میں ایک مردم آزاری بھی ہے۔ (بزم صوفیہ ص ۸۷) حضرت فرید الدین گنج شکرؒ عبادت و ریاضت کے بعد صرف خلق اللہ کی خدمت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی کی فکر زیادہ رکھتے کوئی سرکاری عہدہ دار ظلم کرتا تو اس کو ظلم سے منع کرتے، بے قصوروں کو سزا سے بچاتے، کوئی فسق و فجور میں مبتلا ہو جاتا تو اس کو صحیح راستہ پر لگاتے، اس کے اخلاق کو درست کرنے کی کوشش کرتے۔ (ایضاً ص ۱۷۰-۱۶۹) حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ خدا کی کسی مخلوق سے عناد رکھنا طریقت کے خلاف سمجھتے تھے۔ (ایضاً ص ۲۵۸) وہ فرماتے کہ قیامت کے بازار میں کسی سودے کی اتنی قیمت اور پوچھ نہ ہوگی جتنی دلداری اور دل خوش کرنے کی (سیر الاولیا ص ۲۸) ان کے مرشد خواجہ فرید الدین گنج شکر نے ان کو اپنے یہاں سے رخصت کر کے دہلی بھیجا، تو فرمایا تم ایک سایہ دار درخت ہو، جس کے چھاؤں میں اللہ کی مخلوق آرام پائے گی، خواجگان چشت کی یہی کوشش رہی کہ وہ اپنے اخلاص کی گھنی چھاؤں میں اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق کو پناہ دیتے رہیں۔ (سیر الاولیا ص ۲۸) حضرت شرف الدین یحییٰ منیری کی تعلیم یہ تھی کہ بادشاہ کے لیے نفل نماز اور نفل روزے سے زیادہ ضروری ہے کہ وہ بھوکوں کو پیٹ بھر کھلائے، طرح طرح کے کپڑے سلوائے، ننگوں کو پہنائے، اجڑے دلوں کو آباد کرے، حاجت مندوں کی دست گیری کرے، ان کا قول تھا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں پہنچنے کی راہیں تو بہت ہیں لیکن سب سے نزدیک راہ دلوں کو راحت پہنچانا ہے۔ (مکتوبات سہ صدی ص ۴۸۹) حضرت اشرف جہاں گیر سمنانی کی تعلیم یہ تھی کہ رعیت پر ظلم کرنے سے جہاں داری اور شہریاری کو نقصان پہنچتا ہے۔ (لطائف اشرفی ج ۲ ص ۱۶۸-۱۶۷) ان کی یہ بھی تلقین تھی کہ رعایا کی نگہبانی ہی میں ملک کے مصالح اور دربار کی بہبود پنہاں رہتی ہے۔ (ایضاً ص ۱۱۴) حضرت خواجہ سید محمد گیسو دراز نے گلبرگہ کے سلطان احمد شاہ بہمنی کو یہ تعلیم دی کہ وہ فقیروں، کمزوروں، یتیموں، عاجزوں، لنگڑوں اور بیواؤں کی پوری خبر گیری کرے، ان کو برباد ہونے سے بچا لینے سے زیادہ کوئی مشکل کام نہیں۔ (خاتمہ ص ۱۹۰-۱۸۷)

عدل نوازی: ہندوستان کے مسلمان فرماں رواؤں کا سب سے نمایاں شیوہ یہ رہا تھا کہ وہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عدل وانصاف پر پورا زور دیتے رہے، وہ فاسق، فاجر اورشرابی ہونے کا الزام تو گوارا کر لیتے لیکن ظالم، غیر عادل اور غیر منصف ہونے کا الزام کسی طرح پسند نہ کرتے فخر مدبر کا بیان ہے کہ قطب الدین ایبک عدل میں حضرت عمرؓ کی تقلید کرتا تھا ایلتتمش نے اعلان کرر کھا تھا کہ جس کسی پر ظلم ہو وہ اس کے محل کے عدل وانصاف کی نکلی ہوئی زنجیر کو ہلائے تا کہ وہ اس کے ساتھ انصاف کر سکے، ورنہ قیامت کے روز ان کی فریاد کا بار اس کی طاقت برداشت نہ کر سکے گی۔ (فوائد السالکین ص ۲۹) غیاث الدین بلبن کے بارے میں مورخ ضیاء الدین برنی نے لکھا ہے کہ وہ داد ودہش اور انصاف پروری میں بھائیوں، لڑکوں اور مقربوں کا مطلق لحاظ نہ کرتا اور جب تک مظلوم کے ساتھ انصاف نہ کر لیتا اس کے دل کو آرام نہ پہنچتا۔ (برنی ص ۴۰) اس کے عدل وانصاف کے قصے بہت مشہور ہیں، تاریخ مبارک شاہی اور ملا عبدالقادر بدایونی دونوں میں ہے کہ سلطان محمد تغلق نے اپنے شاہی محل کے اندر چار مفتی مامور کرر کھے تھے کہ جب کوئی فریادی آتا تو سلطان ان مفتیوں سے مشورے کرتا اور ان کو تنبیہ کرر کھی تھی کہ اگر کوئی معصوم اس کے فیصلہ کی بدولت تہ تیغ ہوا تو اس کا خون ناحق ان کی گردن پر ہوگا، اس لیے مفتیوں سے کوئی فروگذاشت نہ ہوتی۔

(تاریخ مبارک شاہی ص ۱۱۵، منتخب التواریخ جلد اول ص ۲۳۹)

ظاہر ہے کہ خلق اللہ کی خدمت، مردم آزاری، رعیت پر ظلم کرنے سے پرہیز، بھوکوں، ننگوں اور حاجت مندوں کی دست گیری کرنے میں مسلم اور غیر مسلم دونوں کا دائرہ ہوتا اور عدل وانصاف میں تو مذہب، ذات پات کی کوئی تفریق نہ کی جاتی، حضرت شرف الدین یحییٰ منیریؒ نے سلطان فیروز شاہ تغلق کو اس حدیث کی پوری تفصیل لکھ بھیجی جس میں ابوجہل کے مقابلہ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نصرانی کی حمایت کی، ابوجہل نے ایک نصرانی کا مال غصب کر لیا تھا، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر اس وقت فریاد کی جب آپ دوپہر کی سخت گرمی میں قیلولہ فرما رہے تھے، آپ اسی وقت نصرانی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ ابوجہل کے مکان پر تشریف لے گئے، اس کا دروازہ کھٹکھٹایا اس کو غصہ آیا مگر آپ اس وقت تک اس کے دروازے سے نہیں ہٹے جب تک نصرانی کا سارا مال ابوجہل نے واپس نہیں کیا، نصرانی کو اس کا ایک تھیلا نہ ملا تو ابوجہل نے اس سے ایک بہتر تھیلا لا کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصرانی سے پوچھا کہ یہ تھیلا بہتر ہے یا وہ بہتر تھا تو اس نے کہا یہ بہتر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم یہ کہتے کہ وہ بہتر تھا تو میں اس وقت تک واپس نہ جاتا جب تک میں قیمت لے کر تمہارے حوالہ نہ کرتا۔ (مکتوبات سہ صدی ص ۴۹۳-۴۹۲)

یہ حدیث اس بات کی کھلی تلقین ہے کہ اسلام میں عدل وانصاف کرنے میں مسلم وغیر مسلم کی تفریق نہ ہو، مظلوم کسی مذہب یا فرقہ کا ہو، اس کے ساتھ انصاف ہونا چاہیے، حضرت شرف الدین یحییٰ منیریؒ نے سلطان فیروز شاہ تغلق کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیثیں بھی لکھ بھیجی تھیں کہ جو کوئی کسی مظلوم کو دیکھتا ہے اور وہ مظلوم اس سے فریاد کرتا ہے لیکن وہ فریاد نہیں سنتا تو قبر کے اندر اس کو آگ کے سو کوڑے مارے جائیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک ساعت کا عدل ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے، حضرت شرف الدین یحییٰ منیریؒ خوش رہے کہ سلطان فیروز شاہ کی ذات مظلوموں اور درماندوں کی جائے پناہ ہے۔ (سہ صدی مکتوبات ص ۴۹۳-۴۹۲)

تسخیر قلوب: تمام صوفیائے کرام مسلمان فرماں رواؤں کو عدل وانصاف کی تلقین کرتے رہے اور پھر وہ خود یہاں کے غیر مسلموں کے ساتھ جس پاکیزہ اور بلند اخلاق سے پیش آتے رہے، اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ان کے اخلاق کی بلندی اور پاکیزگی سے متاثر ہو کر یہاں کے غیر مسلم دائرۂ اسلام میں داخل ہوتے رہے، جس کی ایک علاحدہ داستان ہے مگر یہ حقیقت ہے کہ جب سلاطین تخت وتاج کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ فوج کشی میں مشغول تھے، تو خانقاہ کے بوریا نشین انسانوں کے قلوب کی تسخیر میں لگے ہوئے تھے اور یہ تسخیر ان کے روادارانہ زہد، عبادت، تفکر، اخلاص اور محبت کے ذریعہ سے ہو رہی تھی، جس کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس زمانہ کے اہل قلم پوری تفصیل سے قلم بند کر دیتے، تو ہندوستان میں اسلام کی تاریخ کچھ اور ہی نظر آتی، ہندوؤں میں جو ذات پات کی تفریق تھی اس سے ان کا ایک بڑا طبقہ کچھ ایسا نالاں تھا کہ جب ان صوفیائے کرام نے مساوات، رواداری حقانیت اور انسانیت نوازی کی تعلیم دیکر اپنی روحانی کشش کے جلوے دکھائے تو یہاں کے ان لوگوں کی نگاہوں میں جن کو یہاں کے سماجی نظام نے کچل رکھا تھا، اسلام کی معاشرتی مذہبی اور روحانی جاذبیت کی نشانیاں گذرنے لگیں، جس کے بعد وہ اسلام کی طرف خواہ مخواہ مائل ہونے لگے۔

امیر خسرو کی رواداری: چشتیہ سلسلہ کے روادارانہ تعلیمات کی روشن مثالیں حضرت امیر خسرو اور امیر حسن سجزی کے یہاں ملتی ہیں، دونوں حضرات خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے حلقۂ بیعت میں داخل تھے، پہلے کہا گیا ہے کہ تعجب تو یہ ہے کہ مولانا ضیاء الدین برنی بھی حضرت نظام الدین اولیاؒ کے مرید تھے، مگر انھوں نے اپنی محرور المزاجی کی وجہ سے جو تحریریں لکھیں، اس سے یقیناً اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ کو نقصان پہنچا لیکن ان کے زہر کا تریاق حضرت امیر خسرو اور امیر حسن سجزی کی تحریروں میں ملتا ہے، جو برنی ہی کے زمانہ میں نیک نفسی، فراخ دلی، وسیع المشربی اور کشادہ ذہنی کا درس دے رہے تھے، امیر خسرو ہی کی روایت ہے کہ ایک مسلمان حج کے لیے مکہ معظّمہ جا رہا تھا کہ راستہ میں ایک برہمن ملا جو سومناتھ جا رہا تھا، یہ برہمن اپنے عقیدہ کی شدت میں زمین پر لیٹ لیٹ کر ناپتا جاتا، حاجی نے برہمن سے پوچھا دوست تم کہاں جا رہے ہو، برہمن نے کہا میں تو کئی سال سے اسی طرح سفر کر رہا ہوں، حاجی نے کہا خدا نے تم کو دو پاؤں دیے ہیں، تو چلنے کے بجائے اپنے سینہ کے بل کیوں رینگ رہے ہو، برہمن نے جواب دیا، جب سے میں نے اپنی جان مورتی کے حوالے کر دی ہے اسی طرح سینہ کے بل رینگ رہا ہوں۔ (مثنوی مطلع الانوار ص ۸۸-۸۷)

امیر خسرو لکھتے ہیں کہ ہندو بت پرستوں پر طنز کیا جاتا ہے لیکن ان کے عقیدہ میں جو اخلاص ہے اس سے سبق لیا جا سکتا ہے اسی کو اپنے ایک شعر میں اس طرح کہتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اے کہ ز بت طعنہ بہ ہندو بری ☆ ہم زوے آموز پرستش گری

وہ اپنی مثنوی دول رانی خضر خاں میں لکھتے ہیں کہ ایک آتش پرست ہندو سے سوال کیا گیا کہ وہ آگ کی پرستش کیوں کرتا ہے اور اس کے لیے کیوں جان دیتا ہے، اس نے جواب دیا کہ آگ کو دیکھ کر امید وصل فروزاں رہتی ہے اور آگ میں فنا ہو کر بقا حاصل ہوتی ہے، امیر خسرو نے آگ کی پرستش کی تو نہیں لیکن اس آتش پرست کے جذبہ کی قدر کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ (مثنوی دول رانی خضر خاں ص ۱۹۶-۱۹۵)

امیر خسرو کا اپنا مذہب تو اسلام تھا، اس لیے ہندومت کو اس پر کسی طرح ترجیح دینا پسند نہ کرتے لیکن اپنے ہم وطن بھائیوں کی دل جوئی اور دل داری کی خاطر ان کے مذہب کو دنیا کے اور تمام مذاہب سے بہتر سمجھنے کے لیے تیار ہو گئے، ہندو مذہب کو اپنے دلائل سے ثنویہ، عیسائیت، قوم مجسم، ستارہ پرست، عنصریوں، قوم شبہ اور قوم پارسی سے بہتر قرار دیا ہے، وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ ہندو پتھر، جانور، آفتاب اور درخت کو ضرور پوجتے ہیں لیکن ان کی پرستش میں اخلاص ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سب ایک ہی خالق کی مخلوق ہیں، اس کی اطاعت کے منکر نہیں، ان چیزوں کی پوجا اس لیے کرتے ہیں کہ ان کے آبا و اجداد ان کی پوجا کرتے آئے ہیں، امیر خسرو البیرونی کی طرح ہندوؤں کے تصور وحدانیت کے بھی معترف رہے، لکھتے ہیں کہ ہندو ہمارے مذہب کے قائل نہیں لیکن ان کے بہت سے عقائد ہم سے مشابہ ہیں، وہ خداوند تعالیٰ کی وحدت، اس کی ہستی اور قدم کے قائل ہیں، اس کی قدرت ایجاد اور اس کے رازق، خالق، فعال، فاعل، مختار اور عالم جزو کل کے قائل ہیں، امیر خسرو نے یہ باتیں اپنی مثنوی نہ سپہر (ص ۱۶۴) میں اس طرح لکھی ہیں:

معترف وحدت وہستی وقدم ☆ قدرت ایجاد ہمہ بعد عدم

رازق ہر پرہنر و بے ہنرے ☆ عمر برو جاں دہ ہر جانورے

خالق افعال بہ نیکی و بدی ☆ حکمت وحکمش از لی وابدی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فاعل مختار ومجازی بہ عمل ☆ عالم ہرکلی وجزوی ز ازل
ایں ہمہ را گشت بہ تحقیق مقر ☆ نے چوبسے طائفہ برکذب مصر

ہندو مرد اور عورت میں وفا شعاری کا جذبہ ہوتا ہے، اس سے بھی امیر خسرو متاثر ہوئے، کہتے ہیں کہ ہندو اپنی وفاداری میں تلوار اور آگ سے اپنی جان دے سکتا ہے اور ایک ہندو عورت اپنے شوہر کی خاطر جل کر راکھ ہو جاتی ہے، ہندو مرد اپنے بت اور مالک کے لیے اپنی جان بھینٹ چڑھا دیتا ہے، اسلام نے ان چیزوں کو روا نہیں رکھا ہے لیکن یہ بڑی کارگذاری ہے، اگر ہماری شریعت میں اس کی اجازت ہوتو بہت سے لوگ اس سعادت کو حاصل کرنے میں اپنی جانیں قربان کریں۔

گرچہ در اسلام روا نیست چنیں ☆ لیک چو بس کار بزرگ بہ بیں
گربہ شریعت بود ایں نوع روا ☆ جاں بدہند اہل سعادت سوا

امیر خسرو تو ہندوؤں کی ہر چیز کو محبوب رکھتے، لکھتے ہیں کہ دانش ومعانی ہندوستان میں اندازہ سے باہر ہے، یونان حکمت میں مشہور ہے لیکن ہندوستان اس میں بھی تہی مایہ نہیں، یہاں منطق بھی ہے اور نجوم بھی اور علم کلام بھی، البتہ ہندو فقہ سے واقف نہیں ہیں لیکن وہ طبعیات، ریاضیات اور ہیئت کے ماہر ہیں وغیرہ۔ (مثنوی نہ سپہر ص ۶۲-۶۱)

سنسکرت زبان کی تعریف تو بار بار کی ہے، لکھتے ہیں عربی کے علاوہ اس کو تمام زبانوں پر فوقیت حاصل ہے۔ (مثنوی دول رانی خضر خاں ص ۴۳-۴۲)

پھر ہندوستان کی آب وہوا، پھولوں، میووں، کپڑوں، جانوروں، پان، یہاں عورتوں کے حسن کی تعریف میں ان کا قلم بڑا رواں دواں رہا ہے، وہ تو یہاں تک لکھ گئے ہیں کہ شوخ اور سادہ حسین ہندو محبوبوں کی وجہ سے مسلمان بھی سورج کے پجاری ہو سکتے ہیں، یہاں کے مغ بچوں کو دیکھ کر خسرو کہتے ہیں کہ وہ خود خراب اور سرمست ہو گئے ہیں۔

(قران السعدین ص ۳۷-۱۳۶)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خورشید پرست شد مسلماں ☆ زیں ہندوگانِ شوخ وسادہ
کردند مرا خراب و سرمست ☆ ایں مغ بچگان تاک زادہ

مزید تفصیلات کے لیے راقم کی کتاب ''ہندوستان امیر خسرو کی نظر میں'' مطالعہ کی جاسکتی ہے۔

امیر خسرو کے مرشد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ (المتوفی ۱۳۲۴ء) تھے، جن کے ایک بھانجے مولانا تقی الدین نوح تھے، حضرت خواجہ ان کو بہت محبوب رکھتے تھے، ان کا انتقال عین شباب میں ہوگیا، حضرت خواجہ کو اس سے بڑا صدمہ پہنچا، چھ مہینے تک ان پر مہر سکوت طاری رہی، اس سے امیر خسرو بھی مغموم رہتے تھے، وہ برابر اس فکر میں رہتے تھے کہ کس طرح مرشد کا غم غلط ہو، اس زمانہ میں ہندوؤں کا بسنت کا میلہ لگا، وہ دہلی میں کالکا جی کے مندر پر سرسوں کے پھول چڑھا رہے تھے اور مست ہوکر ترانے الاپ رہے تھے، امیر خسرو بھی اس منظر کو دیکھ کر بے خود ہوگئے، فارسی اور ہندی کے چند اشعار اسی وقت موزوں کیے، سرسوں کے پھول توڑے اور پگڑی کو کج کر کے مستانہ شان پیدا کی، جھومتے جھامتے اشعار پڑھتے حضرت خواجہ خدمت میں حاضر ہوئے جو اس وقت اپنے بھانجے کے مزار پر تھے، امیر خسرو کی مستانہ ادا دیکھ کر اور ان کے اشعار سن کر مسکرانے لگے، پھر تو امیر خسرو کا کام بن گیا، اس روز سے دہلی میں جب ہندو کالکا جی کے مندر پر جاتے تو دہلی اور قرب وجوار کے صوفیہ قوالوں کو لے کر سرسوں کے پھول ہاتھ میں لیے، اشعار پڑھواتے ہوئے مولانا تقی الدین کے مزار پر جاتے، وہاں سے حضرت خواجہ کے مزار پر آتے، ان اشعار میں ایک شعر یہ بھی ہے:

اشک ریز آمد ست ابر بہار ☆ ساقیا گل بریزو بادہ بیار

قوال ہندی کی ٹھمریوں کو پڑھ پڑھ کر اسی شعر کو بار بار دہراتے، ہندی کا ایک مصرع یہ ہے: ع: عرب یار توری بسنت منائی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ پڑھا جاتا تو بڑا اثر پیدا ہوتا، رفتہ رفتہ دہلی کی درگاہوں میں پندرہ دن تک بسنت کا میلہ رہنے لگا، دوسری جگہوں پر بھی مسلمان بسنت منانے لگے، بسنت کے موقع پر امیر خسرو کا ایک گیت ان کی طرف اس طرح بھی منسوب ہے:

حضرت خواجہ سنگ کھیلے دھمال

بائیں کھاجہ مل بن بن آیوناس ☆ حضرت رسول صاحب جمال

حضرت خواجہ سنگ کھیلے دھمال

عرب یار تیر و بسنت منائیو ☆ سدا رکھئے لال گلال

حضرت خواجہ سنگ کھیلے دھمال

خواجہ نظام الدین اولیاؒ کی فراخ دلی: امیر خسرو کو یہ رواداری اور فراخ دلی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کی تربیت اور صحبت ہی ماں حاصل ہوئی جن کے یہاں خلق اللہ کی ایذا رسانی اور دل آزاری سب سے بڑا اخلاقی گناہ اور جرم تھا، حضرت خواجہ خود بھی ہندوؤں کی بعض باتوں کو دیکھ کر متاثر ہو جاتے، ایک روز وہ اپنی خانقاہ سے باہر امیر خسرو کے ساتھ نکلے تو جمنا کے کنارے ہندو عورتیں اور مرد غسل کر رہے تھے، ان کو دیکھ کر حضرت خواجہ نے فرمایا:

ہر قوم راست راہے، دینے و قبلہ گاہے

(تزک جہاں گیری ص ۸۲)

حضرت خواجہ برہمنوں کی بعض خوبیوں کے بھی معترف رہے، ان کے چہیتے خلیفہ امیر حسن دہلوی (المتوفی ۱۳۳۵ء) ان کے ملفوظات قلم بند کیا کرتے تھے، جو فوائد الفواد کے نام سے اب تک بہت مشہور اور مقبول ہے، وہ بھی امیر خسرو کی طرح شاہی دربار سے وابستہ رہے، وہ لکھتے ہیں کہ ایک بار ان کو شاہی دربار سے کچھ دنوں تک تنخواہ نہیں ملی جس سے وہ پریشان تھے، حضرت خواجہ کو ان کی پریشانی معلوم ہوئی تو امیر حسن کو یہ شکایت سنائی کہ ایک شہر میں ایک برہمن رہتا تھا، اس کے پاس بڑی دولت تھی لیکن اس شہر کے حاکم نے اس پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جرمانہ کرکے اس کا سارا مال واسباب ضبط کرلیا، جس سے وہ تباہ وبرباد ہوکر بہت ہی مفلس ہوگیا، ایک روز وہ کہیں جارہا تھا کہ اس کا ایک دوست راستہ میں ملا، اس نے برہمن سے پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟ برہمن نے جواب دیا، اچھا ہے اور خوش ہوں، دوست نے کہا کہ تمہاری چیزیں تو تم سے لے لی گئیں، اب تم خوش کیسے رہ سکتے ہو، برہمن نے جواب دیا میرا جنیو تو میرے پاس ہے۔ زنار من با من است

حضرت خواجہ نے یہ حکایت سنا کر امیر حسن سے کہا "تم نے سنا" امیر حسن نے جواب دیا، جی ہاں، اس حکایت سے مجھ کو بڑی باطنی تسکین اور تسلی ہوئی۔ (فوائد الفواد ص ۵۶-۵۵)

حسن دہلوی کی رواداری: امیر حسن دہلوی کے دیوان میں بہت سی ایسی منظوم حکایتیں ہیں، جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے ہم مذہبوں کو رواداری اور فراخ دلی کی تعلیم دیتے رہے، ایک نظم میں لکھتے ہیں کہ ایک کشتی پر ایک غیر مسلم (گبر) اور ننانوے مسلمان سوار تھے، یکا یک کشتی دریا میں ڈوبنے لگی، مسلمانوں نے کہا کہ ہم تو خداوند تعالیٰ کے نور سے آشنا ہیں لیکن کسی بیگانہ کی وجہ سے یہ کشتی ڈوب رہی ہے، اس لیے اس گبر کو دریا میں ڈال کر کشتی کو محفوظ کرلینا چاہیے، گبر نے یہ سنا تو ناامید ہوکر ایک آہ کھینچی اور بولا کہ ایک گبر کے بدبختی کی تاثیر سے بلا آرہی ہے اور کشتی ڈوب رہی ہے تو پھر ننانوے مومنوں کی پاکی سے یہ محفوظ کیوں نہیں ہے، ان میں ایک دانا بزرگ بھی تھے، گبر کی یہ دردناک بات سن کر متاثر ہوئے اور اپنے ساتھیوں کو نصیحت کی کہ ہر حال میں خداوند تعالیٰ کی رضا اور دست گیری پر بھروسہ کرنا چاہیے، اس کے بعد کشتی سلامت رہی، آخر میں امیر حسن لکھتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ کے ملک بے نیازی میں سرانداز ہی میں سرافرازی ہے اور دوسروں کے فسق پر نظر رکھنا درست نہیں، ہر حال میں خدا سے خیر اور ظلمت کے چراغ کی روشنی میں فضل الٰہی کی امید رکھنی چاہیے، امیر حسن دہلوی نے اس واقعہ کو اس طرح منظوم کیا ہے۔

(دیوان حسن سجزی ص ۸۲-۵۸۱)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شنیدم کشتی در موج گاہے ☆ ہمی شد غرقہ نے رود نہ راہے
دراں کشتی در اغلب اہل ایماں ☆ یکے گبر و نود نہ تن مسلماں
مسلمانان بر آشفتند کایں کار ☆ ہم از ہم صحبتاں آمد پدیدار
چو نورِ آشنائی ہست برما ☆ بلازیں مرد بیگانست برما
بدریا افگنیم ایں گبر را زود ☆ خلاصِ ما نخواہد جز چنیں بود
چو بشنید ایں سخن آں مرد گمراہ ☆ بر آورد از دل نومید خود آہ
پس آنگہ بامسلماناں چنیں رفت ☆ کہ خاراز راہ خود نے خود تواں است
گر از تاثیر شوخی یکے گبر ☆ بلاخیزد چہ تدبیر است جز صبر
چرا صدق نود نہ مومن پاک ☆ اثر نہ دہد در بن حالِ خطرناک
درآں جا پیر دانا بود مردے ☆ رسید اندر دلش زیں حرف دردے
بیاراں گفت بگذارید ایں رائے ☆ بیفشارید در راہ رضا ہائے
مبیں درجودستِ ناکس وکس ☆ دریں جادست گیریٔ خدابس
دریں بودند کہ آوازے برآمد ☆ کہ اینک روز محنت ہا سرآمد
زغرقاب آمد ایں کشتی بہ پایاب ☆ علامت را مہیا گشت اسباب
حسن چوں ملک ملک بے نیازیست ☆ سراندازی دریں رہ سرفرازیست
صلاح خود مبیں وفسق غیرے ☆ بہرحال از خدا می خواہ خیرے
خداوندا بحال ما نظر کن ☆ دریں ظلمت چراغ فضل برکن
زماخود جز لئیمے نزاید ☆ تو خود کن کز کریمے تو آید

حسن دہلوی نے ایک غیر مسلم کی بخشش اور فیاضی کا حال بہت ہی موثر انداز میں لکھا ہے، یہ غیر مسلم ضرورت مندوں اور محتاجوں کی مدد کرنے میں بہت مشہور تھا، ایک مسکین اس کے پاس اس وقت پہنچا جب وہ میدان جنگ میں زخمی ہو کر دم توڑ رہا تھا، مسکین نے اس کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاس آکر اپنا حال بتایا تو اس نے کہا اب تو اس کے پاس کچھ بھی نہیں رہا، اس کے دانتوں میں سونے کی ڈوری نکال کر اپنی ضرورت پوری کرسکتا ہے، یہ لکھ کر حسن دہلوی کہتے ہیں۔

(ایضاً ص ۵۸۳)

سخن در ہمت است وزر افشانی ☆ حساب کفر وایماں را تو دانی
اگر فاسق سخائے ورزدائے دوست ☆ حبیب اللہ طراز دولت اوست
دگر زاہد کند بابخل پیوند ☆ خدایش دشمن اوخلق صد چند

شیخ احمد عبدالحق کی روادارانہ حکایت: مذہبی رواداری کی ایک اچھی مثال پنڈوہ (بنگال) کے ایک مسلمان حاکم کے یہاں بھی ملتی ہے، جس کو شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ نے شیخ احمد عبدالحق کے ملفوظات کے سلسلہ میں بیان کیا ہے، شیخ احمد عبدالحق راہ سلوک کی منزلیں طے کرنے کے سلسلہ میں بنگال جاکر پنڈوہ میں مقیم ہوئے تو اس زمانہ میں وہاں کا حاکم ایک رات بھیس بدل کر شہر میں نکلا، ایک جگہ قلندروں کی ایک جماعت کھانا کھارہی تھی، حاکم ان کے پاس پہنچا تو انھوں نے اس کو پھٹکارا کہ تم ہمارے کھانے میں نظر لگارہے ہو، اس نے اپنی غربت کا ذکر کیا تو وہ اور برہم ہوئے اور جب تک اس کو اپنے سامنے سے ہٹا نہ لیا خاموش نہیں ہوئے، حاکم وہاں سے ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں کچھ جوگی رہتے تھے، وہ لوگ بھی کھانا کھارہے تھے، آپس میں برابر تقسیم کرنے لگے تو ایک حصہ حاکم کو بھی دیا، حاکم نے کہا میں ایک بیگانہ آدمی ہوں، میرے لیے اس کا حصہ کیوں لگاتے ہو، جوگی بولے ہمارا طریقہ یہی ہے، اگر کتا موجود ہوتا ہے تو ہم اس کو بھی برابر کا حصہ دیتے ہیں، تم تو آدمی ہو تم کو کیسے نہ دیں، حاکم یہ سن کر بہت متاثر ہوا، صبح کو اس نے حکم دیا کہ سارے قلندر اور درویش شہر بدر کردیے جائیں، جوگی جیسے تھے ویسے رہنے دیے گئے، شہر میں ہنگامہ برپا ہوا، شیخ عبدالحق شہر چھوڑنا نہیں چاہتے تھے، وہ حاکم کی ڈیوڑھی پر جاکر بیٹھ گئے، کسی نے ان کو وہاں سے نہیں ہٹایا، تو یہ کہہ کر اپنی قیام گاہ پر واپس آگئے کہ یہ حاکم درویشوں کو نہیں بلکہ بے خبروں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوشہر بدر کرار ہا ہے۔(انوار العیون ص ۲۵-۲۳)

بہمنی خاندان کے بانی کی حکایت: رواداری کی ایک بہت اچھی مثال دکن کے بہمنی سلطنت کے بانی سلطان علاء الدین حسن گانگو بہمنی (المتوفی ۷۵۸ھ) کے یہاں بھی ملتی ہے، اس کی ابتدائی زندگی بہت ہی عسرت میں گذری، وہ دہلی میں محمد تغلق کی شہزادگی کے زمانہ میں اس کے ایک منجم گنگو برہمن کا ملازم تھا، اپنی تنگ دستی سے پریشان رہتا، ایک دن اس نے گنگو برہمن سے اپنی غربت کا ذکر کیا تو گنگو برہمن نے ہمدردی میں نواح دہلی میں اس کو اپنی بنجر زمین کا ایک ٹکڑا دیا، ایک جوڑی بیل اور دو مزدوروں کا بھی انتظام کر دیا تا کہ وہ اس زمین پر کھیتی کر کے اپنا پیٹ پال سکے، ایک دن اس کے مزدور ہل چلا رہے تھے کہ زمین کے اندر سے ایک برتن نکلا جس میں سلطان علاء الدین خلجی کے عہد کی اشرفیاں تھیں، حسن اپنی ایمان داری کی وجہ سے یہ گوارا نہ کر سکا کہ آقا کی دی ہوئی زمین میں خیانت کرے، اس نے یہ ساری دولت گنگو برہمن کے سامنے لے جا کر رکھ دی، گنگو نے حسن کی ایمان داری کا ذکر شہزادہ محمد تغلق سے کیا، اس نے اپنے باپ سلطان غیاث الدین تغلق کو اس کی خبر دی سلطان غیاث الدین تغلق نے حسن کو اپنے حضور میں طلب کیا اور شاہی نوازشوں کے ساتھ اپنے امیروں کے زمرہ میں شامل کر لیا۔ (تاریخ فرشتہ جلد اول ص ۲۷۴) ایک دن گنگو برہمن نے حسن سے کہا کہ مجھ کو تمہاری قسمت کے زائچہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم بڑے اقبال مند ہو گے، خدا کی مدد اور عنایت سے کسی بلند رتبہ پر پہنچ جاؤ گے، اس بات کا عہد کرو کہ اگر خدا تم کو کسی بڑے مرتبہ پر پہنچا دے تو میرا نام بھی اپنے نام کا جز بنا لینا تا کہ تمہارے اقبال کی بدولت میں بھی دنیا میں زندہ رہ سکوں، دوسرے یہ کہ اپنے خزانہ میں مجھ کو اور میری اولاد کے سوا کسی اور کو نہ رکھنا، حسن نے اپنے محسن کی دونوں باتیں منظور کر لیں اور کوئی بڑا عہدہ پانے سے پہلے ہی اپنے نام کے ساتھ گنگو لکھنے لگا، وہ دکن میں بہمنی سلطنت قائم کرنے کے بعد بڑا کامیاب حکم راں اور فاتح ثابت ہوا، ایک بار کسی نے اس سے پوچھا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ نے اتنی بڑی سلطنت کیسے حاصل کرلی اور کم مدت میں اتنی وسعت کیسے دی اور دوسرے حکم رانوں اور رعایا کو اپنا مطیع کیسے بنایا، اس نے جواب دیا کہ پہلے تو میں نے مروت کو اپنا اصول بنایا، خواص وعوام سے ہمیشہ مروت سے پیش آتا رہا، دوسرے یہ کہ کبھی بخل سے کام نہیں لیا، سخاوت میں دوست اور دشمن کی تفریق نہیں کی، ہر ایک کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا، ان ہی دو باتوں کی وجہ سے سب ہی میرے مخلص ہمدرد اور مطیع بنتے گئے۔

(تاریخ فرشتہ جلد اول ص ۲۸۱)

علمی رواداری: علمی رواداریاں تو ملک کے مختلف گوشوں میں برابر جاری رہیں مثلاً بنگال میں بنگالی زبان ضرور بولی جاتی تھی لیکن رامائن اور مہابھارت جیسے کلاسیکل لٹریچر سے ان کی زبان بیگانہ تھی، مسلمانوں کی حکومت وہاں قائم ہوئی تو انھوں نے نہ صرف بنگالی زبان سیکھی، بلکہ اس کو باوزن بنانے کی پوری کوشش کی، سلطان ناصر شاہ (۱۲۸۲-۱۳۲۵) بنگالی زبان کا بڑا مربی تھا، شاعر اعظم ودیاپتی نے اپنی ایک نظم اس کے نام معنون کرکے اس کی شہرت کو باقی رکھا ہے، اسی کے حکم سے مہابھارت کا بنگالی ترجمہ ہوا، سلطان حسین شاہ نے مالا دھر باسو کو بھاگوت پران کے بنگالی ترجمہ کے لیے مقرر کیا، حسین شاہ کے سپہ سالار پرگل کے حکم سے گوندرائے پرمیشور نے مہابھارت کا دوسرا ترجمہ شروع کیا جسے سری کرن نندی نے آگے بڑھایا۔ (پرموشن آف لرننگ اِن انڈیا ڈیورنگ دی محمڈن پریڈازان، ان لاص ۱۱۸-۱۰۷) آگے چل کر تو بنگالی زبان مسلمانوں کی مادری زبان ہوگئی اور انھوں نے اس میں بے شمار کتابیں لکھیں۔

صوفیائے کرام نے بھی ہندوستان کی تسخیر قلوب کے لیے یہاں کی زبانیں سیکھیں اور ان میں دوہے کہے، حضرت فریدالدین گنج شکر (ف ۲۶۵) کے پنجابی اشعار ابوعلی قلندر پانی پتی (ف ۱۳۲۳) حضرت شرف الدین یحییٰ منیریؒ (ف ۱۳۸۰ء) حضرت عبدالحق ردولویؒ (ف ۱۳۳۰ء) اور حضرت عبدالقدوس گنگوہی (ف ۱۵۳۷ء) شیخ برناوی (ف؟)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ہندی دوہے اور اشعار آج کل کی ہندی زبان کے محققوں کے لیے لائق توجہ ہو گئے ہیں، دکن میں خواجہ گیسو درازؒ (ف ۱۴۳۲) نے معراج العاشقین اور شاہ میران شمس العشاق (ف ۴۲۲) نے خوش نامہ، خوش نغز اور شہادۃ الحقیقۃ دکنی زبان میں لکھ کر یہ صور پھونکا کہ مسلمان فارسی زبان چھوڑ کر یہاں کی ملکی زبان کو اپنائیں، صوفیائے کرام نے یہاں کے باشندوں سے قریب تر ہونے کے لیے فارسی اور عربی زبانوں کو چھوڑ کر جس طرح ان کی زبان اختیار کی اور اس سے اردو کی جو نشو ونما ہوئی وہ نہ صرف رواداری بلکہ ہندوستان کی مذہبی اور لسانی تاریخ کا مستقل باب بن گئی ہے۔

سلطان زین العابدین کی رواداری: کشمیر میں سلطان زین العابدین (۱۴۲۰-۱۴۱۲) کو فارسی کے علاوہ ہندی اور تبتی زبان پر بڑا عبور حاصل تھا، اس نے اپنی سیاسی رواداری کے ساتھ علمی بے تعصبی سے سرگرمیاں بھی جاری رکھیں، اس کو سنسکرت کے فضلا میں جون راج اور سری در پر بڑا اعتماد تھا، ان دونوں نے اسی کے ایما سے سنسکرت میں کشمیر کی تاریخیں لکھیں، سلطان کا ایک اور درباری بودھ بھٹ ویدوں کا عالم تھا، اس نے کشمیری نظم میں ایک ڈراما جین پرکاش لکھا، جس میں اپنے آقا کے دور حکومت کی تفصیل لکھی ہے، ایک اور شاعر سوم پنڈت نے اپنی کشمیری نظم جین چرت میں سلطان کے کارناموں کا ذکر کیا ہے، ایک اور مصنف بھٹ اوتار نے جین ولاس لکھی، جس میں سلطان کے مقولے ہیں، سلطان نے ایک دارالترجمہ بھی قائم رکھا تھا، جس میں فارسی کی کتابیں سنسکرت میں اور سنسکرت کی فارسی میں ترجمہ ہوتی تھیں، اسی سلسلہ میں سری در نے جامی کی تصنیف یوسف زلیخا کا ترجمہ سنسکرت میں کیا اور اس کا نام کتھا کوتک رکھا، ملا احمد سنسکرت اور فارسی کے عالم تھے، انھوں نے سلطان کے حکم سے مہابھارت اور کلہن کی تصنیف راج ترنگنی کا ترجمہ فارسی میں کیا اور سلطان کے عہد تک کے حالات کا اضافہ کیا، اس کے بعد..... سری در نے اس میں مزید اضافہ کیا تھا اور اس کا نام جین راج ترنگنی رکھا، جون راج اور سری در دونوں سلطان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زین العابدین کے دربار سے وابستہ تھے، سری در سلطان کو والمیکی کی برہم درشن اور اس کے ساتھ سمتھا پڑھ کر سناتا اور ان کی شرحیں بھی کرتا جاتا، اسی طرح پنڈت آ کر سلطان کو شاستر بھی سنایا کرتے تھے۔ (تاریخ فرشتہ جلد دوم ص ۴۴۴ و کشمیر سلاطین کے عہد میں از ڈاکٹر محبّ الحسن باب پنجم) فرشتہ نے اپنی تاریخ میں سلطان کی سیاسی رواداریوں کا ذکر بہت تفصیل سے کیا ہے، جس کو مختصر طریقہ پر اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے کہ وہ خود علوم وفنون کا ماہر تھا، اس لیے اس کی مجلس مسلمان اور ہندو فضلا سے معمور رہتی تھی، وہ عمارتوں کی تعمیر، زراعت کی ترقی اور نہروں کے جاری کرنے میں مصروف رہتا، اس نے ایک عام حکم جاری کر رکھا تھا، کہ اس کے ملک میں جس شخص کا مال چوری ہو جائے، اس کا تاوان قریات کے رئیس ادا کریں، اس طرح چوری اس کی سلطنت میں بالکل ختم ہوگئی تھی، شیو دیو بھٹ کے زمانہ سے جو بری رسمیں ملک میں جاری تھیں، ان کو بالکل ختم کر دیا، نرخ کا اندراج جیسا اس کے زمانہ میں ہوا پہلے کبھی نہیں ہوا، اس نے اپنے قواعد وضوابط تانبے کی تختیوں پر لکھوا کر انھیں ہر شہر اور گاؤں میں نصب کرایا، جس سے ظلم کا خاتمہ ہوگیا، ان تختیوں پر یہ لکھا ہوتا کہ جو شخص ان قوانین پر عمل نہ کرے اس پر خدا کی لعنت ہو، سلطان کے یہاں ایک حاذق طبیب سری بھٹ نامی تھا، وہ اس پر بڑا اعتماد رکھتا تھا، اس کے کہنے پر سلطان نے ان برہمنوں کو جو سکندر شاہ کے عہد حکومت میں سیہ بت (شودیو) کے مظالم کی وجہ سے جلاوطن ہوگئے، دور دراز مقامات سے بلالیا اور ان کی املاک واپس کر دیں، ہندوؤں کے مندروں میں پوجا کے اوقات مقرر کیے، جزیہ کا حکم منسوخ کر دیا، گاؤکشی ختم کر دی، برہمنوں اور ہندو قاضیوں کو طلب کر کے ان سے عہد لیا کہ وہ کبھی جھوٹ نہ بولیں گے اور جو کچھ ان کی مذہبی کتابوں میں لکھا ہوا ہے، اس کے خلاف کچھ نہ کریں گے، سلطان نے پیشانی پر قشقہ لگانا، ستی ہونا وغیرہ جو سکندر شاہ کے عہد میں ختم ہوگئے تھے، از سر نو جاری کیا، پیش کش، جرمانے اور دوسرے مصادرات کی رقمیں جو شقدار رعایا سے وصول کرتے تھے، بالکل بند

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر دیے اس نے حکم دیا کہ سوداگر جو مال باہر ملکوں سے لائیں، ان کو اپنے گھروں میں چھپا کر نہ رکھیں اور جس قیمت پر خرید کر لائیں، اس پر تھوڑا منافع رکھ کر فروخت کریں اور لین دین میں بے عنوانی نہ کریں، اس کے آئین میں یہ بھی تھا کہ جو علاقہ فتح کیا جاتا اس کا خزانہ لشکریوں میں تقسیم کر دیا جاتا اور جو خراج وہاں کی رعایا سے لیا جاتا وہی وصول کیا جاتا، سلطان سرکشوں اور منکروں کی گوشمالی اچھی طرح کرتا رہتا اور اس کو اعلیٰ مرتبہ سے ادنیٰ درجہ تک پہنچا دیتا، وہ فقیروں اور ضعیفوں سے مہربانی سے پیش آتا اور اس کی نگہداشت کرتا کہ امیر زیادہ امیر ہو کر باغی نہ ہو جائیں اور نہ کوئی غریب ہو کر فقیر ہو جائے، سلطان کی پارسائی کا حال یہ تھا کہ وہ نامحرم عورتوں کو اپنی ماں اور بہن تصور کرتا، کسی نامحرم عورت پر بری نظر نہ ڈالتا اور نہ دوسرے کے مال میں خیانت کرنے کا لالچ دل میں لاتا، وہ رعایا پر مہربان تھا، اس لیے مروجہ گز اور جریب میں اضافہ کیا، اس کے عہد میں ہر شخص اپنے عقیدہ کے مطابق اپنے مذہبی احکام بجالاتا، کوئی شخص کسی سے تعصب کی بنا پر تعرض نہیں کر سکتا تھا۔

(تاریخ فرشتہ جلد اول ص ۴۳-۲۴۲)

اس عہد کے ایک ہندو مورخ شری در کا بیان ہے کہ سلطان اپنے مذہبی فریضہ کا سختی سے پابند تھا، پانچوں وقت کی نماز پڑھتا، رمضان کے مہینے میں روزے بھی رکھتا، امور حکومت میں شیخ الاسلام کے مشورے سے کام انجام دیتا، وہ صوفیائے کرام اور علما کی بڑی عزت کرتا لیکن اسی کے ساتھ برہمنوں اور پنڈتوں کا بھی احترام کرتا، اس نے مندروں کی مرمت اور تعمیر کی اجازت دی اور کچھ کو اس نے خود مرمت اور تعمیر کرایا، اس نے برہمنوں کو ایسی زمین دی جس کا لگان معاف تھا، مندروں پر زمینیں وقف کیں، وادی کشمیر میں مختلف مقدس مقامات کی یاترا کے لیے آنے والے یاتریوں کو مفت کھانا دیا جاتا تھا، اس کے لیے جو جاگیر وقف تھی، اس کو سلطان نے اور آگے بڑھا دیا اور ایک عمارت ان یاتریوں کے قیام کے لیے بنوائی، ہندوؤں کے تہواروں میں شریک ہوتا، شری جین مٹھ کے بھکشو برتنوں کی پوجا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا جشن مناتے تو اس میں وہ شریک ہوتا، بھکشوؤں کو کھانا کھلاتا، ناگ یاترا کے دن اور گن چکر کے تہوار کے زمانے میں پانچ دن تک پجاریوں کو چاول، گوشت اور پھل وہ خود دیتا، چاند کی تیرہویں کو انھیں لحاف اور دوسری چیزوں کے تحفے دے کر رخصت کرتا، ہندوؤں کو اچھے اچھے عہدے دینے میں فراخ دلی سے کام لیتا، شیو بھٹ برہمن اور بودھ مذہب کے پیرو تلک اچاریہ اس کے بڑے معتمد سیاسی مشیر تھے، شری بھٹ اس کی عدالت انصاف کا منصرم تھا، جب اس کا انتقال ہوا تو سلطان کو بڑا دکھ ہوا، اس نے اس کے لیے بہت بڑی رقم خیرات کی، کرپور بھٹ برہمن اس کا خاص طبیب تھا۔ (بحوالہ کشمیر سلاطین کے عہد میں از ڈاکٹر محبّ الحسن اردو ترجمہ شائع کردہ دارالمصنّفین اعظم گڑھ ص ۱۲۵-۱۱۵) وہ کشمیر میں اتنا مقبول تھا کہ لوگ محبت میں اس کو بڑشاہ کہتے تھے اور جب اس کی وفات ہوئی تو لوگ اس کے لیے چیخ چیخ کر روئے، اس دن راج دھانی میں کھانا نہیں پکا اور نہ کسی چولھے سے دھواں اٹھا اور آج بھی کشمیر میں اس کا نام بڑی عزت اور محبت سے لیا جاتا ہے اور ہندو و مسلمان دونوں میں سے کوئی بھی اس کا ناقد نہیں، اس کی مثالی حکومت ہندوستان کے لیے ایک پیام ہے کہ ایک حکم راں لوگوں کے دلوں کو کیسے تسخیر کر سکتا ہے، اس نے اپنا مذہبی عقیدہ نہیں بدلا اور نہ لوگوں کو ان کے عقائد کی تبدیلی کی تلقین کی لیکن اپنی رواداری، فراخ دلی، انسان دوستی اور نیک مشربی سے لوگوں کے دلوں پر حکم رانی کرتا رہا۔

علمی رواداری: ہندوستان کے ایرویدک علوم سے بھی مسلمانوں نے دل چسپی لی، گجرات میں محمد شاہ (۱۴۵۸ء-۱۵۱۱ء) نے عربی اور فارسی کی اہم کتابوں کے فارسی ترجمہ کا ایک خاص محکمہ قائم کیا تو اس کی فرمائش پر واگھ بھٹ کی ایرویدک کتاب اشتانگ روی کا فارسی ترجمہ علی محمد بن اسماعیل رسادلی نے کیا اور اس کا نام شفائے محمودی رکھا۔ (معارف فروری ۱۹۴۵ء)

بیراگیوں کی رواداری: پندرہویں صدی کے آخر اور سولہویں صدی کے شروع میں بیراگیوں کی تحریکوں سے بڑی رواداری پیدا ہوئی جس کو بھکتی تحریک بھی کہا جاتا ہے،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیراگیوں کے متعلق دبستان المذاہب میں ہے۔

بیراگ کے معنی طلب کے ہوتے ہیں، وہ تارک دنیا ہوتے ہیں، ان کی عبادت میں وہ اشعار ہوتے ہیں جو بشن کی تعریف میں کہے جاتے ہیں۔ بشن کے مظاہر رام اور کرشن اور ان ہی کی طرح اور دوسرے ہیں، ان کے اشعار کو بشن پد کہا جاتا اور بشن کے جو مقدس مقامات ان سے منسوب ہیں، وہاں جاتے ہیں، تلسی کی تسبیح گردن میں لٹکاتے ہیں اور اس کو مالا تلسی کہتے ہیں، تلسی ہندوستان کی ایک لکڑی ہے، ہندو مسلمان جو بھی چاہے اس مسلک کو اختیار کرسکتا ہے، کسی کے لیے مخالفت نہیں ہے، کہا جاتا ہے کہ مسلمان بھی بشن کی پوجا کرتے ہیں اور جس معنی میں بسم اللہ استعمال ہوتا ہے، اسی معنی میں بشن و بسم بشن کہتے ہیں، یہ لوگ بشن کی ذات کے تجرد اور وساطت کے قائل ہیں، یعنی اس کے کوئی جسم نہیں ہے، روحوں کو اس کے تجسس کی قوت کا پرتو سمجھتے ہیں اور تمام اجسام کو اس کی ہستی کا سایہ جانتے ہیں، وہ اپنے کو چار ہاتھوں میں ظاہر کرتا ہے..... (ص ۱۵۹-۱۵۸)

کبیر داس: ان بیراگیوں میں سب سے زیادہ شہرت کبیر داس کو حاصل ہوئی جو آج بھی ایک خاص حلقہ کو اپنی تعلیمات سے متاثر کیے ہوئے ہے، دبستان المذاہب میں کبیر (متوفی ۱۵۱۸ء) کے حالات بہت ہی روادارانہ طور پر قلم بند کیے گئے ہیں، یہ کتاب گیارہویں صدی عیسوی میں لکھی گئی اس میں کبیر کے متعلق ہے۔

"کبیر جولاہہ نژاد تھے، ہندوستان کے مشہور موحدوں میں ہیں، بیراگی تھے، کہتے ہیں کہ کبیر اپنے مرشد کی تلاش کے زمانہ میں مسلمان اور ہندو کاملوں کے پاس گئے لیکن جس کی تلاش تھی اس کو نہ پایا تو آخر کار کسی نے ان کو روشن ضمیر رکھنے والے رامانند کا پتہ بتایا جو مسلمانوں کے چہرے تک کو دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے، کبیر کو جب یہ معلوم ہوا کہ رامانند جولاہوں سے بات نہیں کرتے ہیں تو انھوں نے ان کے راستہ میں ایک کنواں کھودا اور اس کے اندر جا کر بیٹھ گئے، رات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے آخری پہر میں رامانند دریا میں غسل کرنے کے لیے جاتے، ایک بار رامانند نے روح مجرد کے مانند اپنے بدن کو پانی سے پاک کیا اور عبادت کے گھر کی طرف روانہ ہوئے تو کبیر کے کنویں کے پاس پہنچے کبیر کنویں سے نکل آئے اور رامانند کے پاؤں کو پکڑ لیا، رامانند میں حق بینی ایسی تھی کہ وہ رام کے سوا کسی اور کا جلوہ نہیں دیکھتے تھے رام سے مراد ایزد متعال ہے، اس لیے رامانند نے کبیر کو دیکھتے ہی رام کہا، کبیر نے رامانند کی زبان سے رام سنا تو اپنے ہاتھ ان کے پاؤں سے اٹھا لیے اور رام رام کا ورد کرنے لگے، یہاں تک کہ رامانند کی طرح ان کی آنکھوں میں رام کے سوا کوئی اور چیز نہیں دکھائی دیتی اور وحدت وجود کے سلسلہ میں اتنی اونچی باتیں کرنے لگے جو محققوں کے سوا اور کوئی نہیں کرسکتا ہے اور ان کی یہ باتیں مشہور ہونے لگیں، لوگوں نے رامانند سے کہا کہ اس شہر میں ایک جولاہہ ہے وہ اپنے کو آپ کا شاگرد بتاتا ہے، حالاں کہ آپ فرومایہ جولاہوں کی طرف دیکھتے بھی نہیں ہیں، رامانند نے کہا کہ اس کو بلاؤ، کبیر ان کے پاس لائے گئے، کبیر کی نگاہ رامانند پر پڑی تو وہ کہہ اٹھے، رام رام، رامانند نے بھی رام رام کہنے والے کبیر کو اپنی آغوش میں لے لیا، تمام لوگ یہ دیکھ کر متحیر اور متعجب ہوئے، انھوں نے اس توجہ کی حقیقت پوچھی تو رامانند نے کہا کہ اس زمانہ کے برہمن کبیر ہیں کیوں کہ انھوں نے برہم یعنی ذات حق کو پہچان لیا ہے۔" (۵۸-۱۵۷)

کبیر نے برہمنوں کے چھوت چھات کے خلاف جو مہم اٹھائی اس کی نوعیت دبستان المذاہب کی اس روایت سے ظاہر ہوگی:

"ایک روز کچھ برہمن گنگا کے کنارے بیٹھے تھے، وہ گنگا کے پانی کی تعریف کرنے لگے کہ اس سے تمام گناہ دھل جاتے ہیں، اس گفتگو کے درمیان ایک برہمن نے پانی مانگا، کبیر جو ان باتوں کو سن رہے تھے، اپنی جگہ سے اٹھے اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے لکڑی کے پیالے میں جوان کے ساتھ تھا، پانی بھرا اور برہمن کے پاس لے گئے، کبیر جولاہے تھے، جو ادنیٰ درجہ کے لوگ سمجھے جاتے ہیں، برہمن ان کے ہاتھ سے لے کر نہ کچھ کھاتے اور نہ پیتے، برہمن نے کبیر کے ہاتھ سے پانی نہیں لیا، کبیر نے کہا ابھی تو آپ یہ کہہ رہے تھے کہ گنگا کا پانی بدن اور روح کو گناہ کی تمام آلائشوں کو دھو کر زائل کر دیتا ہے، اگر یہ پانی میری لکڑی کے پیالے کو پاک نہیں کر سکتا ہے تو یہ تعریف کا مستحق نہیں۔'' ص ۱۵۹)

کبیر نے بت پرستی کے خلاف جس طرح تلقین کی وہ دبستان المذاہب میں اس طرح درج ہے:

''ہندوؤں میں رواج ہے کہ پوجا کے وقت بت پر پھول چڑھاتے ہیں، ایک روز کبیر نے ایک مالن کو بت کے لیے پھول چنتے دیکھا تو اس سے کہا کہ پھولوں کی پنکھڑیوں میں تو ایک نباتاتی روح ہے لیکن تم جس بت کے لیے یہ پھول لے جا رہی ہو تو وہ ایک جمادات ہے، جو مردہ ہے، بے خبر ہے، وہ روح نہیں رکھتا ہے، نباتات کا درجہ جمادات سے اونچا ہے، اگر بت میں جان ہوتی تو بت کا بنانے والا اس کو بناتے وقت اس کے سینہ پر پاؤں رکھتا، تو بت اس کو سزا ضرور دیتا، جاؤ ایک دانا، بیدار دل اور کامل انسان کی پرستش کرو جس کے مظہر بشن ہیں۔''

دبستان المذاہب میں کبیر کی عالی ظرفی، نیک دلی اور رواداری کو ظاہر کرنے کے لیے حسب ذیل پر کیف واقعہ قلم بند کیا گیا ہے۔ (ص ۱۶۰)

کبیر فقرا کی خدمت برابر کیا کرتے تھے، ایک روز ان کے یہاں کچھ درویش آ گئے، انھوں نے بڑی تعظیم سے ان کو اپنے گھر میں جگہ دی، ان کی تواضع کے لیے ان کے گھر میں کچھ نہ تھا، بہت سے دروازے پر گئے مگر کہیں کچھ نہیں پایا تو ان کی بیوی نے کہا کہ گھر کی گلی کے پاس ایک بنیا رہتا ہے جو مجھ پر بری نظر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈالا کرتا ہے اگر اس بنیے سے کوئی چیز مانگوں تو شاید وہ دیدے، کبیر نے کہا اس کے پاس جلد چلی جاؤ جو کچھ کہے قبول کرلو اور ان درویشوں کے لیے کچھ لے آؤ، بیوی نے اس تاجر بنیے سے جا کر ادھار چیزیں مانگیں، اس نے کہا کہ اگر تم رات کو میرے گھر آنے کا وعدہ کرو تو تم جو چیز مانگو، دوں گا، بیوی نے قسم کھا کر اس کی بات مان لی، بنیے نے چاول اور گھی دے دیا جو درویشوں کے لیے چاہیے تھا، اس طرح ان کو کھانا کھلا کر آرام پہنچایا، تو بہت سخت بارش ہونے لگی، بیوی نے بنیے سے جو وعدہ کیا تھا وہ کبیر کو یاد دلایا، کبیر میں سچائی تھی، انھوں نے اس تاریک رات میں جب کہ پانی برس رہا تھا اور کیچڑ بہت ہوگئی تھی، اپنی بیوی کو کاندھے پر اٹھایا اور تاجر بنیے کی دوکان تک پہنچا دیا، خود ایک گوشہ میں چھپ گئے، بیوی جب بنیے کے گھر میں داخل ہوئی تو بنیے نے اس کے پاؤں کیچڑ سے آلودہ نہیں پایا تو پوچھا کہ تم کیسے آئیں کہ تمہارے پاؤں میں کیچڑ نہیں لگی، بیوی نے حقیقت چھپانی چاہی، بنیے نے خدا کی قسم دے کر حقیقت پوچھی، بیوی نے حقیقت بتائی تو بنیے نے سن کر ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہوگیا، جب اس کو ہوش آیا تو باہر نکلا اور کبیر کے پاؤں پر آکر گر پڑا، پھر اپنی دوکان کی ساری چیزیں لٹا کر بیراگی بن گیا، اس کے

بعد دبستان المذاہب نے اپنی طرف سے یہ شعر لکھا ہے:

کجا شہوت دلِ مردم رباید ☆ کہ حق گو گہ زباطل می نماید

دبستان المذاہب کے مؤلف نے کبیر داس کی وفات کا حال جس طرح لکھا ہے، اس سے ہندو مسلمان دونوں میں ان کی مقبولیت کا اندازہ ہوگا۔

(ص ۶۲-۱۶۱)

جب کبیر نے اپنا جسد عنصری چھوڑا تو مسلمان جمع ہوئے کہ ان کو دفن کریں، کیوں کہ وہ اہل اسلام میں خیال کیے جاتے تھے، ہندوؤں کا بھی ہجوم ہوا اور وہ ان کو مانا چاہتے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے کیوں کہ وہ ان کو ہندو سمجھتے تھے، ان ہی میں سے ایک فقیر لوگوں کے درمیان آیا اور اس نے کہا کہ کبیر ایک عارف بزرگ تھے اور دونوں مذہب سے بالاتر، اب تک تم سب کو انھوں نے راضی رکھا، اپنی موت کے بعد بھی وہ تمہاری رضا کے خواہاں ہوں گے، اور جب ان کا حجرہ کھولا گیا تو وہ وہاں نہ تھے، دونوں فرقے متحیر اور متعجب ہوئے، دبستان المذاہب کے مصنف نے اس کے بعد یہ شعر درج کیا ہے:

اے دوست چناں بزی کہ بعد از مردن ☆ انگشت گزیدنی بیاراں ماند

(اے دوست اس طرح زندگی بسر کر کہ مرنے کے بعد بھی (افسوس میں) دوستوں کی انگلیاں منہ میں رہیں۔)

جگناتھ میں ان کی قبر بھی ہے اور ایک نشان بھی جہاں مردے جلائے جاتے ہیں اور یہ قبر اور نشان ان کی طرف منسوب ہے۔

کبیر کی لاش کے جھگڑے کی نوعیت سے متاثر ہو کر دبستان المذاہب کے مصنف نے یہ لکھ کر تلقین کی ہے:

چناں بانیک وبد عرفی بسر کن پس مردن
مسلمانت بزم زم شوید و ہندو بسوزاند

(عرفی نیک وبد کے ساتھ اس طرح زندگی گذار کہ مرنے کے بعد مسلمان زمزم سے دھوئیں اور ہندو جلائیں۔)

معلوم نہیں دبستان المذاہب کے مؤلف نے کبیر صاحب کی قبر اور نشان کو جگناتھ میں کیسے بتایا ہے، ان کا مزار اور سمادھ تو مگہر (ضلع بستی) میں ہے، جہاں ایک گاؤں سرموا مزار کے لیے اور ایک گاؤں بلوا سمادھ کے لیے وقف ہے، مزار مسلمانوں کی نگرانی میں ہے اور سمادھ ہندوؤں کی نگرانی میں، ماہ ربیع الثانی میں مسلمانوں کی طرف سے عرس ہوتا ہے اور ہندوؤں کی طرف سے ایک میلہ لگتا ہے۔ (آئین اکبری جلد دوم ص ۵۳) میں بھی کبیر داس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی آخری آرام گاہ جگناتھ میں بتائی گئی ہے، دبستان المذاہب کے مؤلف کو شاید آئین اکبری ہی کی غلط روایت سے غلط فہمی پیدا ہوگئی ہو۔

کبیر داس بہت بڑے موحد تھے، توحید کی تعلیم برابر دیتے رہے، توحید کا تخیل ان کے یہاں بہت اونچا ملتا ہے:

روپ اروپ نہیں تے ہی نانوں
برن ابرن نہیں تے ہی تھانوں
کہیں کبیر بچار کے جاکے برن نہ گانوں
نرا کار اور نرگنا پورن ہے سب ٹھانوں

وہ نہ خوب صورت ہے نہ بدصورت ہے، نہ اس کا کچھ نام ہے، نہ انگیں ہے، نہ بیرنگ، نہ اس کی کوئی جگہ ہے، کبیر بچار کر کے کہتے ہیں کہ نہ اس کی کوئی ذات ہے نہ کوئی مقام، نہ اس کی شکل ہے، نہ اس کے صفات ہیں، وہ بت پرستی کے خلاف رہے، کہتے ہیں:

پاہن پوجے ہری ملیں تو میں پوجوں پہار
تاتے یہ چاکی بھلی پیس کھائے سنسار

(اگر پتھر پوجنے سے خدا ملتا تو میں پہاڑ کو پوجتا، اس سے تو یہ چکی اچھی جس سے لوگ پیس کر کھاتے ہیں، یعنی چکی کا پتھر کسی کام تو آتا ہے، مورتی تو کسی کام نہیں آتی)

وہ اوتار کے وجود سے بھی صاف انکار کرتے رہے، کہتے ہیں کہ اوتاروں کے پنتھ کے جھگڑوں میں مت پڑو، ایشور تھول یعنی ساکار یا شکل وصورت رکھنے والا نہیں، بلکہ استھول یعنی نراکار ہے۔

کہے ہے کبیر پکار کے وا پنتھے مت بھول
جے ہی راکھے اتو مان کری تھول نہیں استھول

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر وہ مذہب کی ظاہری پابندیوں کو پسند نہیں کرتے تھے، اس لیے وید قرآن، پنڈت اور قاضی کا مذاق اڑاتے رہے۔

بید، پران، قرآن، گیتا نانا بھانت لکھانی
ہندو ترک جین اور جوگی ایکل کا ہو نہ جانی

وید، پران، قرآن یہ سب کتابیں مختلف طرح سے پڑھی جاتی ہیں، ہندو مسلمان جین جوگی کسی نے ایک ایشور کو نہ جانا۔

سید شیخ کتاب نرکھے پنڈت شاستر بچارے
ست گرو کے اپدیشن بنا تم جان کے جیو ہیں مارے

سید، شیخ کتاب پڑھتے ہیں، پنڈت شاستر بچارتے ہیں، مست گرو کے اپدیشن کے بغیر تم جان بوجھ کے جان مارتے ہو۔

وہ عشق الٰہی کے قائل تھے اور کہتے ہیں سچے عشق ہی سے وہ مل سکتا ہے، اس عشق الٰہی کو بھگتی بھی کہا جاتا ہے، اگر کوئی بھگت بن جائے، وہ کوئی ہو، ہندو ہو یا مسلمان، اونچی ذات کا ہو، یا نیچی ذات کا، اس کو ایشور اس کے دل ہی میں مل سکتا ہے، اس لیے کہتے ہیں:

نا میں دیول ناین مسجد نا کعبے کیلاس میں
نا تو کونو کریا کرم میں نہیں جوگ بیراگ میں
کھوجی ہوئے تو ترتے ملی ہوں پل بھر کی تالاس میں

(نہ میں مندر میں ہوں، نہ مسجد میں، نہ کعبہ میں، نہ کیلاش میں، نہ کسی کریا کرم میں ہوں نہ جوگ بیراگ میں ہوں، اگر میرا ڈھونڈنے والا ہو تو پل بھر میں مل جاتا ہوں۔)

ان کا خیال ہے کہ اگر عشق الٰہی ہے تو کرم کانڈ، گیان، عبادت، ریاضت اور یوگ وغیرہ کی ضرورت نہیں، ادنیٰ اعلیٰ، امیر، غریب، برہمن، شودر، ہندو، مسلمان کی تفریق نہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پسند کرتے۔

وہ کہتے ہیں کہ ہندو، مسلمان دونوں کی ایک راہ ہوسکتی ہے:

ہندو ترک کی ایک راہ ہے ست گرو اہے بتائی
کہے ہے کبیر سنو ہو سنتو رام نہ کہے اوکھدائی

ست گرو نے ہی بتایا کہ ہندو مسلمان کی ایک راہ ہے، کبیر کہتا ہے کہ سنتو! سنو رام نہ کہو تو خدا کہو۔

کہے کبیر اک رام جپورے ہندو ترک نہ کوئی

(کبیر کہتا ہے کہ ایک رام کو جپو، نہ کوئی ہندو ہے، نہ مسلمان)

کبیر صاحب کی تعلیم یہی رہی ہے کہ ہندو مسلمان، اعلیٰ، ادنیٰ سب کا خدا اور ایشور ایک ہے، اس لیے وہ دنیا میں ایک ہوکر رہیں اور سارے امتیازات مٹا کر عشق الٰہی کی شمع اپنے دلوں میں روشن رکھیں، اسی میں ان کی کمتی یعنی نجات ہے۔

انھوں نے وحدت انسانیت اور وحدت روحانیت کا بڑا حسین امتزاج پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن ان کی تعلیمات ہندویت اور اسلام کے ٹھوس عقائد سے ٹکرائیں تو وہ دب کر رہ گئیں، مسلمانوں کا راسخ العقیدہ طبقہ ان سے اس لیے خوش نہیں رہا کہ وہ وحی اور رسالت کے منکر تھے، ہندومت کے راسخ عقائد رکھنے والے ان سے ناراض رہے کہ وہ دیوتاؤں کے وجود اور بت پرستی کے خلاف آواز بلند کرتے رہے اور ذات پات کی تفریق کو دور کرنے ہی میں اپنے مسلک کی کامیابی سمجھتے اور اس میں شک نہیں کہ ان کے پیروؤں کا ایک گروہ کبیر پنتھی کے نام سے اب تک باقی ہے لیکن ان کی تعلیمات کو عام مقبولیت حاصل نہیں ہوسکی جس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ مذہب کے افق پر خواہ کتنی ہی حسین اور رنگین قوس قزح نمودار ہو، ہندوستان کے لوگ اپنے مذہبی عقائد و روایات سینے ہی سے لگائے رکھنا پسند کرتے ہیں، ان کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتے، پھر بھی کبیر داس کی تعلیمات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آج بھی شاعروں، ادیبوں اور مورخوں کے لیے اس لحاظ سے موضوع بنی ہوئی ہیں کہ ہندوستان میں یہ مذہبی مصالحت اور رواداری کا ایک بہت بڑا تجربہ تھا جو ناکام تو ضرور رہا مگر کچھ نقوش ضرور چھوڑ گیا (کبیر داس کے اشعار اور ان کے مطالب پنڈت منوہر لال زتشی کی کتاب کبیر صاحب سے لیے گئے ہیں) کبیر داس کی تعلیمات سے رام، رحیم، دیر و حرم اور کفر و ایمان کی تفریق نہیں مٹ سکی مگر انھوں نے ہندی شاعری میں جو سادگی، تاثیر، صفائی، جدت، معنی آفرینی اور شیرینی پیدا کر کے اس میں کئی نئی شاہراہیں کھولیں ان کو آج تک یاد کیا جاتا ہے۔

اسلام کے راسخ العقیدہ مسلمان کبیر داس کی وحدتِ ادیان کے تخیل کو پسند نہیں کرتے ہیں لیکن کبیر داس کا ذکر فارسی کی تاریخوں اور تذکروں میں اچھے الفاظ سے کیا جاتا ہے مثلاً آئین اکبری جلد دوم ص ۵۳ میں ہے۔

"کبیر موحد .... بسا حقائق از زبان گفت وکار کرد، او امروز درمیان است از فراخی مشرب وبلندی نظر مسلمان وہندو دوست داشتے، چوں خانہ استخوانی وا برداشت برہمن بسوختن اوآوردو مسلمان بگورستان بردن۔"

خزینۃ الاصفیا جلد اول ص ۴۴۶ میں ہے:

"وہ خلیفہ شیخ تقی کے مرید تھے، اپنے زمانہ کے باکمال اولیاء اللہ اور مشاہیر میں تھے، اپنی ولایت کے جمال کو طریق ملامت میں مشہور کر رکھا تھا، اپنے دور کے موحدوں میں بہت ممتاز تھے، ہندی زبان میں ان کے بہت سے اعلیٰ کلام ہیں اور وہی ان کے اعلیٰ درجہ کا ثبوت ہے، ان کے کلام کا تفحص اور تجسس کیا جائے، تو ان میں وصل کے جذبات پائے جائیں گے، فراق کا جذبہ مطلق نہیں ملے گا، وہی پہلے ہندی شاعر ہیں جنھوں نے اس زبان میں حقائق و معارف پیش کیے ہیں، ان کے ہندی اشعار کی بہت سی قسمیں ہیں، ان میں سے بشن پد اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سا کہہ نقل کیے جاتے ہیں، اگر انصاف سے دیکھا جائے تو ان کے کلام نے دقائق کے جواہر اور حقیقت کے موتیوں کو زبان کی ترازو میں خوب تولا ہے، ان کے کلام کی طرح کسی اور شاعر میں نہیں پایا جائے گا، محقق ہندی (؟)..... نے ان کے کلام کا تتبع کیا ہے، کبیر جو کچھ سا کہہ اور بشن پد میں کہتے ہیں، محقق ہندی نے ان کو سورٹھ اور دوہرے میں نظم کیا ہے، کبیر میں جو قوت باطنی تھی، اس کی وجہ سے مسلمان اور ہندو دونوں ان پر اعتقاد کامل رکھتے تھے، چنانچہ مسلمانوں میں پیر کبیر اور ہندوؤں میں بھگت کبیر مشہور تھے۔"

کبیر کے چیلوں کی رواداری: رامانند کے چیلوں میں کبیر کے علاوہ دھنا، مبا، ساہن اور رائے داس بھی تھے، دھنا راجپوتانہ کے جاٹ تھے، مبا گگراؤں گڑھ کے راجا تھے، ساہن حجام تھے اور رائے داس چمار، خود کبیر جولاہے تھے، ان اشخاص کی ذات سے ظاہر ہے کہ رامانند نے ذات پات کی تفریق مٹا کر بڑی رواداری کی فضا پیدا کر دی تھی، یہ سب کے سب توحید کے قائل تھے، وحدانیت کو انھوں نے جس رنگ میں پیش کیا گو وہ اسلام کی خالص وحدانیت سے بظاہر مختلف نظر آئی لیکن معنوی حیثیت سے یہ سب کے سب اسلام کی تعلیم توحید سے متاثر تھے، البیرونی کی کتاب الہند کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ہندوؤں کے یہاں وحدانیت کا تخیل شروع سے رہا اور اونچا رہا مگر یہ تخیل خواہ کتنا ہی بلند رہا ہو، عوام اس سے دور ہوتے چلے گئے تھے، اسلام کے میل جول سے یہ تخیل بھگتی تحریک سے پھر ابھرا اور عوام میں اس کی ترویج کی گئی، رائے داس چمار تھے لیکن وحدانیت کا نغمہ الاپ کر اسلام اور ہندومت کی تعلیم میں یکسانیت پیدا کی، کبیر کا بھی یہی مقصد رہا، کبیر پنتھی شمالی ہند اور دکن میں پھیل کر ان کی تعلیمات کی ترویج کرتے رہے، رفتہ رفتہ کبیر پنتھی بارہ شاخوں میں منقسم ہو گئے، ان کے چیلوں میں سرت گوپال داس، بھگوان داس، دھرم داس، جیون داس اور کمال زیادہ مشہور ہوئے، آگے چل کر اکبر کے زمانہ میں داود نے کبیر کی تعلیمات کو اپنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نغموں کے ذریعہ سے زیادہ پھیلایا، انھوں نے اپنے مشن کو پورا کرنے کے لیے ہندی ریختہ اور فارسی کا سہارا لیا ان کے مشہور چیلوں میں سندر داس تھے، پیدائش ۱۵۹۶ء جو ہندوستان کی اور زبانوں کے ساتھ فارسی بھی جانتے تھے، ان کے قدردانوں میں شیخ پور شیخاوتی کے نواسے الف خاں اس کے لڑکے دولت خاں اور تبر خاں تھے۔

ان کا ایک علاحدہ فرقہ داؤد پنتھی کے نام پر مشہور ہوا، داؤد پنتھیوں میں سے خاکی کا ایک فرقہ پیدا ہو گیا جس میں سے ملوک داس کا نام زیادہ مشہور ہوا۔

داود کے معاصر بیر بھان تھے، جو ست نامیوں کے فرقہ کے بانی تھے، یہ فرقہ دہلی، رہتک، آگرہ، فرخ آباد، مرزا پور اور جے پور میں زیادہ پھیلا، یہ بھی ذات، پات، ہندو مسلمان کی تفریق کا قائل نہ تھا، بیر بھان کی آواز بھی کبیر اور داؤد کی طرح موثر طریقہ سے سنی گئی، سترہویں صدی کے وسط تک لال داسی کا فرقہ ابھرا، اس کے بانی لال داس الور کے رہنے تھے، ان کی تعلیم بھی کبیر داس ہی کے طرز کی تھی، اسی زمانہ میں بابا لال ہوئے، جو چیتن کے چیلہ تھے، وہ سرہند کے قریب دینا پور میں مقیم ہو کر اپنی تعلیم پھیلاتے رہے، دارا شکوہ ان سے متاثر رہا، سترہویں صدی کے اخر میں دھرن داس اور پران ناتھ نے بھی اسی قسم کی تعلیمات پھیلانے کی کوشش کی، دھرن داس کایستھ تھے اور مانجھی ضلع چھپرا کے رہنے والے تھے، پران ناتھ چھتری تھے، بینا کا راجا ان کا بڑا قدرداں رہا، دھرنی فرقہ ان ہی سے شروع ہوا، وہ قرآن اور وید کی تعلیمات میں یکسانیت دکھانے کی کوشش کرتے رہے اور اسی نقطۂ نظر سے کئی کتابیں لکھیں، جگجیون داس بارہ بنکی ضلع میں ۱۶۸۲ء میں پیدا ہوئے، انھوں نے کبیر کی تعلیمات کی تجدید کی اور کئی کتابیں قلم بند کیں، ان کے چیلوں میں برہمن، ٹھاکر، مسلمان اور چمار ہوتے، انھوں نے ہندومت اور اسلام کو ایک دوسرے سے قریب تر کرنے کی کوشش کی، ۱۷ویں صدی کے آخر اور اٹھارہویں صدی کے شروع میں بلا صاحب اکیشو داس، چندرداس، غریب داس، رام چرن، سوامی نرائن سنگھ، مہجانند، دولت داس،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گلال اور بھیکا اسی قسم کی روادارانہ تعلیم پھیلاتے رہے، یہ سب کے سب بت پرستی، ذات پات کی تفریق، چھوت چھات کی لعنت کے مخالف رہے، ان میں سے کوئی بظاہر رام اور کوئی کرشن کے نام کا بھگت بن کر خدا پرستی کے جذبہ کی تلقین کرتا رہا، خدا پرستی کے جذبہ کے ساتھ وحدانیت کو فروغ ہوا جس سے ہندوؤں میں ایسے فرقے پیدا ہوتے رہے جو تارک دنیا بن کر اور عبادت وریاضت میں مشغول رہ کر موحد بنے اور وحدانیت کی تعلیم پھیلاتے رہے، انھوں نے اپنی تعلیم کو خصوصاً ہندی زبان میں جس طرح منظوم کیا ہے، اس کی دلفریبی اور دل آویزی سے اب بھی ایک بڑا طبقہ مسحور اور متاثر ہوتا رہتا ہے۔

اس قسم کی مذہبی تلقین اور شاعری سے ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اسلام کی تعلیمات سے ہندومت کو جو مختلف صورتوں سے صدمے پہنچ رہے تھے، ان سے ان کو از سر نو محفوظ کرنے کا موقع ملا، ہندوؤں میں ذات پات کی جو تفریق تھی، اس بنا پر جب وہ مسجدوں سے پانچ دفعہ اللہ اکبر کی صدائیں سنتے اور دیکھتے کہ ایک مسجد کا دروازہ سب کے لیے کھلا ہوا ہے اور جماعت میں ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی کھڑا ہو کر اپنے کو ایک وسیع تر ملی اور روحانی وجود سے منسلک پاتا ہے تو ان کو اندرونی طور پر ایک مذہبی دھکا لگتا، وہ یہاں کی انسانی زندگی پر ذات پات کی چھائی ہوئی ظلمتوں میں اسلام کی مساوات کو ایک نورانی مشعل سمجھنے پر مجبور ہو جاتے، چھوت چھات سوامی دیویکانند کے قول کے مطابق ہندومت کی مخصوص شان ہے، ہندومت کا اصلی جوہر مختلف طبقوں کا فرق مراتب ہے، ہندو ذہنیت برہمن اور شودر کی مساوات کا تصور نہیں کر سکتی تھی، اس کے مقابلہ میں اسلام معاشرتی اور مذہبی امور میں بلا لحاظ قومیت ومرتبت کامل مساوات کی تعلیم دیتا رہا، اس طرح اسلام نے ہندو مذہب اور اس کی روایتی تنظیم کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا اور اگر مسلمان اسلام کی سچی تعلیمات کا عملی نمونہ بھی پیش کرتے رہتے تو کیا عجب تھا کہ ہندوؤں کا وہ طبقہ جو ذات پات کی تفریق سے پسا ہوا تھا، سب کا سب اسلام کا حلقہ بگوش ہو جاتا مگر ہندو بھگتوں نے غیر شعوری طور پر اسلام کا یہ چیلنج

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قبول کیا اور انھوں نے ذات پات کی تفریق کے خلاف صدا بلند کر کے ہندومت میں اسلام کی مساوات کی تعلیم سے جو ہلچل پیدا ہوگئی تھی، اس کے رخ کو موڑ دیا، ان کی تعلیم و تلقین سے نیچے طبقہ کے لوگ بھی محسوس کرنے لگے کہ وہ بھی روحانی مدارج طے کر سکتے ہیں، وہ بھی عشقِ الٰہی کی شراب پی کر سرشار ہو سکتے ہیں اور ان کی بھی قدر و قیمت لوگوں کی نگاہوں میں بلند ہو سکتی ہے، کبیر جولاہے تھے، ساہن حجام تھے، رائے داس چمار تھے، انھوں نے اپنے مدارج طے کر کے یہ پیام دیا کہ ہندومت کے حجام اور چمار بھی برہمنوں کی ہمسری کر سکتے ہیں، رامانند اور کبیر کی تعلیمات کی اہمیت اسی سے ظاہر ہے کہ کبیر اور ان کے پیروؤں کے نغموں سے دلوں میں ایک تلاطم اور تموج پیدا ہوتا رہتا ہے، کبیر پنتھیوں کی ایک جماعت اب بھی ہندوستان میں باقی ہے لیکن یہ جان کر تعجب ہوتا ہے کہ گرونانک کبیر داس سے متاثر رہے، دونوں ایک دوسرے سے بہت نزدیک معلوم ہوتے ہیں، ان کی بہت سی نظمیں سکھوں کی مذہبی کتاب ادھ گرنتھ میں موجود ہیں جو ۱۶۰۴ء میں مرتب ہوا لیکن گرونانک کا مسلک ہندوستان میں ایک مذہب بن کر نمودار ہوا اور اس کا وجود مذہبی، سیاسی اور معاشرتی حیثیت سے تسلیم کر لیا گیا لیکن کبیر پنتھیوں نے سکھوں کی طرح ہندوستان میں مؤثر قوت حاصل نہیں کی، اس کی بڑی وجہ یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ سکھ ازم کے ساتھ سیاسی اور فوجی طاقت بھی شامل ہوگئی جو کبیر پنتھوں کو حاصل نہ ہو سکی، سکھوں نے بھی اپنے ہاتھ میں تلوار لی اور تلوار کی چاہے کتنی مذمت کی جائے لیکن اس کی بھی اہمیت ہے، خصوصاً جب صحیح جذبہ اور خدمت کی خاطر مصرف میں لائی جائے۔

سلاطین دہلی کی حکومت پر ہندوؤں کا تبصرہ: گذشتہ اوراق سے اندازہ ہوگا کہ مسلمان فاتحین نے اپنا خون بہا کر اس سرزمین میں اپنا قدم جمایا، اس سلسلہ میں ان کو لڑائیاں لڑ کر خوں ریزی بھی کرنی پڑی، مگر ان کی تاریخ صرف خون آشامی ہی کی نہیں بلکہ اس میں رواداری، فراخ دلی، دل جوئی اور انسانیت نوازی کے روشن پہلو بھی ہیں، جس کا اعتراف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض ہندو مورخین نے بھی کیا ہے، مثلاً ڈاکٹر تاراچند اپنی کتاب ''ہندوستانی کلچر پر اسلام کے اثرات'' میں رقم طراز ہیں:

''جب مسلمانوں کی حکومت ہندوستان میں قائم ہوئی تو انھوں نے ہندوؤں کو مختلف عہدوں پر مقرر کرنا ضروری قرار دیا، محمود غزنوی کی فوج میں بھی بکثرت ہندو سپاہی تھے، جو اس کی حمایت میں وسط ایشیاء میں جا کر لڑے، اس کے ہندو فوجی کمانڈر تلک نے اس کے ایک مسلمان فوجی عہدیدار نیالتگین کی بغاوت فرو کی اور جب قطب الدین ایبک نے ہندوستان میں رہ کر حکومت کرنے کا فیصلہ کیا تو اس نے ملکی نظام کو چلانے کے لیے ہندوؤں ہی کو مقرر کیا، کیوں کہ ان کے بغیر سارا نظام درہم برہم ہو جاتا، مسلمان ہنرمندوں، محاسبوں اور محرروں کو اپنے ساتھ نہیں لائے تھے، ہندوؤں ہی نے ان کے لیے عمارتیں بنائیں، جن میں پرانی چیزیں نئے حالات کے مطابق شامل کی گئیں، ہندو سناروں ہی نے مسلمان حکم رانوں کے سکے ڈھالے اور ہندو محاسبوں ہی نے ان کا حساب کتاب درست کیا، پنڈتوں نے ہندو قوانین پر عمل درآمد کرانے میں ان سلاطین کو مشورے دیے اور برہمن نجومیوں کی رائے سے حکومت اور دربار کے مختلف کام انجام پاتے تھے، مسلمان ہندوستان آئے تو اس کو انھوں نے اپنا وطن بنایا، وہ ہندوؤں کے اردگرد رہتے تھے، اس لیے دائمی مخاصمت وعناد کے ساتھ ان کے لیے زندگی بسر کرنا ممکن نہ تھا، اس باہمی میل جول سے ایک نے دوسرے کو سمجھنے کی کوشش کی، بہت سے ہندوؤں نے اسلام قبول کر لیا تھا لیکن مذہب کی تبدیلی سے ان میں زیادہ فرق پیدا نہیں ہوا، جب مسلمانوں سے مغلوب ہو جانے کا صدمہ جاتا رہا تو ہندو مسلمان دونوں نے ایک ایسا طرز زندگی اختیار کرنے کی کوشش کی جس سے دونوں اچھے ہمسایہ کی طرح زندگی بسر کر سکیں۔'' (ص ۱۳۷-۱۳۶)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر سری رام شرماوی کریسنٹ ان انڈیا میں لکھتے ہیں:

''سیاسی نظام کی اچھائی اور برائی کا انحصار غلبہ واقتدار کی قوت پر نہیں بلکہ ملک کے اچھے نظم ونسق پر ہے لیکن ملک کا نظم ونسق ہر زمانہ کے لیے یکساں نہیں ہوسکتا، بلکہ زمانہ اور ماحول کے ساتھ بدلتا رہتا ہے، اس لیے مغلوں سے پہلے سلاطین دہلی نے جو نظم ونسق قائم کیا اس کو اسی زمانہ کے معیار کے مطابق پرکھنا چاہیے، یہ سلاطین ہندوستان میں فاتح بن کر ضرور داخل ہوئے لیکن مفتوحین سے ان کا میل جول جیسے جیسے بڑھتا گیا، ان دونوں کے جنگ جویانہ جذبات مٹ کر خوشگوار تعلقات پیدا ہوتے گئے، معاشرتی اور ثقافتی امتزاج کے ساتھ سیاسی تعلقات کا بہتر ہونا ضروری تھا، اس لیے مسلمان حکم راں سیاسی نظم ونسق کو جلد سے جلد بہتر بنانے کی کوشش میں لگے رہے، بلبن کے زمانہ سے بابر کے زمانہ تک ان فرماں رواؤں کی یہی کوشش رہی کہ حکومت کی سرحدوں کو توسیع کرنے کے ساتھ ملک کے عام نظم ونسق میں ترقی ہوتی رہے، اس نظام کا اچھا یا برا ہونا، سلاطین اور ان کے صوبے کے گورنروں کے ذاتی اوصاف اور کردار پر بھی منحصر تھا۔''

(ص ۱۹۰-۱۸۹)

کے ایم۔ پینکر لکھتے ہیں:

''اس کو تسلیم کرنا صحیح نہیں کہ (سلاطین دہلی کے عہد میں) ہندوؤں کے ہاتھ سے تجارت چھین لی گئی، مسلمان حملہ آور فوجی ہی رہے، وہ تجارت کو پسند نہ کرتے تھے، ہندوستان کا تجارتی کاروبار، ہنڈی اور قرض کے ذریعہ ہوتا تھا جو مسلمانوں کے لیے عجیب پیچیدہ چیز تھی، حکومت یا سرکاری عمال کی وجہ سے تاجروں پر بڑا بار ضرور پڑتا لیکن بنئے اس زمانہ میں بھی سوسائٹی کے ضروری اجزا اسی طرح رہے جیسے کہ آج کل ہیں، ہندو سوسائٹی جوں کی توں محض اس لیے رہی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ حکومت کا مقامی نظم ہندوؤں ہی کے ہاتھوں میں رہا، اونچے عہدے دار تو مسلمان ہوتے لیکن نیچے کے تمام عہدے ہندوؤں ہی کو دیے جاتے، پٹواری، محاسب خزانچی، اسی طرح اور عہدہ دار ہندو ہی ہوتے، گورنر اور دوسرے بڑے عہدوں پر مسلمان مامور کیے جاتے.....اسی نظام کی بنیاد پر ایلتتمش اور علاء الدین خلجی دونوں نے ایک مختصر مدت میں امن بحال کر کے اپنی اپنی حکومتوں کی عمارتیں کھڑی کر لیں اور اسی نظام کی بدولت صوبائی گورنر قلیل فوج کی مدد سے آسانی سے صوبوں میں حکومتیں قائم کر لیتے۔ (اے سروے آف انڈین ہسٹری ص ۲۹-۱۲۸)

ڈاکٹر ایشوری پرشاد نے اپنی کتاب ''ہسٹری آف قرونہ ٹرکس'' میں محمد شاہ تغلق کی حکومت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''پورے نظام سلطنت کا گہرا مطالعہ کیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ مسلمانوں کی حکومت اب ایک مرتب شکل مین ہوگئی تھی، مسلمانوں کی فوج سے وہ پہلا سا متعصبانہ جوش وخروش بھی جاتا رہا تھا، ان کے برتاؤ میں سختی باقی نہیں رہ گئی تھی، زندگی جب پُر امن ہوگئی تو سیاسی فرائض کی نوعیت بھی بدل گئی اور ترقی پسند خیالات بھی پیدا ہونے لگے، ہندوؤں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جانے لگا، حکم راں طبقہ کو رواداری اور معاشرتی یگانگت کا احساس پیدا ہونے لگا، ایک ترقی یافتہ سلطنت میں طرح طرح کے مسائل اٹھتے رہے، جس کی وجہ سے ایک حکم راں کو ایسی پالیسی اختیار کرنی پڑی کہ وہ خود بھی رہے اور دوسروں کو بھی رہنے دے، اسی لیے سلطان محمد تغلق نے ہندوؤں کے ساتھ کوئی نازیبا روش نہیں اختیار کی بلکہ اس نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا ان کو عہدے دیے، اس نے ستی کو رکوادیا جو اس کی روشن خیالی کی دلیل ہے۔ (ص ۳۰۴)

ڈاکٹر ایشور ٹوپا نے فیروز شاہ تغلق کی حکومت کا جائزہ لے کر پولی ٹکس ان پری

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موغل ٹائمس میں لکھا ہے:

''فیروز شاہ کی حکومت کی اسپرٹ میں رعایا کی حفاظت مضمر تھی، وہ رعایا کی فلاح و بہبود کے لیے ہمیشہ کوشاں رہا، اس کے اس جذبہ کا ایک بین ثبوت اس سے بھی ملتا ہے کہ اس نے رعایا کو دو کروڑ ٹنکے کی معافی دی، سلطان محمد تغلق کے عہد میں ایک مرتبہ جب بڑی تباہی آئی تو حکومت کی طرف سے رعایا کو دو کروڑ ٹنکے دیے گئے، فیروز شاہ کے عہد میں جب اس قرض کی وصولی کا سوال اٹھا تو معلوم ہوا کہ اگر یہ قرض وصول کیا گیا تو رعایا کی زبوں حالی اور بے چارگی اور بڑھ جائے گی، اس لیے یہ کل قرض معاف کر دیا گیا اور رعایا کے اطمینان کے لیے قرض کے سارے کاغذات ان کے سامنے شاہراہ عام پر جلا کر خاکستر کر دیے گئے، عوام کے ساتھ انتہائی ہمدردی کے مظاہرہ کا یہ عجیب وغریب طریقہ تھا، اس سے پتہ چلتا ہے کہ فیروز شاہ میں عوام کو مطمئن اور خوشحالی بنانے کا کتنا غیر معمولی جذبہ موجود تھا، اس قسم کی شاہانہ نوازشوں سے رعایا کے دلوں میں بھی تشکر اور وفاداری کا صحیح جذبہ پیدا ہوتا تھا، جس سے دونوں کے تعلقات استوار رہتے تھے۔''

''فیاضی اور رحم دلی کا شاہانہ مظاہرہ زراعت اور لگان کے سلسلہ میں بھی کیا جاتا تھا، کسان ریاست کی ریڑھ کی ہڈی ہوتے، اس لیے ان کے دکھ اور درد دور کرنے سے دوررس نتائج ہوتے تھے، فیروز شاہ نے دیہی آبادی کی بدحالی اور مصیبت کم کرنے کے تمام غیر دانش مندانہ قوانین بالکل ختم کر دیے، اس کا بڑا لحاظ رکھا گیا کہ لگان کھیتوں کی پیداوار اور کسانوں کی مالی حالت کے مطابق وصول کیا جائے، کسی حال مین ان پر بار نہ ہونے پائے، چنانچہ ایسے تمام لگان ختم کر دیے گئے جن میں کچھ زیادتی تھی، فیروز شاہ سے پہلے یہ رواج تھا کہ کسانوں کو صرف ایک گائے رکھنے کا حق حاصل ہوتا تھا، فیروز شاہ نے اس رواج کو بھی ختم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کردیا، زراعت کی ترقی اور رعایا کی خوش حالی کے لیے نئے نئے قوانین بنائے گئے، اس کی خاص طور پر نگرانی رکھی گئی کہ حکومت کے واجب الادا لگان سے زیادہ رقم وصول نہ کی جائے، اگر قانون کی خلاف ورزی کی وجہ سے کسانوں کو نقصان پہنچتا تو فوراً تاوان ادا کیا جاتا۔''

''فیروز شاہی عہد میں عدل وانصاف کی حکومت تھی، کسی شخص کو بھی دوسرے پر ظلم وتعدی کرنے کا حق نہ تھا، تمام ملک میں مکمل امن وسکون تھا، ایسے حالات پیدا کیے گئے کہ لوگوں کی زندگی میں خود بخود ترقی پیدا ہوتی گئی، اعلیٰ وادنیٰ ہر طبقہ کے لوگ مطمئن اور مسرور زندگی بسر کرنے لگے، چیزوں کی فراوانی تھی، جو سستے داموں میں ملتی تھیں، اس لیے عام رعایا قانع اور دولت مند ہوگئی، فیروز شاہ کا یہ کارنامہ پیغمبر اسلامؐ کے ان قوانین کی بدولت تھا جو اس نے اپنی ریاست اور بادشاہت کے لیے اختیار کیے تھے۔'' (ص ۲۴۲-۲۳۸)

اے، سی، چٹرجی اپنی کتاب ''اے شارٹ ہسٹری آف انڈیا'' میں لکھتے ہیں:

''اس دور میں (یعنی سلاطین دہلی کے عہد میں) اسلام کی اشاعت کا اندازہ ہند کی موجودہ صورت حال سے کیا جاسکتا ہے، ہند کے شمالی مغربی خطہ یعنی کشمیر، مغربی پنجاب، سرحد اور سندھ میں تین چوتھائی سے زیادہ آبادی مسلمان ہوگئی ہے، اسی طرح بنگال میں آدھے سے زیادہ لوگ مسلمان ہیں، اس کے شمالی اور مشرقی اضلاع میں یہ تناسب کچھ اور بڑھا ہوا ہے، باقی صوبوں میں مسلمان اقلیت میں ہیں، یہاں دس میں ایک اس سے بھی کم تعداد میں ہیں، ان کی ایک بڑی تعداد شہروں اور قصبوں میں رہتی ہے، ہند کے شمال مغربی حصہ میں مسلمانوں کی اکثریت کی وجہ یہ ہوئی کہ مغرب کی طرف سے بہت سے مسلمان یہاں آکر آباد ہوگئے تھے، مقامی باشندوں نے بھی اسلام قبول کرلیا تھا، مگر بنگال کی یہ شکل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ تھی، یہاں صرف مقامی باشندوں نے اسلام اختیار کرلیا، اس بات کی پوری تحقیق نہیں ہوسکی کہ بنگال میں اسلام کے پھیلنے کے کیا اسباب تھے، یہ مسئلہ اتنا پیچیدہ ہے کہ اس مختصر سی کتاب میں اس پر تفصیلی بحث کی گنجائش نہیں ہے، ظن غالب یہ ہے کہ ہندومت کی پابندیوں نے بنگال کی نیچ ذاتوں کو اس نئے مذہب کے قبول کرنے پر آمادہ کردیا تھا، آٹھویں صدی عیسوی سے لے کر بارہویں صدی عیسوی تک بنگال پر پال خاندان کی حکومت تھی جو بودھ مت کا پیرو تھا، اس کے زمانہ میں نیچ ذاتوں کو بڑی آزادی حاصل تھی جب حسین خاندان کے لوگ جنوب کی طرف بنگال میں داخل ہوئے تو وہ اپنے ساتھ ہندومت اور اس کی تمام معاشرتی پابندیاں بھی لے آئے جن سے نیچ ذاتوں کے جذبات کو ہمیشہ ٹھیس لگتی تھی اور جب بارہویں صدی میں اسلام آزادی اور مساوات کا ڈنکا بجاتا ہوا، بنگال پہنچا تو عوام کی طبیعتیں خود بہ خود اس کی طرف مائل ہوگئیں، لوگ جوق در جوق مسلمان ہوتے چلے گئے، یہ ایک ایسا بڑا سبب ہے کہ اس کے ہوتے کسی دوسرے سبب کی تلاش کی حاجت نہیں۔''

(مختصر تاریخ ہند مترجمہ محمد یوسف کوکنی ص ۱۹-۲۱۸)

''ہندوستانی تہذیب اور اسلام'' کے عنوان سے ایک مضمون میں ان، سی، مہتا آئی، سی، ایس نے اپنے خیالات کا اظہار اس طرح کیا ہے:

''ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں کی بت شکنی کو تو سب جانتے ہیں .....مگر.....میسور کے حیرت انگیز مندر ابھی تک ان بت شکنوں کے ہاتھوں سے محفوظ رہے.....اجنٹا اور ایلورا کے برہمن اور بودھی آثار کے تحفظ میں.....مسلمانوں کا بھی ہاتھ ہے.....ہم کو اس پر تعجب نہ کرنا چاہیے کیوں کہ اسلام نے ہندوستان میں کوئی نئی قوم لاکر آباد نہیں کی، اسلام یہاں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف ایک نورانی مشعل لایا تھا، جس نے زمانۂ قدیم میں جب کہ پرانا تمدن انحطاط پذیر ہو رہا تھا اور پاکیزہ مقاصد محض ذہنی معتقدات بن کر رہ گئے تھے، انسانی زندگی کو چھائی ہوئی ظلمتوں سے پاک کر دیا، دوسرے ممالک کی طرح ہندوستان میں بھی سیاست سے زیادہ خیالات کی دنیا میں اسلام کی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا، آج کی وسیع اسلامی دنیا بھی ایک روحانی برادری ہے جس کو توحید اور مساوات کے مشترک عقیدے کا ایمانی رشتہ باہم منسلک کیے ہوئے ہے، بدقسمتی سے اس ملک میں اسلام کی تاریخ صدیوں تک حکومت سے وابستہ رہی، جس کی وجہ سے اسلام کی اصلی نوعیت پر پردہ پڑ گیا.....''

اتول چندر چٹر جی اپنی کتاب ''اے شارٹ ہسٹری'' میں لکھتے ہیں:

''گردوپیش سے دل چسپی لینا اور ان کو اپنی مخصوص نوعیت کے مطابق نئی صورت دے دینا اسلام کا کمال ہے.....وہ روحانی قوت جس نے معمولی ہاتھ پاؤں کے افسانوں کو ہیبت آفریں اور جاں باز بنا دیا تھا، عصر حاضر میں بھی کارہائے عظیم ظہور میں لا سکتی ہے، اسلام کی تعلیم کسی مخصوص جماعت کی ملکیت نہیں، ساری دنیا اس کی مشترک وارث ہے، ہندوستان میں اسلام کی کامیابیوں سے صرف مسلمانوں ہی کو تعلق نہیں بلکہ ساری ہندوستانی قوم کو اس پر فخر ہو سکتا ہے۔''

☆☆☆

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف ایک نورانی مشعل لایا تھا، جس نے زمانۂ قدیم میں جب کہ پرانا تمدن انحطاط پذیر ہو رہا تھا اور پاکیزہ مقاصد محض ذہنی معتقدات بن کر رہ گئے تھے، انسانی زندگی کو چھائی ہوئی ظلمتوں سے پاک کر دیا، دوسرے ممالک کی طرح ہندوستان میں بھی سیاست سے زیادہ خیالات کی دنیا میں اسلام کی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا، آج کی وسیع اسلامی دنیا بھی ایک روحانی برادری ہے جس کو توحید اور مساوات کے مشترک عقیدے کا ایمانی رشتہ باہم منسلک کیے ہوئے ہے، بدقسمتی سے اس ملک میں اسلام کی تاریخ صدیوں تک حکومت سے وابستہ رہی، جس کی وجہ سے اسلام کی اصلی نوعیت پر پردہ پڑ گیا.....۔"

اتول چندر چٹر جی اپنی کتاب "اے شارٹ ہسٹری" میں لکھتے ہیں:

"گرد و پیش سے دل چسپی لینا اور ان کو اپنی مخصوص نوعیت کے مطابق نئی صورت دے دینا اسلام کا کمال ہے.....وہ روحانی قوت جس نے معمولی ہاتھ پاؤں کے افسانوں کو ہیبت آفریں اور جاں باز بنا دیا تھا، عصر حاضر میں بھی کارہائے عظیم ظہور میں لا سکتی ہے، اسلام کی تعلیم کسی مخصوص جماعت کی ملکیت نہیں، ساری دنیا اس کی مشترک وارث ہے، ہندوستان میں اسلام کی کامیابیوں سے صرف مسلمانوں ہی کو تعلق نہیں بلکہ ساری ہندوستانی قوم کو اس پر فخر ہو سکتا ہے۔"

☆☆☆

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

HINDUSTAN KE AHD-E-MAZI MEIN

MUSALMAN HUKMRANON KI MAZHABI RAVADARI

Vol.I

EDITED BY
Sayed Sabahuddin Abdur Rehman

954
ص 249 ه
27116-E0-64

...in Shibli Acadmey,
...rh (U.P)
ISBN: 978-93-80104-13-3